ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مثنوی مولوی معنوی

مصنفہ: مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجاد حسین صاحب

PDFBOOKSFREE.PK

حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰ اردو بازار لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ر دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اُس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومتِ ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۱۰ر کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ر کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱ر کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ر کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۱۲ر کو استنبول کے مقدس مقامات کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی زیارت کی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ر کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرادیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ر کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ر کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ر کو آرام لیا اور ۱۵ر سے سیمنار میں شرکت شروع کردی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا اُس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اُس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ر کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اُس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اُس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے مولانا رومؒ اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام پر سیمنار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدرالدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کرلیا۔ حضرت مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی

458

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی، زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت می کند

اُس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت میکند از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروّج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالہ "جامعہ" میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع "الازہر" دیکھی اور اُس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں۔ "حسین" دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہؒ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے

459

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روانہ ہو کر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب قلعوائی فرسٹ سکریٹری انڈین ایمبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں اُن کے یہاں قیام کر کے ۳۱ دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجدِ حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم۔ دری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کر دی ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشار کی نماز کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجدِ عریش میں عشار کی نماز باجماعت ادا کی اور شہدارِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبدِ خضرار جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبِ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آ گیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذارتا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہو جاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچوں گا۔

۱۰ جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہو کر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ بیت اللہ شریف میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

۹۶۵

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ر کی شام کو جدہ واپس آگیا۔ ۱۲ر کی شام کو جدہ سے عراق کے لئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردیؒ، امام غزالیؒ رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مقام شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑگیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجف اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گذار کر کربلائے معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

۶۶۱
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گزار کر دہلی واپس آگیا۔
اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفر نامہ
کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفترِ سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفتر سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آچکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اُس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یوم رومی کے موقع پر اس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی اور اُن انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوگیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اُس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اُس کو مکمل شکست ہوگئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہوسکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یوم رومی منایا جاسکے اور دفتر سوم کا اجراء عمل میں آسکے مجبوراً اُس کی فروختگی شروع کردی گئی۔

اب جبکہ میں دفتر چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفتر چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آجائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفتر پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اُس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں اُن کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اِسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین پسپا ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

دل بکعبہ می رود در ہر زماں　　جسم طبع دل بگیرد زامتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے　　اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ دس لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزؤں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اِن دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلبؔ، روحؔ، سرؔ، خفیؔ، اخفیؔ۔ اور پانچ کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفسؔ، آگؔ، پانیؔ، مٹیؔ، ہواؔ۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجدّدِ امثال ہر چیز کا اُسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذات واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اُس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اُس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اُسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اِس کی مثال اِس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور اُن میں ہر آن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے
اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب
خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے
اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلۂ سماع یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

نغمات کا سماع دل میں رِقّت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اُس جذبہ کو اُبھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اُس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اُس کا جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اِسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نااہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

464

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نزدیک اُس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اُس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہرحال موجودہ زمانے میں عرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصیٰ یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اِس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اِس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دَوروں میں اِس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں اُنھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر اُن کے لئے بطور فرش کے بچھا دی۔

بایزید بسطامیؒ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اِسی لئے اُن کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تصوف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیلؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ شعبان ۲۳۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانیؒ اُن کی اگرچہ بایزید بسطامیؒ سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنھیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ محرم الحرام ۴۲۴ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِ صدر یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اُسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینۂ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سُنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

966

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اِس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اِس کے راوی ہیں اور محدثین نے اِس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اِس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صرف کی جائیگی اِس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں سے اُٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنائے ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اُس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سرِ نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اِس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گروا دیا اور پھر بیت اللہ کو اُسی حالت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کر دیا جس حالت میں آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل و قابیل

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا۔ اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک و جلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منسوبہ سے اُس کی شادی ہو جائے۔ قرآنِ پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجاد حسین

۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۹۶ھ —— م —— ۲۹ اپریل ۱۹۷۶ء

۹۰۶۸

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے[1] ضیاء الحق حسام الدین توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے

کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالی تو اے مُرتجیٰ
اے امید گاہ! تیری بلند ہمت

می کشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی؟

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ
تونے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے

می کشی آں سُو کہ تو دانستۂ
(اسکو) اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی[2] پویاں کشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے

ناپدید از جاہلے کش نیست دید
پوشیدہ اس ناواقف کے لئے ہے جسکی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے

گر فزوں گردد تو اش افزودۂ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تونے اس کو بڑھایا ہے

چوں[3] چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے

می دہد حق آرزوئے متقیں
اللہ (تعالیٰ) پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کان للہ بودۂ در ما مضیٰ
تو پہلے "کان للہ" بنا

تا کہ کان اللہ لہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ "کان اللہ لہٗ" بدلہ آیا

[1] اے ضیاء الحق حسام الدین چلپی، مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گویا چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے مثنوی کا نور ارواح پر پڑ رہا ہے۔ بہت مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے مرتجیٰ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردان مثنوی کے معارف کا رُخ تو جدھر چاہتا ہے اُدھر کو موڑ دیتا ہے

[2] مثنوی۔ بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کوشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ یعنی حضرت حق۔ ناپدید۔ جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں بتبدا۔ ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائیگی۔

[3] چوں چنیں۔ جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کان للہ۔ یعنی مقام فنا۔ کان اللہ۔ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔

۶۶۹

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مثنوی[1] از تو ہزاراں شکر داشت در دُعا و شکر کفہا بر فراشت

مثنوی تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی دعا اور شکریے میں ہاتھ اُٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکرِ تو دید فضل کرد و لطف فرمود و مزید

خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا اُس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است آنچناں کہ قربِ مزدِ سجدہ است

کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں جیسا کہ سجدوں کی اُجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ بیزدانِ ما قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا" ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا (سبب) بنا

گر[2] زیادت می شود زیں سُو بُود نز برائے بوش و ہای و ہُو بُود

اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اسوجہ سے ہے نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم حکم دادی ہیں بکش ما می کشیم

ہم تجھ سے اسطرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل ہم گرمیوں تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کاروانِ آتا بحج اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج

اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حج زیارت کردنِ خانہ بُود حجِ ربُّ البیت مردانہ بُود

حج خانۂ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں[3] ضیاء گفتم حسام الدیں ترا کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا

اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا ہے کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (انکی) صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یک است ہیں تیغِ خورشید از ضیا باشد یقیں

کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا آنِ خورشید ایں فروخوان از نبا

نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا سورج کی ملکیت ہے، اسکو قرآن میں پڑھ لے

---

[1] مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اُس کے اوراق اُس کے ہاتھ ہیں جو شکر گذاری میں اُٹھے ہوئے ہیں۔ مزید شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور اگر تم شکر کرو گے ہم زیادہ دینگے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

[2] گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اُس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان و شوکت۔ با تو۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو و نما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک امیرِ حج ہوتا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح آن معارف کا کارواں رب الکعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدینؓ اُس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اُس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اِس قافلہ کا مقصد رب کعبہ کی زیارت ہے۔

[3] زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں اور حسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اُس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیا ہو۔ نور۔ قرآن پاک میں ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا ۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ نبے، قرآن پاک۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شمس[1] را قرآں ضیا خواند اے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے

وآں قمر را نور خواند ایں را نگر
اور اُس چاند کو نور فرمایا ہے، اِس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے

پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے

چوں برآمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آجاتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لاجرم بازار ہا در روز بود
لامحالہ بازار، دن میں لگتے ہیں

تاکہ[2] قلب و نقد نیک آید پدید
تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے

تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تاکہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اُس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تا جراں را رحمۃ للعالمیں
تاجروں کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک[3] بر قلاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زُو شد کاسد اُو را نقد و رخت
کیونکہ اُس کی وجہ سے اُس کا نقد اور سامان کھوٹا

پس[4] عدوِ جانِ صرّاف ست قلب
تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ درویش کہ بود غیرِ کلب
کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں برمی تنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک ربِّ سلّم می زنند
تو فرشتے خدا سلامت رکھے کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار
کہ اِس چراغ کو جو روشن ہے

از پُف و دمہائے دُزداں دُور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دُور رکھ

دُزد و قلاّب ست خصمِ نور و بس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے اِن دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کآفتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخِ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اِس چہارم دفتر پر انوارِ معرفت کی روشنی ڈال دے۔

---

[1] شمس۔ جس طرح سورج آفاق میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی آفاقہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ جس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازاروں میں لگتے ہیں۔

[2] تاکہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کا حکم ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیا ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔

[3] لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

[4] پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیاء۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا دار لوگ سے ہوتا ہے جو اُن کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے اُن انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے ہوتے ہیں کہ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغ ہدایت انبیاء لے کر آئے ہیں اُس کو دشمن بجھا نہ سکیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هیں زچارم[1] نور دہ خورشید وار — تا بتابد بر بلاد و بر دیار

ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا فرما — تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسا است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

ہر کشش جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے۔

آب نیل ست و بقبطی خوں نمود — قوم موسیٰؑ را نہ خوں بود آب بود

(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا — (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمنِ این[2] حرف این دم در نظر — شد ممثل سرنگوں اندر سقر

اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں — دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ او — حق نمودت پاسخ افعالِ او

اے ضیاء الحق تم نے اس کی حالت دیکھی ہے — (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں اسکے کارناموں کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیبت چو غیب ست اوستاد — کم مباد ازیں جہاں این دید و داد

تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کیطرح ماہر ہے — خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

این حکایت[3] را کہ نقد وقتِ ماست — گر تمامش می کنی اینجا رواست

یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے — اگر تم اس کو اس جگہ پورا کردو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہر کساں — قصہ را پایاں برو مخلص رساں

نالائقوں سے لائقوں کی خاطر قطع نظر کرلو — قصہ کو پورا کردو اور انجام کو پہنچا دو

این حکایت گر نہ شد آنجا تمام — چارمیں جلد ست آرش در نظام

یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے — (یہ) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامیِ[4] حکایتِ آن عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول و معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد

اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور اس نے معشوق کو اس باغ میں پایا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

وَمی گفت کہ عَسٰی اَن تَکرَھُوا شَیئًا وَّھُوَ خَیرٌ لَّکُم

اور کہتا تھا کہ بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس — راند اندر باغ از خوف او فرس

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے — ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

[1] زچارم۔ یعنی دفتر چہارم، سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے۔

[2] این حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ۔ جواب۔ دیدہ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔

[3] این۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[4] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوق کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ مثنی۔ انسان کسی چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بُود اندر باغ آں صاحب جمال
وہ حسینہ باغ میں تھی

کز غمش ایں در عنا[1] بد ہشت سال
جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود امکانِ دید
اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا

ہمچو عنقا وصفِ اُو را می شنید
عنقار کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جُز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے

بر وے افتاد و شُد اُو را دلربا
اُس سے ہوگئی تھی اور وہ اُس کی دلربا ہوگئی تھی

بعد[2] ازاں چندانکہ می کوشید اُو
اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی

خود مجالش می نداد آں تُند خُو
اُس کو اُس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال
نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی نہ زر و مال سے

سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال
وہ بُوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشہ و ہر مطلبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے

حق بیالود اوّل کارش لبے
ابتداء کار میں اللہ (تعالیٰ) اُنکے ہونٹ آلودہ کر دیتے

چوں بداں آسیب در جست آمدند
جب اُس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں

پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند[3]
اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جُستجُو
وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں

بعد ازاں در بست و کابیں جُست اُو
اُس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجُست جوئے کار
جب اُس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا

بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار
اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم[3] براں بُو می تنند و می رَوند
وہ اُسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں

ہر دمے راجی و آئس می شوند
ہر سانس میں امیدوار اور ناامید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست امیدے بر بے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے

کہ کشادندش دراں روزے دَرے
حتیٰ کہ اُس معاملہ میں ایک روز اُسکے لئے دروازہ

باز در بستندش و آں در پرست
پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری

بر ہماں اُمید آتش پا شدرست
اُسی امید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ انجواں
جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا

خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں
اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

---

[1] عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا رہا تھا۔ عنقار۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سُنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات۔

[2] بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ مند خو یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوق۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداء پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔

[3] ہم براں۔ ابتداء ہونٹوں کو جو چسکا لگا ہے اُس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھستا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مر عَسَس را ساخت یزداں سبب
اللہ (تعالےٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا

تا زبیم اُو دَوَد در باغ شب
تاکہ اُس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند[1] آں معشوقہ را اُو با چراغ
طالبِ انگشتری در جُوئِ باغ
وہ اُس معشوق کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے
باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قرین میکرد از ذوق آں نفس
باثنائے حق دُعائے آں عَسَس
اُس وقت وہ ذوق (شوق) سے ملاتا تھا
اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کو

گر زیاں کردم عَسَس را از گریز
بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے
بیس گنا سونا اور چاندی اُس پر بہا دے

از عَوانی مر وُرا آزاد کُن
آنچناں کہ شادم اُو را شاد کُن
اُس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے
جیسا میں خوش ہوں اُس کو خوش کر دے

سَعد دارش ایں جہان و آں جہاں
از عَوانی و سَگی اش وارہاں
اِس جہان اور اُس جہان میں اُس کو نیک بخت بنا دے
سپاہی پن اور کتے پن سے اُسکو نجات دیدے

گرچہ خُوئِ آں عَوان ہست اے خدا
کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
اے خدا! اگرچہ اُس کوتوال کی عادت ہے
کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر[2] آید کہ شہ جُرمے نہاد
بر مسلماناں شود اُو زفت و شاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا
مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمُود
از مسلماناں فگند اُو را بجُود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا
مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمی در جانِ اُو اُفتد ازاں
گیرد ش قولنج زیں غم در زماں
اُس سے اُس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے
فوراً اِس غم سے اُس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چُنیں ادبار[3] ہا دارد عَوان
زیں بلا فریاد رس اے مُستعان
سپاہی اِس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے
اے مددگار! اِس مصیبت سے فریاد رسی کر

اُو عَوان را در دُعا درمی کشید
کز عَوان اُو را چناں راحت رسید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا
کیونکہ کوتوال سے اُس نے ایسی راحت پائی تھی

بر ہمہ زہر و بر اُو تریاق بُود
آں عَوان پیوندِ آں مُشتاق بُود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اُسکے لئے تریاق تھا
وہ کوتوال اُس عاشق کا دوست تھا

[1] بیند۔ وہ اپنی معشوق کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قرین۔ ساتھی۔ باثنائے الٰہی کی تعریف کیساتھ کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اُس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ حاصل کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی دوڑ ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ۔ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ اُن سے منافع حاصل کریں۔

[2] گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اُس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کر دینے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

[3] ادبار۔ بھلائی سے روگردانی۔ اُو عوان۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اُس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اِس لئے اُس کو دعائیں دے رہا تھا۔ برہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعث مصیبت تھا لیکن اِس کے لئے باعث راحت بنا پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس بدِ مطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی بُرا نہیں ہے

بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بدال
بُرا، نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے

کہ یکے را پادگر را بند نیست
کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پادگر را پائے بند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی

مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہر مار آں مار را باشد حیات
سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے

نسبتش با آدمی باشد ممات
اس کی آدمی کے ساتھ نسبت، موت ہے

خلق آبی را بود دریا چو باغ
دریائی مخلوق کے لئے، دریا باغ جیسا ہے

خلق خاکی را بود آں مرگ و داغ
خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کرلے

نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار
اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بود
زید اُس کے حق میں شیطان ہے

در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود
دوسرے کے حق میں وہ شاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے

ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست
اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذات ست بر آں یک جناں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے

اوبریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
اور وہ دوسرے کے لئے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو

پس ورا از چشمِ عشاقش نگر
تو اُس کو اُس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را
اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ

بنگر از چشمِ طالباں مطلوب را
معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشم تو
اُس (یعنی) آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کرلے

عاریت کن چشم از عشاقِ او
اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے

پس ز چشمِ او بروی او نگر
پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

ف۱ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بُری چیز بھی سراسر بُری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اُس میں بُرائی ہوتی ہے زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مُضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

ف۲ زہرِ مار۔ سانپ کا زہر، سانپ کے لئے باعثِ زندگی ہے، انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے، خاکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے مفید اور مُضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مفید اور مُضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ مثلاً زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سُلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اُس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

ف۳ گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اُس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ چشمِ خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اُسکے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ۔ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تا شوی[1] ایمن ز سیری و ملال — گفت کان اللہ لہ زیں ذوالجلال

تاکہ تو نعمت اور افتقاس سے محفوظ ہو جائے — اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اس کا ہو گیا"

چشم او من باشم و دست و دہش — تا رہد از مدبریہا مقبلش

میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اس کا دل ہو جاتا ہوں — تاکہ اس کی خوش نصیبی بدنصیبوں سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں او شد دلیل — سوئے محبوبت حبیب است و خلیل

جو ناپسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے — تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایت آں واعظ[2] کہ در آغاز ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے

اس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت[a] دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بد اعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے — قاطعانِ راہ را داعی شدے

ایک واعظ جب تخت پر آتا — ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دست بر می داشت یارب رحم کن — بر بدان و مفسدان و طاغیاں

ہاتھ اٹھاتا تھا اے خدا! رحم فرما — بروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ[3] تسخر کنان و اہلِ ضیر — بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دیر

سب مذاق اڑانے والوں و نقصان پہنچانے والوں پر — سب کافر دل اور بت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اصفیا — می نکردے جز بر خبیثاں را دعا

وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا — خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر ورا گفتند کایں معہود نیست — دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست

لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے — گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی از ینہا دیدہ ام — من دعاشاں نیں سبب بگزیدہ ام

اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے — اس لئے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

---

[1] تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اس کو کان اللہ لہ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث قدسی ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ہر چہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا

[2] واعظ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹا تو اس نے خدا سے دعائیں اور گریہ و زاری شروع کر دی اس پر اس کو ہاتف غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ و زاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں، اس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ قاطعانِ راہ۔ ڈاکو۔ سخت۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ

[3] بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے برے انسانوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا اور نیکوں کیلئے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ برے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم ان کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں ان کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور ان کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

476

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خُبث و ظلم و جور چنداں ساختند
انھوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی

کہ مرا از شر بخیر انداختند
کہ مجھے بُرائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر[1] گہے کہ رُو بدنیا کردمے
جب کبھی میں دنیا کا رُخ کرتا

من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے
میں اُن سے تکلیف اُٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ
تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا

باز آوردندمے گرگاں براہ
بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب سازِ صلاحِ من شدند
جب وہ میری نیکی کا سبب بنانیوالے ہوئے

پس دعاشاں بر من ست اے ہوشمند
تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد بحق از دردِ خویش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے

صد شکایت می کند از دردِ خویش
اپنی تکلیف کی تو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے

مرترا لایہ کناں و راست کرد
تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں[2] گلہ زاں نعمتے کن کت زند
یہ شکوہ اُس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے پھٹکائے

از درِ ما دور و مطرودت کند
تجھے ہمارے دروازے سے دُور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدُو داروئے تست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے

کیمیائے نافع و دلجوئے تست
تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ از و اندر گریزی در خلا
کیونکہ تو اُس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے

استعانت جوئی از لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند
حقیقتاً تیرے دوست، دشمن ہیں

کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز رکھتے

ہست[3] حیوانے کہ نامش اسغر ست
ایک جانور ہے جس کا نام اسغر ہے

کو بزخمِ چوب زفت و لمتر ست
جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود
تو اُس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہوگا

اوز زخمِ چوب فربہ می شود
وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفسِ مومن اسغرے آمد یقیں
مومن کا نفس یقیناً اسغر ہے

کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں
جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

[1] ہر گہے۔ جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اِس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ بازِ توان کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندہ می نالد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اِس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔

[2] ایں۔ شکوہ تو میری اُس نعمت سے ہونا چاہیئے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ درحقیقت۔ چونکہ دشمن، اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اُس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

[3] اسغر۔ بالضم و نیز بمعجمہ مضموم، خارپشت۔ اسی کو اردو میں سی کہا جاتا ہے اُس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ لمتر۔ یہ قوی نفسِ مومن پر مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمیں۔ موٹا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زیں سبب بر انبیا رنج و شکست — از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست

اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف — دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا زجانہا جانِ شاں شد زفت تر — کہ ندیدند آں بلا قومے دگر

حتیٰ کہ اُن کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی — کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارُو بلا کش می شود — چوں ادیم طائفی خوش می شود

چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے — طائف کی نرمی کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی درُو — گندہ گشتے ناخوش اُو ناپاک بُو

اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اُس پر نہ ملتا — گندہ اور بُرا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوست نامد بوغ داں — از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں

آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ — جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ و تیز و مالشِ بسیار دہ — تا شود پاک و لطیف و بامزہ

اُس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل — تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار — کہ خدا رنجت دہد بے اختیار

اے مکرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا — کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیر شماست — علمِ اُو بالائے تدبیرِ شماست

کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے — اُس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بینند بلا شیریں شود — خوش شود دارو چو صحت بیں شود

جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے — جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بینند خویش را در عینِ مات — پس بگوید اُقتلونی یا ثقات

وہ بعینہٖ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے — تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں عواں در حقِ غیرے سود شُد — لیک اندر حقِ خود مردود شُد

یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا — لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو بریدہ شُد — کینِ شیطانی بروے پیچیدہ شُد

ایمانی رحم اُس سے منقطع ہو گیا — شیطانی کینہ اُس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری — کینہ داں اصلِ ضلال و کافری

وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا — کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

۱؎ زیں سبب: چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا اُن کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اُس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرمی بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ مادہ طائفی۔ طائف کی بنی ہوئی نرمی مشہور تھی۔ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی۔ انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

۲؎ تلخ و تیز۔ انسانی جان کی اصلاح کیلئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیئے وہ مصائب اُس کیلئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے اس کا ابتلا اُس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو وہ مصیبت اُس کیلئے شیریں بنجاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ بُرد بینند۔ پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل تک کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

۳؎ ایں عواں۔ یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو اُنکے ظلم کی پاداش

۶۶۸

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰؑ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ

صعب تر چیست و جواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر[1] — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا — کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما

اُنھوں نے اُس سے فرمایا "اے جان! خدا کا غصہ — کہ اُس سے دوزخ بھی، ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں

اُس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ[2] غیظ است اے پسر خطِ اماں — خشمِ حق یاد آور و درکش عناں

اے بیٹا! غصہ کا پی جانا اُمن کا فرمان ہے — اللہ (تعالیٰ) کا غصہ یاد کرے اور باگ کھینچ لے

پس عوان کہ معدنِ این خشم گشت — خشمِ زشتش از سبُع ہم در گذشت

تو سپاہی جو اِس غصہ کی کان بن گیا ہے — اُس کا بُرا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ اُمید ستش برحمت جز مگر[3] — باز گردد زاں صفت آں بے ہنر

اُسکو رحم کی کیا اُمید ہے؟ سوائے اِسکے — کہ وہ بے ہنر اُس عادت سے باز آجائے

گرچہ[4] عالم را ازیشاں چارہ نیست — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست

اگرچہ دنیا کو اُن سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرنا ہے

چارہ نبُوَد ہم جہاں را از چمیں — لیک نبُوَد آں چمیں مارِ مَعیں

دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

باز گو احوال آں خستہ جگر — در میانِ باغ بارشکِ قمر

اُس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشکِ قمر (محبوبہ) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہا یش بدید آں سادہ مرد — زود او قصدِ کنار و بوسہ کرد

چونکہ اُس سادہ لوح انسان نے اُس کو اکیلا دیکھا — جلد اُس سے بغلگیر ہونے اور اُس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

---

[1] ہشیار سر: عقلمند، ہشیار۔ وجود صعب تر: زیادہ سخت۔ کہ ازاں: غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفت: خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔

[2] کظمِ غیظ: غصہ کو پی جانا فقط اماں: اُس کا حکمنامہ۔ قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ "اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں"۔ مسیح درندہ۔ چہ امید: حدیث شریف ہے مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

[3] گرچہ: انتظام قائم کرنے کے لئے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات اُنکے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھکر ظلم پر جرأت کرتے ہیں لیکن اُن کی یہ ضرورت اُنکے لئے تعریف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے۔ بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اِس ضرورت کی وجہ سے اُنکو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا ــــ چمیں: پیشاب۔ مارِ مَعیں: جاری پانی۔ قصدِ خیانت یعنی اُس عاشق کا اُس محبوب سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد یعنی بھولا عاشق۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آن نگار — کہ مرو گستاخ ادب را ہوش دار

وہ معشوق کڑک کر اُس پر چیخی — گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت است و خلق نے — آب حاضر تشنہ ہمچوں منے

اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے — پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد درینجا جز کہ باد — کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد

یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے — کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ ابلہ بودۂ — ابلہی و زعاقلاں نشنودۂ

اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے — تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جُنبد بداں — باد جُنبانیست اینجا بادراں[2]

تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے — یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مِروحہ تصریفِ صُنع ایزدش — زد بریں باد و ہمی جُنباندش

اللہ (تعالےٰ) کی کارگیری کے تصرف کا پنکھا — اس ہوا پر لگتا ہے اور اُس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ مادرست — باد بیزن تا نجنبانی نجست

تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے — جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جُنبشِ ایں جزوِ باد اے سادہ مرد — بے تو و بے باد بیزن سر نکرد

اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اِس جزو کی حرکت — تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جُنبشِ بادِ نفس کاندر لب است — تابعِ تصریفِ جان و قالب است

سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے — (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کُند — گاہ دم را ہجو و دشنامے کُند

کبھی وہ (روح جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے — کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا — کہ ز جزوے کُل ہمی بینند نُہا

تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے — کیونکہ عقلیں جزو سے کُل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کُند — در دلش زیں لُطف عاری می کُند

اللہ (تعالےٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے — دردِ دل میں اُس کو اِس لُطف سے خالی کر دیتا ہے

---

[1] بانگ۔ یعنی معشوق نے اُس عاشق کو اُس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوق نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] باد راں۔ یعنی اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کُل ہوا کو سمجھ وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یہی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور بُرائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اُس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ نُہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اُس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

۴۸۵

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بر گروہِ عاد[1] صرصر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے

باز بر ہودش معطر می کند
پھر ہودؑ کے لئے اس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را از زہر و سموم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے

مر صبا را می کند خرم قدوم
پُروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد او اساس
سانس کی ہوا کو اس نے تیری بنیاد بنا دیا

تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
تاکہ تو ہر ہوا کو اس پر قیاس کرے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کلام نہیں بنتا ہے

بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ[2] جنباں پئے انعامِ کس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے

وز برائے قہر بر پشہ و مگس
مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (ہلتا ہے)

مروحہ تقدیرِ ربانی چرا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں

پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا

نیست الّا مُفسِدہ یا مُصلِحہ
نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور
یہ شمالی ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا

کے بُود از لُطف و از انعام دور
مہربانی اور انعام سے دور کب ہوگی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے

فہم کُن کاں جملہ باشد ہمچنیں
سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کُلِ باد از برجِ بادِ آسماں
آسمان کے ہوائی برج سے، کُل ہوا

کہ جہد بے مروحہ آں بادراں
اس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد[3]
گہانے کے وقت کھلیان پر

نے کہ فلّاحاں ز حق جویند باد
کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے

تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھتّوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے

جملہ را بینی بحق لابہ کناں
تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

---

[1] عاد۔ قوم عاد کے لئے وہ آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا۔ حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ سموم۔ لُو۔ مُعطّر۔ معبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ دم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

[2] مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کُل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور اس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

[3] انتقاد۔ یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلّاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی غلّہ کی کھتیاں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

همچنیں در طَلق[1] آں بادِ ولاد
اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدائش کی ہوا

گر نمی دانند کش راننده اُوست
اگر لوگ نہیں جانتے کہ کوئی اس کا چلانیوالا ہے

اہلِ کشتی همچناں جُویائے باد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں

همچنیں بر دَردِ دندانہا زباد
اسی طرح دانتوں کی پیس میں دم کے ذریعہ

از خدا لابہ کُناں آں جُندیاں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں

رُقعۂ تعویذ می خواہند نیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں

پس[2] همہ دانستہ اند ایں را یقیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں

پس یقیں در عقل ہر دانندہ ہست
پس ہر جاننکار کی عقل کو یقین ہے

گر تو اُو را می نہ بینی در نظر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے

تن بجاں جُنبد نمی بینی تو جاں
جسم روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے

گفت[3] اُو گر ابلہم من در ادب
اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں

گفت ادب ایں بُود کہ خود دیدہ شد
اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا

گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد
اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

باد را پیش کردنِ زاری چہ خُوست
تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب؟

جُملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اس رب العباد سے اس کے خواہاں ہیں

دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو دافعت چاہتا ہے

کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
کہ اے کارساز! کامیابی کی ہوا چلا دے

در شکنجہ طَلقِ زن از ہر عزیز
عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

کہ فرستد بادِ ربّ العالمیں
کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

اینکہ با جنبندہ جُنباننده ہست
کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

فہم کُن آں را باظہارِ اثر
اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

لیک از جُنبیدنِ تن جاں بداں
لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

زیرکم اندر وفا و در طلب
تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد
دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

---

[1] طَلق - دردِ زہ، ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحم مادر کو ہوا سے پھلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔

[2] پس ہمہ - ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کا یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[3] گفت اُو۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجئے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود۔ محبوب نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لُد۔ اَلَد کی جمع ہے، جھگڑالو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود ادب ایں بود و آں دیگر فنیں
خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں)

زیں بتر باشد کہ دید بیش یقیں
اس سے بدتر ہوگی کیونکہ ہم نے یقین کیسا تھ اگر دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترا دد بعد ازیں
اس پیمانے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد

یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں
سب اسی طرح کا ہوگا

قصۂ[1] صوفی کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز
دن میں ایک صوفی گھر میں آیا

خانہ یک در بود و زن با کفش دوز
گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جفت گشتہ با حریف خویش زن
بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی

اندراں یک حجرہ از دو اس تن
اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجد در حاشتگاہ
جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے غصے سے دروازہ پیٹا

ہر دو در ماند ند نے حیلت نہ راہ
دونوں عاجز ہوگئے نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بد کو آں زماں
اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت

سوئے خانہ باز گردد از دکاں
دکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصدہ[2] آں روز بیوقت آں مروع
اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت

از خیالے کرد با خانہ رجوع
کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتماد زن براں کو ہیچ بار
بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی

ایں زماں تا خانہ نامد اوز کار
اس وقت کام سے (فارغ ہو کر) گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا
تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا

گرچہ ستار ست ہم بد ہد سزا
اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے سزا بھی دیدیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش
جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو

زانکہ تخم ست و بروید خدا ش
کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اس کو اگا دیتا ہے

چندگاہے[3] او بپوشاند کہ تا
بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ

آید آخر زاں پشیمانی حیا
بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیل تمثیل

مثالاً حکایت

---

[1] قصۂ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ دو سوا اس تن۔ یعنی جسمانی شہوت۔ معہود۔ یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

[2] قاصدہ۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ۔ یعنی اس کی بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرت حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔

[3] چندگاہ ہے۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود برائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً پہلی مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں عُمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں — داد دزدے را بجلّاد[1] و عواں

جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے — ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار — اوّلیں بار ست جُرمم زینہار

وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم! — میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا — بارِ اوّل قہر راند در جزا

اُس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا — پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پئے اظہارِ فضل — باز گیرد از پئے اظہارِ عدل

وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے — پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تا کہ[2] ایں ہر دو صفت ظاہر شود — آں مُبشّر گردد ایں مُنذر شود

تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں — وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود — سہل بگذشت آن و ہلش می نمود

صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی — جو آسانی سے گذر گئی اور اُس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائی ست — کہ سبو دائم ز جو ناید درست

وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی — کہ ٹھیلا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش[3] تنگ آورد آں قضا — کہ منافق را کند مرگ فجا

اُس کو قضا نے ایسا تنگ کیا — جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں — دست کردہ آں فرشتہ سوئے جاں

نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان — فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حُجرہ خفا — خشک شد او و حریفش زابتلا

جیسا کہ عورت اُس خلوت کے حجرے میں — وہ اور اُس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونیسے خشک ہو گئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر — از شما کینہ کشم لیکن بصبر

صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو! — میں تم سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس — تا نگردد مطلع زیں حال کس

لیکن اِس وقت نادانستہ بن جاؤں گا — تاکہ اِس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محق — اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق

حقدار تم سے خفیہ بدلہ لے گا — آہستہ آہستہ جیسا کہ دق کی بیماری

---

[1] جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اوّلیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

[2] تاکہ۔ اللہ تعالےٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اُسکا عدل مجرم کو خوف دلانیوالا ہے۔ بارہا بیوی اِس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

[3] آنچنانش۔ اُس بیوی کو قضاء خداوندی نے اِسطرح لاچار کر دیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اُسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اِس فعل کو اَن دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اُس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مردِ دق باشد چو یخ[51] ہر لحظہ کم
مدقوق برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے

لیک پندارد بہر دم بہترم
لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش او
بجو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ

غرہ آں گفت کایں کفتار کو
وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ کفتار اے عمو
اے چچا! بھٹ میں بجو نہیں ہے

گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو
وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند
وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں

او خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبود
اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی

سمیج[52] و دہلیز و رہِ بالا نبود
نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ در و پنہاں شود
نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے

نے جوالے کہ حجاب آں شود
نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصہ پہن روزِ رستخیز
حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ

نے گووے پشتہ نے جائے گریز
نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزداں صف آں جا حرج[53] کند
اس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا

بہر محشر لا تری فیہا عوج
محشر کے لئے "تو اس میں کبھی نہ دیکھے گا"

معشوق را زیر چادر پنہاں کردن جہت تلبیس و بہانہ

تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لئے معشوق کو چادر کے

و مکر کہ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ

نیچے چھپانا "بیشک تمہارا مکر بڑا ہے"

چادرِ خود را بر و افگند زود
اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی

مرد را زن کرد و در را بر کشود
مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں
چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا

سخت پیدا چوں شتر بر نردباں
پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟

ہرگز ایں را من ندیدم کیست ایں
میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

۵۱ یخ برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ کفتارے بجو کے شکاری بجو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے، بجو انکی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ بجو اس گھر میں بیوی کے چھپنے کھیلنے کو کوئی جگہ نہ تھی۔

۵۲ سمیج۔ پہاڑ کی کھوہ، خانہ۔ رہ بالا۔ زینہ۔ جوال۔ بورا، گونی۔ گرمھا۔ پشتہ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُھَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْھَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہدو میرا پروردگار انکو اڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

۵۳ حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر۔ یعنی بیوی نے اس موچی کو چادر اڑھا دی تاکہ صوفی اسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھولکر انکو نکالدیا۔ زیر چادر۔ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت کیا یہ کون عورت تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر
اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے

مر ورا از مال و اقبال ست بہر
جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در بہ بستم تا کسے بیگانہ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر

در نیاید زود نادانانہ
نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے
صوفی نے کہا ہاں اُس کا کام کیا ہے؟

تا برآرم بے سپاس و منتے
تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کردوں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست
اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے

نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے

خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست
خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیر دست
اُس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے

اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد و باشد یا بہ بوس
پھر اُس نے کہا، وہ آتا ہے یا بھوسی

می کنم اُورا بجان و دل عروس
میں اُس کو جان و دل سے دلہن بنالونگی

گفت صوفی ما فقیر و زاد کم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں اور مال کم ہے

قوم خاتون مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُود ایں کفو ایشاں در زواج
یہ لڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟

یک در از چوب و درِ دیگر ز عاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو مجفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیئے

ور نہ ننگ آید نماند ارتیاح
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بُود ہمرنگ فقر و احتشام
دولتمندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں!

چوں شود ہمجنس یاقوت و رخام
یاقوت اور سنگِ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ

عیب باشد نزدِ اصحابِ قیاس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟

کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

۱؎ اعیان۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مرد کرا۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ در۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُسکی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت۔ صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔

۲؎ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی۔ خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اُسکو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

۳؎ ورنہ۔ اگر میاں بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بُود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولتمندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگِ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک برا ہے۔ باکبوتر۔ کبوتر اور باز کا، عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

486

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفتنِ[۱] زن کہ اُو در بندِ جہاز نیست مُرادِ او ستر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

وجواب گفتنِ صُوفی آں سِرِّ پوشیدہ را

اور صوفی کا اُس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من بچنیں عذرے واُو — گفت نے من نیستم اَسباب جُو

اُس (بیوی) نے کہا، میں نے اِسطرح کا عذر کیا اور اُس نے کہا، نہیں، میں سامان کی جستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماشش وز رو سیم — فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اُکتا گئے ہیں — ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم — ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم

ہم مال اور سونے سے اُکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں — ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ[۲] ما ستر ست و پاکی و صلاح — در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے — دونوں جہان میں اِسی سے نجات ہے

باز صُوفی عذرِ درویشی بگفت — وآں مکرّر کرد تا نہ بُود نہفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا — اور اُس کو دُہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرّر کردہ ام — بے جہازی را مقرّر کردہ ام

بیوی نے کہا میں بھی دُہرا چکی ہوں — بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اُو ست را سیخ ترز کوہ — کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ

اُس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے — سَو افلاس سے بھی اُس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مُرادم عفّت است — از شما مقصود صدق و ہمّت است

وہ بھی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے — تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت[۳] صوفی خود جہاز و مالِ ما — دید و می بیند ہویدا بے خفا

صوفی نے کہا اُس نے ہمارا سامان اور مال — دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانۂ تنگے مقامِ یک تنے — کہ دُرُو پنہاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ — کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدعملی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اُس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اُس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

نہ ہے
ہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی
اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور
صوفی نے اُسکو طنزاً جواب
دیا۔ ما ملولیم۔ بیوی نے کہا
وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو
دولت سے عاجز آ گئے ہیں
ہمارے یہاں جو دولت ہے
وہی بھاری پڑ رہی ہے
ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ
عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ
ہم عوام کی طرح مال کے
لالچی اور حریص نہیں ہیں۔
۲ قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی
چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور
نیک ہو دونوں جہانوں میں
انہی چیزوں سے بھلائی حاصل
ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی
نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار
کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے
گفت زن۔ بیوی نے صوفی
سے کہا میں اپنی عزت خوب
بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی
بات پر جمی ہوئی ہے۔ اور
ہماری غربت سے نہیں
گھبراتی ہے۔ اُو ہمی گوید
وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم
تمہارے مال کے پیش نظر
رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ
تمہاری سچائی اور دعاؤں
کی وجہ سے کر رہے ہیں۔
۳ گفت صوفی۔ صوفی نے
اب تک تو ایسا طرز کلام
اختیار کر رکھا تھا جس سے
بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُس
کی خباثت سے باخبر ہو گیا
ہے اب آئندہ گفتگو میں اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بازِ[1] سترو پاکی و زُہد و صَلاح — اُو زما بہ داند اندر انتصاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی — نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ زما می داند اُو احوالِ ستر — وز پس و پیش و سَر و دُنبالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے — اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست — وز صلاح و ستر اُو واقف ترست
بے سر و سامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے — نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہراً اُو بے جہاز و خادم ست — وز صَلاح و ستر اُو خود عالم ست
ظاہر ہے کہ وہ (لڑکی) بغیر جہیز اور خادم کے ہے — اور اُسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرحِ[2] مستوری زبا باشرط نیست — چوں براُو پیدا چو روزِ روشنست
(اُس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجائے ضروری نہیں — چونکہ اُس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا — لاف کم بافی چو رُسوا شُد خطا
یہ قصہ میں نے اِس لئے کہہ دیا ہے، تاکہ — جب غلط کاری رسوا ہو گئی ہے تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعویٰ مُستزاد — ایں بُد سنت اِجتہاد و اعتقاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی — یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودہ — دامِ مکر اندر دَغا بگشودہ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے — تونے دغابازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر نا شُستہ روئی گپ زنی — شرم داری وز خدا ای خویش نی
کہ ہر بُرائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے — تو شرم کرتا ہے، اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیان[3] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن حق را چیست

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر — کہ بُود دیدِ وَیت ہر دم نذیر
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے — تاکہ اُس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر رہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع — تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو سُننے والا اسلئے فرمایا ہے — تاکہ تو بُری گفتگو سے ہونٹ بند کرلے

---

[1] باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اُس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ یعنی واعظ اسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے ظاہراً لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادمہ کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

[2] شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اُس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اُس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت۔ باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اُس معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اُسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال پھیلا رہا ہے اور ہر عیب سے اپنے آپ کو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔

[3] بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا ڈرا دیا اور اُسکو یہ محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اُسکے احاطۂ علمی سے کوئی واقعہ باہر نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اُسکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بحث شروع کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات سے بنے ہیں وہ صفت حضرتِ حق تعالیٰ میں بلدرجۂ اتم موجود ہے۔ سمیع۔ اللہ کا نام سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اُسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بُری بات نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو سنتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از پئے آں گفت حق خود را علیم — تا نیندیشی فسادے تو زبیم
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا — تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسمِ علم[51] — کہ سیہ کافور دارد نام ہم
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لئے نہیں ہیں — کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسمِ مشتق ست ز اوصافِ قدیم — نے مثالِ علتِ اولیٰ سقیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں — (اللہ تعالیٰ) علتِ اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ[52] تسخر باشد و طنز و دہا — کر را سامع ضریراں را ضیا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہوگا — بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علیم باشد حیی نامِ وقیح — یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح
یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو — یا کالے اور بدصورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ نوزادہ را حاجی لقب — یا لقب غازی نہی بہر نسب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب — یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھدے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح — چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کریں — جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں — پاک حق عمّا یقولُ الظّالمون
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہوگا — اللہ (تعالیٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال — کہ نکو روئی ولیکن بد خصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی — کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بد عادت ہے

من[53] ہمی دانستمت پیش از لقا — کز ستیزہ راسخی اندر شقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی — کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سُرخ باشد در عمش — دانمش زاں درد گر کم بینمش
جب آنکھیں دُکھنے میں میری آنکھیں سُرخ ہوں — میں اسکو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اسکو نہیں دیکھتی ہوں

بے حیا۔ صبیح حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہوگا ——— ۵۳ من ہمی۔ معشوق نے اُس عاشق سے کہا میں تو تجھ سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بڑا شقی ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے، آنکھیں دُکھنے میں جب سُرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سُرخ ہیں۔

---

۵۱ اسمِ علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مُسمّیٰ کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس مُسمّیٰ میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ جیسے حبش کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسمِ مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفت علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ علماء حضرات حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف معلولِ اوّل کا ثبوت بطریقِ وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف معلولِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیلِ وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اُسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

۵۲ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہوگا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو بصیر کہنا مذاق ہے۔ حیی۔ حیادار۔ وقیح۔ بے حیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو مرا چوں بُرّہ دیدی بے شُباں
تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا

تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از دردزاں نالیدہ اَند
عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں

کہ نظر نا جائگہ مالیدہ اَند
کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُباں دانستہ اند آں ظبی را
اُنھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا

رائگاں دانستہ اند آں سبی را
اُنھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا زغیرت تیر آمد بر جگر
یہاں تک کہ غیرتِ خداوندی سے جگر پر تیر لگا

کہ منم حارِس گزافہ کم نگر
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از بُرّہ کم از بُز غالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں

کہ نباشد حارِسِ از دُنبالہ ام
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارِسے دارم کہ مُلکش می سَزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے

داند آں بادے کہ بر من می وزد
وہ اُس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سَرد بُود آں باد یا گرم آں علیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم

نیست غافل نیست غائب اے سقیم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نَفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں
شہوت والا نفس روح کا نور نہیں رکھتا ہے

من بدل کوریت می دیدم عیاں
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی

نَفسِ شہوانی زحق کرست و کور
شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے

من بدل کوریت می دیدم ز دُور
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت سالت زاں نپرسیدم بہیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا

کہ پُرت دیدم زجہل و پیچ پیچ
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور پیچ سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پرسم زانکہ او باشد بتوں
جو بُتی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں

کہ تو چونی چوں بُود او سرنگوں
کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقوی حمام — و توانگراں سرگیں کشانند

اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقوی حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

کاسیل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

۵۱ تو مرا معشوق نے اُس عاشق سے کہا کہ تُو نے مجھے بے رکھوالا.... بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا اُنکے گناہ کی سزا ہے۔ ظبی۔ یعنی معشوقہ۔ سبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرتِ خداوندی۔ حارِس۔ نگہبان۔ بُرّہ۔ بکری کا بچہ۔ بزغالہ۔ پہاڑی بکری۔

۵۲ حارِسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گذرتی ہے۔ نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔

۵۳ ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔ تون۔ بھٹی کا دھندلکا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لاکر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن

۴۹۵
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے

کز وُ حمامِ تقویٰ روشن ست
جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیک[۵۱] قسمِ متقی زیں تُوں صفات
لیکن اس بھٹی سے متقی کا حصّہ، صفائی ہے

زانکہ در گرمابہ است و در تقاست
کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیا را مانندہ سرگیں کشاں
مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح

بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں
حمام کو گرمانے کے لئے، سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا
اللہ (تعالےٰ) نے اُن میں حرص رکھدی ہے

تا بُود گرمابہ گرم و با نوا
تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو

ترکِ ایں تُوں گیر و در گرمابہ آں
اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا

ترکِ تُوں را عینِ آں گرمابہ داں
بھٹی کو چھوڑنا، بعینہٖ حمام سمجھ

ہر[۵۲] کہ در تُوں ست اُو چوں خادم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے

مر وُرا کہ صابر ست و حازم ست
اُس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے اُو
جو شخص حمام میں چلا گیا، اُس کی علامت

ہست پیدا بر رُخِ زیبائے اُو
اُس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے

از لباس و از دُخان و از غبار
کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ور نہ بینی رُوش بُویش را بگیر
اگر تو اُس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اُسکی بُو لے

بُو عصا آمد برائے ہر ضریر
بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گر[۵۳] نداری بُو در آرش در سخن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اُس سے بات کر

از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
نئی بات سے پُرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونی صاحب ذہب
سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے

بست سلّہ چرک بُردم تا بشب
میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے اگھر لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے

باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
ہر شعلہ نے سَو سَو منہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے

گرچہ چوں سرگیں فروغ آتش ست
اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

۵۱ لیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک و صاف ہو کر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔ اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

۵۲ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہلِ تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ اُن کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال اُن کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے اُن کے احوال پڑھ لو۔ تو بُویش یعنی اُنکی عادتوں سے اُن کے احوال سمجھ لو۔ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

۵۳ گر نداری بُو۔ اگر تم اُن کی عادتوں سے اُنکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو اُنکی گفتگو سے اُنکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرص تو حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیشِ عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتشِ حرص کو اسیطرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آفتابے کہ دم از آتش زند — چرکِ تر را لائقِ آتش کند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[1] آں سنگ را ہم کرد زر — تا بتونِ حرص اُفتد صد شرر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — چیست یعنی چرکِ چندیں کردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ رسوائی فزاست — درمیانِ تونیاں زیں فخر ہاست
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلّہ کشیدی تا بشب — من کشیدم بست سلّہ بے کرب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] در تونوں زاد و پاکی را ندید — بوئے مشک آرد بر و رنجے پدید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو — زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کریگا

قصّہ[3] آں دبّاغ کہ در بازارِ عطّاراں از بوئے عطر بیہوش شد
اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دبّاغ در بازار شد — تا خرد آنچہ ورا در کار بد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں اُفتاد بیہوش و خمید — چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا — جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بوئے عطرش زد ز عطّاران راد — تا بگردیدش سر و بر جا فتاد
سخی عطاروں کی طرف سے اسکو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اُوفتاد و بے خبر — نیم روز اندر میانِ راہگذر
مُردے کی طرح گر گیا اور بیہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دبّاغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

[1] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیا دار یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتشِ حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں، یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کا نشو و نما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کیلئے گوبر کی بدبو خوش کن ہوگی اگر تم اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ گر تو۔ اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیا داروں کی ہے۔

[3] قصّہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جمع آمد خلق بروے آں زماں
اُسوقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے

جملگاں لاحول خواں در ماں[51] کناں
سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند
ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا

وز گلاب آں دیگرے بروے فشاند
دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مرتعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں

از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سر
ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا

واں دگر کہگل ہمی آورد تر
دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں نخورد عود و شکّر زد بہم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا

واں دگر از پوششش می کرد کم
دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے

واں دگر بُو از دہانش می شمد
دوسرا اُس کے مُنہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں[52] دگر بر نبضش گرفتہ از خرد
دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے

منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد
منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خورد ست یا بنگ و حشیش
تاکہ (معلوم کرے) اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ و حشیش

خلق درماندند اندر بیہشیش
لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آ گئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب
تو اُنھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی

کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
کہ فلانہ اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے

یا چہ شد کُورا فتاد از بام طشت
یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دبّاغ رفت
اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا

گُربزے دانا بیامد زود تفت
چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سر گرمی سے آیا

اند کے سرگینِ[53] سگ در آستیں
تھوڑا سا کُتّے کا پاخانہ آستین میں

خلق را بشگافت و آمد با حنیں
لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمی دانم ز چیست
بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟

چوں سبب دانی دوا کردن جلیست
جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

[51] درماں۔ علاج۔ مرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مُراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گِل سے مرکّب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اُس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی... سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی۔ پوشش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ مُنہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

[52] واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

[53] سرگین سگ۔ کُتّے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

۱۹۳
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم ہو۔ مشکل ہے

داروی رنج و درد و صد محل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب را سہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا

دانش اسباب دفع جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہو گیا

گفت[1] با خود ہشتش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توئے بر تو بوی آں سرگین سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث اُوتا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرق دباغی ست اور وزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کرد ست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کر دے گی

پس مچنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لئے جالینوس اعظم نے کہا ہے

انچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلاف عادتست آں رنج او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے

چوں جعل گشت ست از سرگین کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبروندے کیطرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبروندے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگین سگ داروی اوست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں اُورا ہمی معتاد و خوست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

الخبیثات[3] الخبیثین را بخواں
الخبیثات، اور الخبیثین کو پڑھ

رُو و پشت ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں اُورا بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہر فتح باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[1] گفت۔ اس دماغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ بالعکس جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثہ سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دیدینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبروندا اگر وہ کتے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا.... داروی اوست۔ گبروندے کا علاج گوبر سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

[3] الخبیثات۔ قرآن میں ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے اچھی عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھلی باتیں سنانے ہیں جو اُن کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا اُن کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرخبیثاں[1] را نسازد طیبات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں

درخور و لائق نباشد اے ثقات
اے معتمدو! یہ باتیں انکے مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں ز عطرِ وحی کژ گشتند و گم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور محروم ہوگئے

بدگمان شاں کہ تطیّرنا بکم[2]
اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیمار ایست مارا ایں مقال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے

نیست نیکو وعظِ تاں مارا بفال
تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نصحے آشکار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی

ما کنیم آں دم شمارا سنگسار
تب ہم تمہیں سنگسار کردیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم[3]
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں

در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ مادر دغ و لاف و لاغ
ہمارا کھانا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے

شورشِ معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کنند
مرض تو گنا اور زیادہ کرتے ہیں

عقل را دارو بافیوں می کنند
عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گند کفر و شرک ایشاں بحد ست
اُن کے شرک اور کفر کی گندگی تجھ سے ہے

ہیں کہ دباغ اُو فتادہ بیخود ست
خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردن برادر دباغ، دباغ را بخفیہ ببوئے سرگیں

کتے کے پاخانہ کی بو سے بوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق[3] را می راند از وے آنچناں
اُس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا

تا علاجش را نبینند آں کساں
تاکہ وہ لوگ اُس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش بُرد ہمچوں راز گو
اُسنے راز کہنے والے کی طرح سر اُسکے کان قریب کیا

پس نہاد آں چیز بر بینیِ اُو
پھر اُس نے وہی چیز اُس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگین سگ سائیدہ بود
اسلئے کہ اُس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا

داروی مغزِ پلیداں دیدہ بود
ناپاک دماغ کا علاج اُس کو سمجھا تھا

چونکہ بُوی آں حدث را واکشید
جب اُس نے اِس ناپاکی کی بُو سونگھی

مغزِ تبتش بُوی ناخوش را سزید
اُس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

[1] مرخبیثاں۔ عمدہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ جوں جبکہ وحی کا عطر اُنکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اُس سے بہراتے ہیں اور اُنکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گریا غازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کردیتے ہیں۔

[2] تا۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اِس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اور اضافے کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں اِن کفار کی حالت کو چھوڑو، دباغ بیہوش پڑا ہے اُسکے قصہ کی تکمیل کرو۔

[3] خلق را۔ دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اُسکے معالجہ سے واقف نہو سکے سر بگوشش۔ اُسنے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اُس کی ناک پر کتے کا پاخانہ مل دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساعتے[1] شد مُردہ جُنبیدن گرفت
تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کردی

خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت
لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید
کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پھونکا

مُردہ بود افسوں بفریادش رسید
وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آگیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُود
مُفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے

کہ زنا و غمزہ و ابرو بُود
جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشک نصیحت سُود نیست
جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے

لاجرم با بُوئے بد خُو کرد نیست
لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں[2] را زاں نجس خواندست حق
اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے

کاندروں پشک زادند از سبق
کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوئے ہیں

کرم کو زادست از سرگیں ابد
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی

می نگرداند بعنبر بوئے خود
اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وے نثارِ رشحِ نور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چسکا نہیں لگا ہے

اُو ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور
وہ چھلکوں کی طرح مجسم جسم ہے نہ کہ دل

ور ز رشحِ نورِ حق پیشش داد
اگر اللہ (تعالیٰ) نے اسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا

ہمچو رسمِ مصر[3] سرگیں مُرغ زاد
تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی
لیکن گھریلو کمینہ مُرغ نہیں

بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی
بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نُور تہی
تو بھی اُس (دباغ) کیطرح ہے کہ اُس نور سے خالی ہے

زانکہ بینی بر پلیدی می تہی
کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہوگیا ہے

برگِ زردی میوۂ ناپختہ تُو
تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

---

[1] ساعتے۔ جب اُس دَباغ نے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہوگیا لوگ حیران ہوگئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا۔ جُنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مُشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرک نجس ہیں چونکہ اُن لوگوں کی نشو و نما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔ کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدْ اِھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَ فَقَدْ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔

[3] رسمِ مصر۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچے نکال لیتے تھے یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوق نے عاشق سے کہا تو بھی اُس دَباغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیگ[1] ز آتش شد سیاہ و دود دام — گوشت از سختی چنیں ماندست خام

دیگ آگ سے کالی اور دھوئیں کی طرح ہوگئی — گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق — کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق

میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا — نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پخت تو — گر ہزاراں بار جوشی اے عنُو

تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا — اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورہ تو سنگ بستہ از سقام — غورہا اکنوں مویز ند و تو خام

بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے — خوشے منقیٰ بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را بتلبیس و رُوپوش و فہم[2]

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

کردن معشوق آں را نیز

گفت عاشق امتحان کردم مگیر — تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر

عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا — تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من[3] ہمی دانستمت بے امتحاں — لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں

میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا — لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش — چہ زیانست ار بکردم ابتلاش

تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے — کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں — می کنم ہر روز در سود و زیاں

تو میں ہوں، میں اپنا امتحان — نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیاء را امتحاں کردہ عُدات — تا شدہ ظاہر از ایشاں مُعجزات

دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے — حتّٰی کہ اُن سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور — ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دُور

میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا — اے وہ (محبوب)! کہ تیری آنکھوں سے چشمِ بد دُور رہے

بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

---

[1] دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھوئیں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ بہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقیٰ بنتا ہے۔

[2] عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر، ستور، پردہ نشین۔

[3] من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہوگئی۔ تو منی۔ تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایں[1] جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے

گر تفحص کردم از گنجت مرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کرلی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی

تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے

چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد
آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر[2] شدم در راہ حرمت راہزن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں

آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آگیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر

بیش ازیں از دوری ام ہم مکش
اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدستِ خود مبرم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا

کہ ازیں دستم نہ از دست دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی بازمی رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے

ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آبادم ایندم راہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا

گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بیوقت ہو گیا ہے

پوستہا[3] گفتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کر دیئے اور مغز چھپا رہ گیا

گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے

چشم می داریم در عفوائے ودود
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ

چوں ز فعل خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رد کردن معشوق عذرِ عاشق را و تلبیس او را

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر کشاد آں ماہ لب
اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی

کہ سوئے ما روز و سوئے تست شب
کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

---

[1] ایں جہاں۔ اس عالم خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کر سکوں تا زنم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپکی آبرو ریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در فن۔ یعنی میں اپنے اور معذور بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

[3] پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اس کو معاف کر دے چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ کر سوئے۔ یعنی بھائی میرے ساتھ

۶۹۸

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حیلہ[1] ہائے تیرہ اندر داوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر

پیشِ بینایاں چرا می آوری
عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے

پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بہ پوشیمش ز بندہ پروری
اگر ہم اسکو بندہ پروری کی وجہ سے چھپا رہے ہیں

تو چرا بے روئی از حد می بری
تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدم گناہ کے بعد

خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ
خوشی سے جوتوں کی جگہ اتر آئے

چوں[2] بدید آں عالمِ الاسرار را
جب انھوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا

بر دو پا استادِ استغفار را
تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ اندوہ نشست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے

وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ

ربنا انا ظلمنا گفت و بس
بس انھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا

چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس[3]
جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداراں پنہاں ہمچو جاں
انھوں نے روح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا

دور باشِ ہر یکے تا آسماں
ہر ایک کا دو شاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ[4] ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا

تا نہ بشکافد ترا ایں دور باش
تاکہ تجھے یہ دو شاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر

ہیچ لا لامرد را چوں چشم نیست
انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک و صاف بنجائے

ہر دمے او باز آلودہ شود
وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو

لیک اذا جاء القضا عمی البصر
لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہے

عمرہا باید بنا در گاہ گاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی

تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

[1] حیلہ: عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ آدما۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔

[2] چوں۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔

[3] جانداراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش دو شاخہ نیزہ جو جادو ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[4] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کورؔ[1] را خود ایں قضا ہمراہ اوست
اندھے کی یہ قضا خود اُس کے ساتھ ہے

کہ مر اُورا اُوفتادن طبع و خُوست
کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث اُفتد نداند بُوی چیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے

از من ست ایں بُوی یا آلود گیست
یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا سننے کی وجہ سے ہے

ور کسے بر وے کند مُشکے نثار
اگر کوئی اُس پر مُشک چھڑکے

ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پس[2] دو چشم روشن اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں

بہتر از صد مادرست و صد پدر
سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشم دل کہ آں ہفتاد پوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں

دیں دو چشم حس خوشہ چین اُوست
اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُسکی خوشہ چین ہیں

اے دریغا ہز ناں بنشستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں

صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگادی ہیں

پائے بستہ چوں رود خوش راہوار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟

بس گراں بندیست ایں معذور دار
معذور رکھ! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دلا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے

کایں سخن دُر ست و غیرت آسیا
کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکی ہے

دُر[3] اگرچہ خُرد و اشکستہ شود
موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو

توتیائے دیدۂ خستہ شود
بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود بر سر مزن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ

کز شکستن روشنی خواہی شدن
اِس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست
اِسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے

حق کُند آخر دُرستش کو غنی ست
بالآخر اللہ (تعالیٰ) اُسکو درست کر دیگا وہ بے نیاز ہے

---

[1] کور۔ اگر چشم بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھا پن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ در حدیث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اِس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی ور کسے۔ اندھے پر مُشک نچھاور کرو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

[2] پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرمادے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر خطر اور بُرائی سے اُس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔

اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوگئی ہے اور باوجود اِسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اَسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آگئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رَو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہوجاتی ہے۔ ایں سخن۔ اَسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکی کے ہے، غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

[3] دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اِسی طرح اَسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہوسکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ مُفید رہتے ہیں۔ بچیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اَسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کردے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گندم[۵۱] ار بشکست و زہم در شکست — بر دکاں آمد کہ نک نانِ درست

گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہوگیا — دکان پر آیا کہ یہ اب نم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش — آب و روغن ترک کن اشکستہ باش

اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہوگئی — چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند — نفخہ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند

جو (حضرت) آدمؑ کی مخصوص اولاد ہیں — وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کن حجت مجو — ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رو

اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر — ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر رود اشد عیب پوش — در ستیز و سخت روئی تو بکوش

اگر ڈھٹائی اس کی عیب پوش بنی ہے — تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں[۵۲] ابوجہل از پیمبرؐ معجزے — خواست ہمچوں کینہ ور ترکِ غزے

اس ابوجہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ — کینہ ور، ترک غزؔ کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں — معجزات از مصطفیٰؐ شاہِ مہیں

ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہے — معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰؐ سے

معجزہ جست از نبیؐ بوجہلِ سنگ — دید و نفزود ش ازاں الا بہ شک

ابوجہل کٹے نے نبیؐ سے معجزہ طلب کیا — اُسنے دیکھا اور اُسنے اُسمیں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

لیک آں صدیق خود معجز نخواست — گفت ایں رُو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیقؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اُسنے کہا یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے[۵۳] رسد ہمچوں توئی را کز منی — امتحاں ہمچو من یارے کنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ داری از سرِ ایں کوشک خود را بیند از و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علیؓ اللہ تعالےٰ کو آزمائیں تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۵۱ گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خطا پر اِنَّا ظَلَمْنَا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدمؑ کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اِصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے گا اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔

۵۲ آں ابوجہل۔ ابوجہل نے آنحضورؐ سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ ترک۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیک۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

۵۳ کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[1]
کوز تعظیمِ خدا آگہ نبود

ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا
جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند
حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند

بالا خانہ اور بہت بلند قلعہ پر
اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے اُو حفیظ است و غنی
ہستیِ ما را ز طفلی و منی

فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے
بچپن اور نُطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو ز بام
اعتماد ے کُن بحفظِ حق تمام

اُس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے
اللہ (تعالےٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو
و اعتقادِ خوب با برہانِ تو

تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے
اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[2] امیرش گفت خامش کُن برو
تا نگردد جانت زیں جرأت گرو

تو امیرؓ نے اُس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا
تاکہ تیری جان اِس جرأت سے پھنس نہ جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا
آزمایش پیش آرد ز ابتلا

بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالےٰ) کی
امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول
امتحانِ حق کُند اے گیج گول

بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے
اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں[3] خدا را می رسد کو امتحاں
پیش آرد ہر دمے با بندگاں

یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے
ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار
کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار

تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کر کے دکھا دے
کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ تُرا
امتحاں کردم دریں جُرم و خطا

(حضرت) آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالےٰ) سے کہا کہ تیرا
اِس غلطی اور خطا میں مَیں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حِلمت شہا
وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا

اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھ لوں
ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سَر
ہست عذرت از گناہِ تو بتر

چونکہ تیری عقل گستاخ ہے
تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

[1] عنود۔ سرکش۔ برتر بامے۔ یعنی حضرت علیؓ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی یعنی نُطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گراؤ تاکہ مجھے بھی اِس کا یقین آجائے کہ تمہیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

[2] پس۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو آزمانا اللہ تعالےٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑ مغز۔ گول۔ احمق۔

[3] آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ در اصل کیا ہے حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے علم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔ تاب بیم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کر کے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اِس لئے کی ہے کہ تیری بُردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سَر۔ بیہودہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکہ[1] اُو افراشت سقفِ آسماں — تو چہ دانی کردن اُورا اِمتحاں

وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے — تو اُس کا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شر و خیر را — اِمتحاں خود را کُن آنگہ غیر را

اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے — (پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

اِمتحانِ خود چو کردی اے فلاں — فارِغ آئی زامتحانِ دیگراں

اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا — تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائیگا

چوں[2] بدانستی کہ شکّر دانہ — پس بدانی کاہلِ شکّر خانہ

جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے — تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے اِمتحانے کہ آلہ — شکرے نفرستدت نا جائگاہ

پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا — بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از علم شاہ — چوں سری نفرستدت در پائگاہ

یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں — سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[3] عاقل افگند دُرِّ ثمیں — در میانِ مُستراحِ پُر چمیں

کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے — نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟

زانکہ گندم را حکیمے آگہے — ہیچ نفرستد بانبارِ کہے

کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو — کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبرست — گر مُریدے اِمتحاں کرد اُو خرست

وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے — اگر مُرید اس کو آزمائے تو وہ (مُرید) گدھا ہے

اِمتحانش گر کُنی در راہِ دیں — ہم تو گردی ممتحَن اے بے یقیں

اگر تو دین کے راستہ میں اُس کا امتحان کریگا — اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جُرأت و جہلت شود عُریاں و فاش — اُو برہنہ کے شود زیں افتتاش

تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائیگی — وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا!

گر بیاید ذرّہ سنجد کوہ را — بر دَرَد زاں کہ ترازو شِ اے فتیٰ

اگر ذرّہ، پہاڑ کو تولے — اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی

کز قیاسے خود ترازو می تنَد — مردِ حق را در ترازو می کُند

کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے نادانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیئے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجے گا۔ مُستراح۔ بیت الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بُری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ اِمتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مُرید خود ذلیل ہو جائیگا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مُرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے کز قیاسے۔ مُرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اِس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

503
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں نگنجد او بمیزانِ خرد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بر درد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

اِمتحاں[1] ہمچوں تصرف داں درو
امتحان لینا، اُس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ

رو تصرف بر چناں شاہے مجو
جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا
نقوش، کیا تصرف کرسکیں گے

بر چناں نقاش بہرِ ابتلا
ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید
اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقاش آں بر وے کشید
کیا نقاش ہی نے اُن کو اسپہ نقش نہیں کیا ہے؟

چہ[2] قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اُس نے قائم کی ہے خود کیسی ہوگی

پیشِ صورتہا کہ در علمِ ویست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اُسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اِس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بخت بد داں کامدو گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اُس نے تیری گردن ماردی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد

با خدا گردد در آ اندر سجود
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کن از اشکِ رواں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کردے

کہ خدایا وارہانم زیں گماں
کہ اے خدا تجھے اِس گمان سے نجات دیدے

آں[3] زماں کت امتحاں مطلوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا

مسجدِ دینِ تو پُر خروب شد
تیرے دین کی مسجد خروب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں

باز گردد رو بحق آر آں زماں
پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کیطرف رُخ کرلے

تا نگہ دارد ترا آں ممتحن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے

از گمان و امتحانِ انس و جن
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین آجا

قصۂ داؤدؑ بر گو و بنا
(حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سُنا

---

[1] اِمتحان۔ شیخ کا اِمتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے، شیخ نے ہی اِس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اُس میں قوتِ تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش، نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اُس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

[2] چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مُرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مُرید کے دل میں اِس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مُرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اِس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

[3] آں زماں۔ جب مُرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اُس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں خروب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اُگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق چونکہ پہلے اَشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خروب گھاس اُگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجدِ اقصیٰ کی طرف منتقل ہوگیا جس میں خروب گھاس اُگ آئی تھی۔ بنا۔ یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجدِ اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خرّوب رُستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السّلام

مسجد اقصیٰ اور خرّوب اُگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السّلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں

سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا رُک جانا

چوں[1] در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ — کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ

جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا — کہ مسجدِ اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ این بخواں — کہ ز دستت بر نیاید ایں مکاں

اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ — کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں — مسجدِ اقصیٰ برآری اے گزیں

ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس — مسجد اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت[2] جرمم چیست اے دانائے راز — کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز

اُنھوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری — کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردۂ — خونِ مظلوماں بگردن بردۂ

فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بدادند و شدند آنرا شکار

کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو — بر صدائے خوب جاں پردازِ تو

تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کرنیوالی آواز کی وجہ سے

گفت[3] مغلوبِ تو بودم مستِ تو — دستِ من بر بستہ بود از دستِ تو

اُنھوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بود — نے کہ المغلوب کالمعدوم بود

کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کیطرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوبِ معدومیت کو — جزوِ نسبت نیست معدوم انصتوا

(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترینِ ہستہا افتاد و زفت

ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو — وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

---

[1] چوں حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤدؑ کو مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر سے روک دیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اُس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔

[2] گفت حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔

[3] بے جرمے حضرت داؤدؑ جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

گفت مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور دستِ قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فانی ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تم بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ انصتوا۔ یہ سُن لے۔ انچنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُو[1] بہ نسبت با صفاتِ حق فناست — در حقیقت در فنا اُو را بقاست

اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا (حاصل) ہے — حقیقتاً فنا میں اُس کی بقا ہے

جملۂ اَرواح در تدبیرِ اُوست — جملۂ اَشباح ہم در تیرِ اُوست

تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوبِ اندر لُطفِ ماست — نیست مُضطر بلکہ مختارِ وِلاست

جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے بااختیار ہے

مُنتہائے[2] اختیار آنست خود — کاختیارش گر دو اینجا مُفتقد

خود اختیار کا آخیر یہ ہے — کہ اُس کا اختیار اُس جگہ گم ہو جائے

اِختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محوِ از مَنی

اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا ؟

در جہاں گر لُقمہ و گر شربت است — لذّتِ اُو فرعِ محوِ لذّت است

دنیا میں خواہ کوئی لُقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اُس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذّات بے تاثیر شُد — لذّتے بُود اُو و لذّت گیر شُد

اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے — (ابھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُسنے حاصل کیا

ہر[3] کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت — در بحارِ رحمتش معدوم گشت

جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا — وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چُناں معدوم کز اہلِ وجود — ہیچ بر وے چیر بد اندر گاہِ جُود

ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آ سکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نفاق و بے ریا

بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں

بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب

بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] آہ۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیرِ تصرف ہیں اور تمام اَجسام اُس کے زیرِ نگیں ہیں۔ اَشباح۔ یعنی اَجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے بااختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔

[2] مُنتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اِختیارش۔ اُس کو اگر اِس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا۔ مَنی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر ہی مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اُسکے لئے لذت بن جاتی ہے۔

[3] ہر کہ آہ۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔ نے چناں معدوم۔ لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آسکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمراں بنجاتا ہے۔

بے مثال۔ اب نہ اُسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ شان وہ لامکانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے۔ اِس معاملہ میں نہ کوئی اِشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرلے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ خاصۃً

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتحاد اُن پر سلام ہو کہ اگر تُو انہیں سے ایک کا منکر ہو

از ایشاں را منکر شوی ایمانِ تو ہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان دُرست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویران کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہیگی کیونکہ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی کی

مِّن رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ وایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں " عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا — کای گزیں پیغمبرِ نیکو لقا

تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں[۵۲] خبر — رہ مدہ در خود ملال و غم مخور

اِس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ برنائید بجہد و زورِ تو — لیک مسجد را برآرد پورِ تو

اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی لیکن تیرا لڑکا اُس کو بنائے گا

گرچہ برنائید بجہدت ایں مقام — لیک پورِ تو کند آں را تمام

اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی لیکن تیرا لڑکا اُس کو مکمل کرے گا

کردۂ اُو کردۂ تست اے حکیم — مومناں را اتصالے داں قدیم

اے دانا! اُس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مومناں معدود و لیک ایماں یکے — جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے

مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے اُنکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم[۵۳] و جاں کہ در گاؤ و خرست — آدمی را عقل و جانِ دیگرست

عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اُسکے علاوہ انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

---

۵۱ اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی علماء ایک جان ہیں، یہ اُخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں، اِسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

۵۲ زیں خبر۔ یعنی اِس خبر سے کہ تم مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ کر سکو گے۔ پور۔ حضرت سلیمانؑ

مومنان۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن اُن میں وحدتِ ایمانی ہے جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفۂ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

۵۳ غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطبا کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اِسی لئے مولانا نے اُس کو روحِ باد کہا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ

ہست جانے در ولیؔ و در نبی[1]
ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد
حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے

تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد
تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں نان نگردد سیر آں
اگر یہ روٹی کھائے اُس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا

ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ بوجھ اُٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ اُو
بلکہ یہ اُس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے

از حسد میرد چو بیند برگِ اُو
اگر اُس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے

متحد جانہائے شیرانِ خداست
خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع[2] گفتم جانہا شاں من باہم
میں نے اُنکی جانوں کیلئے اہم جمع (کا لفظ) بولا

کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم
کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور

صد بود نسبت بصحنِ خانہا
گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں
لیکن اُن سب کا نور ایک بن جاتا ہے

چونکہ برگیری تو دیوار از میاں
جبکہ تو درمیان سے دیوار اُٹھا دے

چوں نماند جانہا را قاعدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی

مومناں باشند نفسِ واحدہ
مومن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال
اُس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں

زانکہ نبود مثل[3] باشد ایں مثال
کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بود از شخصِ شیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں

تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت

اتحاد از روئے جانبازی نگر
بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

---

[1] در نبی۔ انبیاء اور اولیا کی روح انسانی ایک قوی تر لطیفۂ ربانی ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے اُن میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اُس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

[2] جمع گفتم۔ ہم نے انبیاءؑ اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اُس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ جیسے سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اُس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائینگے۔

[3] مثل۔ شبہ اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثلِ شئی وہ کہلاتی ہے جو اُس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا بہ صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اُس کو اُس شئی کی مثال کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بُود — نیست[1] مثلِ شیر در جملہ حدود

کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے — تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتحِد نقشے ندارد ایں سرا — تا کہ مثلے وانمائم مر ترا

یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) متحد نہیں رکھتی ہو — تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم — تا زحیرانی خرد را وا خرم

نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں — تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند — تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند

رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں — تاکہ اسکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کریں

آں چراغ ایں تن بُود نورش چو جاں — نیست محتاجِ فتیل و ایں و آں

وہ چراغ یہ جسم ہے اُس کی روشنی جان کیطرح ہو — جو بتی اور اس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس — جملگی بر خواب و خوردار د اساس

وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے — ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے[2] خورد بے خواب نزید نیم دم — با خورد با خواب نزید نیز ہم

بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا — کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا — با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا

اُس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہو — بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست — چوں زیدکہ روزِ روشن مرگِ اوست

کیونکہ اُس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے — کیسے جیئے کیونکہ روشن دن اُسکی موت ہے

جملہ[3] حسہائے بشر ہم بے بقاست — زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست

انسان کے تمام حواس فانی ہیں — کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما — نیست کلی فانی و لاچوں گیا

ہمارے فانی حس اور جان کا نور — گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب — جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب

لیکن ستاروں اور چاند کی طرح — سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

اسی طرح روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا۔ یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

---

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اُس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اُس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اُس کی روشنی جیسا سمجھو۔ روشنی جب ہوسکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواسِ خمسہ۔ اساس۔ بنیاد یعنی حواسِ خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔

[2] بے خورد۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہوجاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کردیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہوجاتے ہیں اُن کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کا بقا نہیں ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنچنانکہ سوز و دردِ زخمِ کیک — محو گردد چوں درآید مار الیک

جیسا کہ بچھو کے زخم کی سوزش اور درد — محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آجائے

آنچنانکہ عور اندر آب جست — تا در آب از زخمِ زنبوراں برست

جیسا کہ ننگا پانی میں نہا جائے — تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات ملے

میکنند زنبور بر بالا طواف — چوں برآرد سر ندارندش معاف

شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں — وہ جب سر ابھارتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی

آب ذکرِ حق و زنبور ایں زماں — ہست یادِ ایں فلاں و آں فلاں

اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت — اس فلاں اور اس فلاں کی یاد ہے

دم بخور در آب ذکر و صبر کن — تا رہی از فکر و وسواسِ کہن

ذکرِ حق کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر — تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پالے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا — خود بگیری جملگی سر تا بپا

اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت — سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کرلے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر — میگریزد از تو ہم گیرد حذر

جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے — بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش — کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش

اسکے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا۔ — کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہے

بس کسانے کز جہاں بگذشتہ اند — لا نیند و در صفات آغشتہ اند

بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں — معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں — ہمچو اختر پیشِ آں خور بے نشاں

ان سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں — ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں — خواں جمیعٌ لدینا محضرون

اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے — پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

محضرون معدوم نبود نیک بیں — تا بقائے روحہا دانی یقیں

اچھی طرح سمجھ لے حاضر کئے ہوئے معدوم نہیں ہوتے — تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

۱ آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ بچھو کے کاٹے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔

۲ محو۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکنند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگا یا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

۲ آب۔ اب مولانا ارشاد کی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور ان سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اسکی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دور کرنے لگتی ہے اور اس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کز بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

۳ بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنا محض نہیں ہے بلکہ ان کیلئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ بس ایک نور کی آواز ہوگی تو یکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں حاضر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رُوحِ مَحجُوب[1] از بقایش در عذاب
اُس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے

رُوحِ واصل در بقا پاک از حجاب
جو روح بقا باللہ میں واصل (حق) ہو وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حسِّ حیواں المُراد
خلاصہ یہ ہے کہ اُس حیوانی حس کے چراغ سے

گفتمت ہاں تا نجوئی اتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متصل کُن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے

زود با اَرواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صد چراغت ار مُرند ار بیستند
تیرے تو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں

بس جُدا ایند و یگانہ نیستند
(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں[2] ہمہ جنگند ایں اصحاب ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں

جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی (کی بات) نہیں سُنی ہے

زانکہ نورِ انبیا خورشید بُود
کیونکہ انبیا کا نور سورج (سے) تھا

نورِ حسِّ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے، ایک دن تک رہتا ہے

یک بُود پژمُردہ دیگر بافروز
ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ[3] حیوانی بُود حی از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے

ہم بمیرد او بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور بُرائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ وطے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے

خانۂ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست
جب اس گھر کی روشنی اسکے بغیر بھی قائم ہے

پس چراغِ حسِّ ہر خانہ جُداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جُدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود
یہ رُوحِ حیوانی کی مثال ہے

نے مثالِ جانِ ربّانی بُود
نہ کہ ربّانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا

در سرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر سوراخ پر روشنی پڑی

کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں ایں۔ یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روح انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو اُن سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

[1] رُوحِ محجوب۔ روح حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی۔ جو روح انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اُس کو رویتِ باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغِ حس۔ روحِ حیوانی سے اتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ رُوحِ خود۔ اپنی رُوح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدارِ رب حاصل ہوگا صد چراغت۔ اَرواحِ حیوانی سے قطع نظر کر دو ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے

[2] زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ وجدل میں رہتے ہیں انبیاء کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشید وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِّ ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر
اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ

کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر
کیونکہ اِس کا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَد[1] خورشیدِ تاباں بر اُفق
جب تک سورج افق پر روشن ہے

ہست در ہر خانہ نورِ اُو رفیق
ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشیدِ جاں آفل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے

نورِ جملہ جانہا زایل شود
تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے

مر ترا ہادی عدو را رہزنے
تیرے لئے ہادی ہے، دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خُو
وہ بدخو، مکڑی کی طرح

پردہ ہائے گندہ را بر بافد او
گندے پردے بُنتا ہے

از لُعابِ[2] خویش پردہ نور کرد
اپنے لُعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈالدیا

دیدۂ اِدراکِ خود را کور کرد
اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

گر دنِ اسپ ار بگیرد بر خورد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لیگا فائدہ اٹھائیگا

ور بگیرد پاش بستاند لگد
اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ[3] تو سنِ بے لگام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ

عقل و دیں را پیشوا کُن والسلام
عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسلام

اندریں آہنگ منگر سُست و پست
اِس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ

کاندریں رہ صبر شقِ انفُس ست
کیونکہ اِس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ

با سلیمانِ نبی نیک خُو
نیک خصلت سلیمان نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیہ قصۂ بنائے مسجد اقصیٰ از دست سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سُلیمانؑ کرد آغازِ بنا
جب (حضرت) سلیمانؑ نے تعمیر ابتدا کی

پاک چُوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

---

[1] تا بُوَد۔ روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ اِس مثال میں نے ذاتِ مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اسکی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل لہٗ کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کریگی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اُس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتی ہے۔

[2] از لُعاب۔ مکڑی اپنے لُعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسیطرح منکر اور مُعترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے اِدراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔

[3] گر دنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اُٹھائیگا اور اگر اُسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا یہی مثال کلامِ حق اور اسرار معرفت کی ہے کہ اسپر صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اُٹھاؤ گے اور معترضانہ نگاہ ڈالوگے تو تباہی ہوگی۔ [3] اسپِ تو سنِ سرکش گھوڑا یعنی نفس آہنگ۔ راہ حق، راہ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اس راستہ میں بہت صبر استقلال کی ضرورت ہے، جو نفس پر بہت شاق و گراں ہو۔ بنا یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر، منیٰ۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

در بنایش دیدہ می شد کر و فر
اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی

نے فسردہ چوں بناہائے دگر
دوسری عمارتوں کی طرح سُکڑی ہوئی نہ تھی

در بناہر سنگ کز کہ می شکست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا

فاش سِیْرُوَانِی ہمی گفت از نخست[1]
وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کدہ
آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح

نور زاں کہ پارہا تاباں شدہ
پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ[2] بے حمّال آمدہ شدہ
پتھر اُٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے

واں در و دیوارہا زندہ شدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں

نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اور) دیواروں کی طرح بے جان اور مجسّدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں

زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم[3] درخت و میوہ ہم آبِ زلال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی

با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکہ جنّت را نہ زآلت بستہ اند
کیونکہ جنّت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے

بلکہ از اعمالِ دینت بستہ اند
بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا از آب و گل مُردہ بدست
یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے

آں بنا از طاعتِ زندہ شدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں با صلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے

وآں با صلِ خود کہ علم ست و عمل
وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی

با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فرّاش پیچیدہ شدہ
فرش بغیر فرّاش کے لپٹا ہوا ہوگا

خانہ بے کنّاس روبیدہ شدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

---

[1] سِیْرُوَانِی۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگاؤ۔ ہمچو۔ جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اُس مسجدِ اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔

[2] سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے.... اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ "بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے" چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنّت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔

[3] ہم درخت۔ جنّت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنّت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنّت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنّت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے فرّاش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود دبھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرلے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تختِ[1] اُو سیّار بے حمّال شُد — حلقہ و در مُطرب و قوّال شُد

اُس کا تخت بغیر کسی اُٹھانیوالے کے چلنے والا ہو گیا — حلقہ اور در، مُطرب اور قوّال ہو گیا

خانۂ دل بیں زغم ژولیدہ شُد — بے کناس از توبہ رو بیدہ شُد

دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہوں کی) غم سے اُلجھا ہوا ہے، — بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دار الخلود — در زبانم چوں نمی آید چہ سُود

دل میں جنّت کی زندگی ہے — جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ[2] گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام — زاہتمامات سلیمانؑ والسّلام

جب مسجدِ اقصیٰ مکمّل ہو گئی — (حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد — مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد

جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے — مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز — گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز

کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے — کبھی فعل یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر[3] — کہ رسد در جانِ ہر باگوش وکر

عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے — کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

واندراں دہم امیری کم بُود — در حشم تاثیر آں محکم بُود

اور اُس میں حکومت کا دبدبہ نہیں ہوتا ہے — ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصّۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح فعّال بقول بہ از ناصح قوّال بفعل

حضرت عثمانؓ کی خلافت کی ابتدا کا قصّہ اور اُن کا خطبہ اِس بیان میں کہ عامل اپنے عمل سے نصیحت کرنے والا زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنیوالے سے بہتر ہے

قصّۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت — چوں خلافت یافت بشتابید تفت

(حضرت) عثمانؓ کا قصّہ کہ منبر پر پہنچے — جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست — رفت بوبکر و دوم پایہ نشست

سردارؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا — ابوبکرؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش — از برائے حرمتِ اسلام و کیش

(حضرت) عمرؓ اپنے دَور میں تیسرے درجہ پر — اسلام اور مذہب کی حرمت کے لئے (بیٹھے)

[1] تخت۔ جنّت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنّتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مُطرب اور قوّال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنّتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

[2] چوں سلیمانؑ۔ مسجد اقصیٰ کے مکمّل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے پند فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

[3] واندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکّم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصحِ فعّال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوّال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ بہتر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے منبر کے تین درجے تھے۔ ابوبکرؓ خطبہ کے درمیان میں آنحضورؐ سے اوپر کے درجے پر بیٹھے تھے حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں تیسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور میں پہلے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دورِ عثمانؓ[1] آمد و بالائے تخت — برشد و بنشست آں محمود بخت

(حضرت) عثمان رضؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر — چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سوالش کرد شخصے بوالفضول — کاں دو نشستند بر جایِ رسولؐ

اُن سے ایک بیوقوف شخص نے دریافت کیا — کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جستی ازیشاں برتری — چوں بر تبت تو ازیشاں مکتری

تو آپ نے اُن سے برتری کیوں چاہی؟ — جبکہ آپ رتبے میں اُن سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سوم را بسپرم — وہم آید کہ مثالِ عمرؓ م

اُنھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھیروں — شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

ور دوم پایہ شوم من جائے جو — گویئم مثلِ ابوبکرؓ ست او

اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں — لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہست[2] ایں بالا مقامِ مصطفےٰ — وہم مثلی نیست با آں شہ مرا

یہ اونچا درجہ مصطفےٰؐ کی جگہ ہے — میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہوسکتا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آن ودود — تا بقربِ عصر لب خاموش بود

اُس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ — عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہین بخواں — یا بروں آید ز مسجد آں زماں

کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے — یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آئیے

ہیبتے[3] بنشستہ بد بر خاص و عام — پُر شد از نورِ خدا آں صحن و بام

ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی — اللہ (تعالےٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ پُر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بدے — کور زاں خورشید ہم گرم آمدے

جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا — اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور — کہ برآمد آفتابے بے فتور

گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا — کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را — تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را

لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے — تاکہ آنکھ، ہر سُنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے و حالتے — زاں تپش دل را کشادے فسحتے

اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے — اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

---

[1] دورِ عثمان رضؓ۔ حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو دو۔ یعنی حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ بکتری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمان رضؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ ور دوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکر رضؓ جیسا سمجھیں گے۔

[2] ہست۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ دو دو۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔

[3] خاموش۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اُتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعّال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوّال ہو۔

[3] ہیبتے۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنسے خطبہ دینے کو کہے یا اُٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ مظہرِ نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جنہیں اُس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اسکے اثرات محسوس کر رہے تھے پس۔ اندھا، سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اُس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اُس نور کی گرمی سے اگرچہ ایک بے چینی محسوس ہوتی ہے لیکن دل میں اس سے کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کورِ[1] چوں شُد گرم از نورِ قدم — از فرح گوید کہ من بینا شُدم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے — وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بُوالحسن — پارہ راہ است تا بینا شُدن
تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس! — بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب — صد چنیں واللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
سورج سے نابینا کا یہ حصّہ ہے — اس سے سَوگنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وآنکہ[2] اُو آں نُور را بینا بُود — شرحِ اُو کے کارِ بوسینا بُود
وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے — اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بوعلی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شود صد تو کہ باشد ایں زباں — کہ بجُنباند بکف پردہ عیاں
اگر زبان سَوگنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟ — کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بر وَے گر بسا ید پردہ را — تیغ اللّٰہی کُند دستش جُدا
اُس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے — خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جُدا کر دیگی

دست چہ بُود خود سَرش را بر کند — آں سَرے کز جہل شر ہا می کُند
ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اُسکے سَر کو کاٹ دیگی — اُس سَر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم تُرا — ورنہ خود دستش کجا و آں کجا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی — ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالہ[3] را خایہ بُدے خالو بُدے — ایں بتقدیر ست یعنی گر بُدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی — یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کُو پاک از شک ست — صد ہزاراں سال گو یم اندک ست
زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے پاک ہے — اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں — حق چو خواہد می رساند بیک زماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور — جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں — می رساند قدرتش در ہر زماں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں — اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

---

[1] کور: جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کر لے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سَوگنی ہوگی۔

[2] وآنکہ۔ اُس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بوعلی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقامِ مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس کیلئے ہلاکت ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اُسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہے ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

[3] خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہدیتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بنجاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ ایں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اُسکی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اِس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کم ہو جائیگا، چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت اُنکی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اخترِ گردوں ظلم را ناسخ ست — اخترِ حق در صفاتش راسخ ست

آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دُور کرتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مستعین — در اثر نزدیک آمد باز میں

اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر — اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل — دَمبدم خاصیتش آرد عمل

زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے — اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

درہمش آرد چو سایہ در ایاب — طولِ سایہ چیست پیشِ آفتاب

آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے — سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

وز نفوسِ پاک اختر وش مدد — سوئے اختر ہائے گردوں می رسد

پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح — آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہراً آں اختراں قوامِ ما — باطنِ ما گشتہ قوامِ سما

بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں — ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانیوالا ہے

در بیان آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیر ست و حکمائے الٰہی گویند آدمی عالمِ کبیر ست یعنی کہ علمِ آں حکما بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکمائے فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکماء کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکماء کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور ان کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

پس بصورت عالمِ صغریٰ توئی — پس بمعنیٰ عالمِ کبریٰ توئی

صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے — باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ است — باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے — حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر — کے نشاندے باغباں بیخِ شجر

اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی — تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

البتہ اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ یعنی عالم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق، قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

---

۵۱ اخترِ گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔

چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔

سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اُسمیں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ درہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے،

آفتابِ حق کے سامنے اِن اثرات کی جو سایہ کیطرح ہیں کیا حقیقت ہے

۵۲ وز نفوس۔ پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔

قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ در بیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔

۵۳ پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائناتِ عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔

عالمِ کبریٰ۔ چونکہ حقیقت اسمار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس بمعنیٔ آں شجر از میوہ زاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے

گر بصورت از شجر بودش ولاد
اگرچہ بظاہر درخت سے اُس کی پیدائش ہے۔

مصطفیٰ زیں گفت کادم وانبیا
مصطفیٰؐ نے اِسی لئے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدمؑ اور (اُنکے) انبیاء

خلفِ من باشند در زیرِ لوا
میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ ایں فرمودہ است آں نوفنون
اِسی لئے اُن جامعِ کمالات نے فرمایا ہے

رمزِ نحن الآخرون السابقون
"ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من زآدمؑ زادہ ام
اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں

من بمعنیٰ جدِّ جدِّ افتادہ ام
میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدش سجدہ ملک
کیونکہ فرشتوں کا اُنکو سجدہ میرے لئے ہی تھا

وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس زمن زائید در معنیٔ پدر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا

پس زمیوہ زاد در معنیٔ شجر
اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ فکر آخر آمد در عمل
ابتدائی فکر (عمل) وجود میں آخر میں آتا ہے

خاصہ فکرے کو بُود وصفِ ازل
خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں

میرود می آید ایدر کارواں
اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست برایں کارواں ایں رہ دراز
اِس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے

کے مفازہ زفت آید بامفاز
کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں
ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے

جسم طبع دل بگیرد زامتناں
جسم احسانِ (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کرتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے

چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلہ سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے قدرت اِن فاصلوں کو کم کر دیتی ہے۔ ایدر۔اب۔ کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہو جاتی ہے۔ دل انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے اور بزرگوں سے طَیُّ الْاَرْض کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے، رُوح کے لئے نہیں ہے۔

---

۵۱ آں شجر۔ تو گویا عالمِ انسان سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰؐ حدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اُٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور اُنکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اِس پر کوئی فخر نہیں ہے، یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور اُنکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔

۵۲ بہرِ ایں۔ چونکہ مقصودِ آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصودِ اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کسی چیز کی علتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اُس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جدِّ جدّ۔ چونکہ حقیقتِ آدمؑ کا ظہور حقیقتِ محمدیہؐ سے ہوا ہے۔ کز برائے۔ حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ اِسی لئے بنے کہ اُنہی کی پشت میں نورِ محمدیؐ تھا۔ رفت۔ اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نورِ محمدیؐ سے فیض حاصل کر سکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ۔

۵۳ اوّلِ فکر۔ ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصور اُس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے مگر رہنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے تو اُنکے تصورات اُن کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے [illegible] سے مولانا نے پھر اصل مضمون کیطرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[1] خدا مر جسم را تبدیل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا

رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
اُس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امید ست ایں زماں بر دار گام
اب تو اُمیدیں ہیں، قدم بڑھا

عاشقانہ اے فتیٰ خل الکلام
عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم بر ہم می زنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے

در سفینہ خفتہ رہ میکنی
تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ
اِس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو

تَمَسَّکَ بِهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ
اُس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اُس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر[2] ایں فرمود پیغمبر کہ من
اِسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں

ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن
زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیم چوں کشتی نوح
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں

ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
جو سہارا پکڑے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دور از زشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، بُرائی سے دور ہے

روز و شب سیاری و در کشتی
تو دن رات چل رہا ہے اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے

کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبرؐ سے جُدا نہ ہو

تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کریگا

ہمچو رو بہ در ضلالی و ذلیل
تو مثل کیطرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپر الّا کہ با پرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر

تا بہ بینی عونِ لشکرہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست
ایک وقت اُس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے

آتشِ قہرش دمے حمّالِ تست
کسی وقت اُس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

[1] چوں خدا معراج میں انبیاء کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد امید ست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل وقال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیئے خدا سے اُمید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی، انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

[2] بہر ایں۔ آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ تیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اُس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عونِ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ، تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قہر او را ضد لطفش کم شمر
اُس کے قہر کو، اُس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اتحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کیطرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر باد و گبرت می کند
ایک وقت میں پُر شوکت اور عالیقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا برو روید گل و نسرین و شاد
تاکہ اُس پر پھول اور عمدہ گل سیسوتی اُگے

لیک او بیند نہ بیند غیرِ او
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا ہے

جز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
بہشت کی خوشبو نہیں (پاک مغز والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از انکارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے

تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بوئے خُلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے

چوں محمدؐ بوئے رحماں از یمن
جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی،

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا

چوں بُراقت پر کُشاید نیستی
فنا تیرے لئے بُراق کی طرح پَر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
نہ تو زمین کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ تو شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بُخارے تا سما
نہ تو بخارے کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں

بل چو معراجِ جنینے تا نہا
بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک معراج کی طرح

خوش بُراقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا براق بنا

سوئے ہستی آردت گر نیستی
اگر تو فانی ہے تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریا ہا شمش مس می کند
اُس کے سُم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں

تا جہانِ حس را پس می کند
یہانتک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رو روں
کشتی میں قدم رکھ، اور چلا چل

چوں سوئے معشوق جانِ جانہ اں
جیسا کہ جان معشوق کیطرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیر عروجی کے بعد سیر نزولی ہو گی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پا بکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کیطرف کھنچتی ہے۔

---

۵۱ قہر او۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اخلاقِ حسنہ کا بیزہ اُگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبر۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد۔ یعنی خاکساری۔ لیک۔ مرید کی اِس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ مغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی مُفیض سے مانع ہے۔

۵۲ چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّی لَاَجِدُ رِیحَ الرَّحمٰنِ مِن قِبَلِ الیَمَن میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہو گی وہ ایسی معراج نہ ہو گی جیسی کہ زمین یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنیٰ معراج ہو گی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

۵۳ خوش۔ یعنی یہ فنا کا بُراق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دست[1] نے و پائے نے رَو تا قِدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل

آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم
جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَر دریدے در سخن پردہ قیاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی

گر نبودے سَمعِ سامع را نُعاس
اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفتِ اُو گوہر ببار
اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا

از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گر[2] نباری گوہرت شش تا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائینگے

جامدت گوئندہ و بینا شود
تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود
تو تیرا نثھاور خود تیرے لئے ہوگا

چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود
جبکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا
اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے

بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا
(حضرت) سلیمان کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس[3] از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ

اُن پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چل اشتر بدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے

بارِ آنہا جملہ خشت زر بدست
جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا

فرشِ آں را جملہ زر پختہ دید
اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زد تا چہل منزل براند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا

تا کہ زر را در نظر آبے نماند
یہانتک کہ (اسکی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم
انھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں

سوئے مخزن، ما چہ بیکار اندریم
خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زر دہ دہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے

زر بہدیہ بردن آنجا ابلہی ست
وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

---

[1] دست نے۔ اِس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بر دریدے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اِس درجہ کی ہے کہ اِس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اُس کو سُن لے۔ نُعاس۔ اُونگھ۔ اے فلک۔ یہ اِسقدر پُر حقائق تقریر ہے کہ اِس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالمِ ظاہر کو اِس عالمِ معنی سے شرم آنی چاہیئے۔

[2] گر نباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چھ گنا ہو جائینگے اور اُس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی پر اُس۔ مُرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔

[3] بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو اُنھوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چل۔ چالیس۔ خشتِ زر۔ سونے کی اینٹیں۔ زر پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زد۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا۔ مخزن یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زر دہ دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی بیوقوفی۔

521
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اے ببُردہ عقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے

عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کساد ہدیہ آنجا شد پدید
جب تحفہ کا گھٹیاپن وہاں کھل گیا

شرمساری شاں ہمی واپس کشید
شرمندگی نے اُن کو واپس لوٹایا

باز گفتند از کساد و از رُوا
پھر انھوں نے کہا گھٹیاپن اور بڑھیاپن سے

چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک ما را بُردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے

اَمرِ فرماندہ بجا آوردنیست
حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند کیں واپس بُرید
اگر وہ حکم دیں کہ اِس کو واپس لے جاؤ

ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

اَمر و فرماں را ہمی باید شُنید
حکم اور فرمان کو سُننا چاہیئے

تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیئے

خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَوا
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوگئے

تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اش آمد چوں سلیماں آں بدید
جب (حضرت) سلیمانؑ نے وہ دیکھا اُنکو ہنسی آئی

کز شما من کے طلب کردم مزید
میں نے تم سے مزید (اِس کے علاوہ) کب طلب کیا تھا!

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو

بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہ ہاست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیئے ہیں

کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کرسکتا

می[3] پرستید اَختر ے کو زر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے

رُو باُو آرید کو اختر کند
تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو

خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کردیا

---

[1] عقل ہدیہ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقل باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرماندہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہِ جہاں۔

[2] خندہ۔ حضرت سلیمانؑ اُس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مالِ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا آتونی مُسلمین میرے پاس مسلمان ہوکر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہوجاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ ہمیں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کردی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کرسکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اِسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمہیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہیئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

S22

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آفتاب از امرِ حق طبّاخِ[1] ماست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے

اَبلہی باشد کہ گویم اُو خداست
میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہوگی

آفتابت گر بگیرد چوں کُنی
تیرا سورج گہن میں آگیا تو تو کیا کریگا؟

آں سیاہی رو تو چوں بیروں کُنی
تو اُس کالک کو اُس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع
کیا خدا کے دربار میں (اِس) دردِ سر کو پیش کریگا؟

ایں سیاہی را ببر وادِہ شعاع
(کہ) اِس کالک کو دور کردے شعاع واپس کردے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کُو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں سورج کہاں ہے؟

تا بنالی یا اَماں خواہی ازُو
تاکہ تو اُس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اَغلب بشب واقع شود
حادثے عموماً رات میں رونما ہوتے ہیں

واں زماں معبودِ تو غائب بُود
اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سُوئے حق گر راستانہ خم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالےٰ) کی جانب جھکے

وارہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پاجائے، محرمِ راز بنجائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کرونگا

تا بہ بینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

جُز رَوانِ پاک اُو را اشرق نے
پاک روح کے سوا اُس کا مشرق نہیں ہے

در طلوعش روز و شب را فرق نے
اُس کے طلوع کے لئے دن رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ اُو شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے

شب نماند شب چو اُو بارق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب
جس طرح ذرّہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے

خور چناں باشد دراں انوارِ پاک
اُن پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رخشاں می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے

دیدہ پیشش کند و حیراں می شود
آنکھیں اُس کے سامنے خیرہ اور حیران ہوجاتی ہیں

ہمچو ذرّہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اُس کو ذرّہ جیسا دیکھے گا

پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرّہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

---

[1] طبّاخ۔ پکانیوالا، سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گرہن میں آتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر کُشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سُوئے حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پالیگا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائیگا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرّہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

S23
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوار و مسکیں بینی اُورا بے قرار
تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا

دیدہ[1] را قوت شُدہ از کردگار
آنکھ کو اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہو

کیمیائے کہ از و یک ماثرے
وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ

بر دُخاں افتاد و گشت آں اختر ے
دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وَے نیم تاب
وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک

بر ظلامے زد بکردش آفتاب
تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بُوالعجب مینا گرے کز یک عمل
وہ کیمیا گر عجیب ہے کہ ایک عمل سے

بست چندیں خاصیت را بر زُحل
زُحل (ستارے) میں اِس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

باقی[2] اختر ہائے و گوہر ہائے جاں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو

ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
اے طالب! اِسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حِسّی زبونِ آفتاب
حِسّی آنکھ سورج سے مغلوب ہے

دیدۂ ربّانی جُوی و بیاب
خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کر لے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر
تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں

شعشعاتِ آفتابِ با شرر
چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بُود
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے

نار پیشِ نور بس تاری بُود
آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

کرامات[3] و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدّس سرّہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخِ مغربی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا

شصت سال از شب ندیدم من شبی
ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی

نے بروز و نے بہ شب از اعتدال
اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو
صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے

شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو
ہم رات کو اُن کے پیچھے چلے

کی اِس کرامت سے رُبانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دُنبال۔ پیچھے

---

[1] دیدہ۔ اِس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اُس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائے وہ آفتاب حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اُس کے اثر سے دھوئیں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیا گری ہے کہ اُس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ مینا گر۔ شیشہ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اِس لئے یہاں لفظ مینا گر سے اللہ تعالےٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زُحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

[2] باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اِسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حِسّی۔ جسمانی آنکھ تو اس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے رُبانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے رُبانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے۔ شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ رُبانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار۔ نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔

[3] کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربیؒ

526

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دَر بیابانہائے پُر از خار و گو[51]
گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں

اُو چو ماہِ بدر ما را پیش رَو
وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوی پس ناکردہ میگفتے بشب
رات میں، منہ موڑے بغیر کہتے تھے

ہیں گو آمد میل کُن رَسوی چپ
خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مُڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوی است
پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب

مَیل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست
مُڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پایِ بوسش گشتہ ما
دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہوگئے

زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا
کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را پایِ بوس
دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے

گشتہ پا ہایش چو پا ہائے عُروس
اُن کے پاؤں دُلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے[52] زخاک و نے زگل بر وے اثر
اُن پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان

نِز خراشِ خار و آسیبِ حجر
نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای
اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا

کردہ مغرب را چو مشرق نورِ رای
مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنے والا بنایا تھا

نورِ ایں شمسِ شموسِ فارِس ست
ستاروں کے اِس سورج کا نور تیز رَو ہے

روزِ خاص و عام را اُو حارِس ست
عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارِسِ آں نورِ مجید
وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہوگا؟

کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید
جو ہزاروں سورج پیدا کردے

تو بنورِ اُو ہمی رَو دَر اماں
تو اطمینان سے اُس کے نور کیساتھ چلا جا

درمیانِ اژدہا و کژدُماں
اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیش[53] پیشت می رَود آں نورِ پاک
وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا

می کُند ہر رہزنے را چاک چاک
وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے

یَومَ لَا یُخزِی النَّبِیَّ را راست دار
یَومَ لَا یُخزِی النَّبِیَّ کو سچ سمجھ

نُورُہُم یَسعٰی بَینَ اَیدِیہِم بخواں
نُورُہُم یَسعٰی بَینَ اَیدِیہِم پڑھ لے

---

[51] گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رَوی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر منہ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی اُن کو نیچے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آرہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ازراہِ عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

[52] نے زخاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھریلی جگہ پر چلے تھے۔ مغربی۔ یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس یعنی ستارے۔ فارِس۔ تیز رو۔ حارِس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ اُو۔ یعنی نورِ حق۔

[53] پیش پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ یوم قرآن پاک میں ہے یَومَ لَا یُخزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِینَ آمَنُوا مَعَہٗ نُورُہُم یَسعٰی بَینَ اَیدِیہِم وَبِاَیمَانِہِم یَقُولُونَ رَبَّنَا اَتمِم لَنَا نُورَنَا یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اِس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرچہ[1] گردد در قیامت آں فزوں — از خدا اینجا بخواہید آزموں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا — آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ[2] — نورِ جاں واللہُ اَعلَمُ بالبُلاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے — جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را با آں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس را بایمان و ترک آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گرد اے رسولانِ خجل — زر شما را، دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ — سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل

ایں[2] زرِ من بر سرِ آں زر نہید — کوریِ تن فرجِ استر را دہید
میرے اس سونے کو اُس سونے پر رکھدو — جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالہ کر دو

فرجِ استر لائقِ حلقہ زر ست — زرِ عاشق رُویِ زرد و اصفر ست
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے — عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظر گاہِ خداوند ست آں — کہ نظر اندازِ خورشید ست کاں
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے — کان، سورج کی نظر گاہ ہے

کو نظر گاہِ شعاعِ آفتاب — کو نظر گاہِ خداوندِ لُباب
کجا سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟ — کجا عقلوں کے آقا کی نظر گاہ؟

از گرفتِ[3] من زجاں ایمن کنید — گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو — اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مُرغِ فتنہ دانہ بر بامِ ست اُو — پرِ کشادہ بستۂ دامِ ست اُو
دانہ کا عاشق پرند، بالاخانہ پر ہے — پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

معنی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنہ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پر کھلا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

[1] گرچہ۔ اگرچہ اُس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کریگا۔

[2] خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھکر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

[2] ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی اُس کی زینت ہے کیونکہ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظر گاہ ہے اور سرخی کان کی سورج کی نظر گاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدر جہا افضل ہے۔

[3] گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی۔ جہاد کا حکم ان دونوں

۵۲۶ تا ۵۲۹ کہر وہ مخلوقات جو جانوروں میں زمین سے دھوئیں کی طرح اٹھتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں
چونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے

ناگرفتہ مرغ را بگرفتہ داں
بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں نظر[1] کہ سوئے دانہ می کُند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے

آں گرہ داں کو بپا بر میزند
اُس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چُراتا ہے

من ہمی دُزدم ز تو صبر و مقر
میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سُو ترا
جب تجھے اُس نظر نے اِس جانب کھینچ لیا

پس مداں از خویشتن غافل مرا
تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر بیم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے

پس بدانی کز تو من غافل نیم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصۂ[2] عطّارے کہ سنگ ترازوئے اُو از گل سرشوی بُود و

اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور

دُزدیدنِ مشتری گل خوار ازاں گل ہنگام سنجیدنِ شکر و

شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا

دیدن عطّار آں را و نادیدہ کردن

اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور اَن دیکھا کر دینا

پیشِ عطّارے یکے گلخوار رفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا

تا خرد ابلوج و قندِ خاص و رفت
تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس برِ عطّار طرّارِ[3] دو دل
اُس منافق چالاک عطار کے پاس

موضعِ سنگِ ترازو بُود گل
باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطّارا جواں ابلوج من
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر

ہست نیکو بے تکلف بے سخن
بلا مبالغہ، لا کلام عمدہ ہے

لیک گل سنگِ ترازو منست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں

گر ترا میلِ شکر بخریدن ست
اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہمّے قند جُو
اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں

سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

---

[1] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[2] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اِسی طرح اِس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دُکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گل سرشوئی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گل خوارہ۔ مٹی کھانے والا۔ ابلوج۔ سفید شکر۔

[3] طرّار۔ زبان دراز، جیب تراش، نمک۔ دو دل منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطار نے کہا ترازو کے بٹے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مُہمّے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے بٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

526
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت با خود پیش آنکہ گل[1] خورست
(پھر) اس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانیوالے کے آگے

سنگ چہ بود گل ز شکر بہترست
پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو آں دلالہ کو گفت اے پسر
اُس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!

نو عروسے یافتم بس خوب فر
میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈلی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہو

کاں ستیرہ دخترِ حلوا گرست
کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بود
اُس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے

دخترِ او چرب و شیریں تر بود
اُس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

گر نداری سنگ و سنگت از گلست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا بات مٹی کا ہے

این بہ و بہ گل مرا میوہ دلست
یہ بہتر اور خوب ہے مٹی تیرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفہ[2] ترازو زاعتداد
ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ

او بجائے سنگ آں گل را نہاد
اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے

ہم بقدرِ آں شکر را می شکست
اُس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند
چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا

مشتری را منتظر آنجا نشاند
اُس نے خریدار کو اُس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

روئش آں سو بود گل خور نا شگفت
اُس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے

گل از و پوشیدہ دزدیدن گرفت
اُس سے چھپا کر مٹی چرانی شروع کر دی

ترس[3] ترساں کہ نیاید ناگہاں
ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے

چشم او بر من فتد از امتحاں
اور اُس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید عطار آن و خود مشغول کرد
عطار نے اُس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا

کہ فزوں تر دزد دہیں اے روی زرد
کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرائے

گر بدزدی از گل من می بری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے

روکہ ہم از پہلوی خود می خوری
جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے

من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

[1] گل۔ مٹی کھانیوالے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو۔ عطار کا بیٹوں کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اُس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے بیوہ مٹی کھانے والے کے لئے بڑی دلپسند چیز ہے۔

[2] کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدرِ آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ روئش یعنی دکاندار کا رُخ۔

[3] ترس ترساں۔ یعنی مٹی خورد دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکان دار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اُس کو شکر کم ملے گی۔

528

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرچہ[1] مشغولم چناں احمق نیم — کہ شکر افزوں کشی تو از بیم

اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں — کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را آزمود — پس بدانی احمق و غافل کہ بود

جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا — تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند — دانہ ہم از دور راہش می زند

پرند اُس دانے سے نظر کو خوش کر رہا ہے — دانہ بھی دور سے اُس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گر زنایِ چشم حظے می بری — نے کباب از پہلویِ خود میخوری

اگرچہ تو آنکھ کے گھنگے سے مزا اُٹھا رہا ہے — کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[2] نظر از دور چوں تیرست و سم — عشقت افزوں می شود صبرِ تو کم

یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے — تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف — ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے — آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں ملکے کہ اُو دامے ست ژرف — در شکار آیند مرغانِ شگرف

یہانتک کہ اِس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے — عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

من[3] سلیمانم می نخواہم ملکِ تاں — بلکہ من بر ہانم از ہر ہلکِ تاں

میں سلیمانؑ تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں — بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ ملک — مالک الملک آنکہ اُو بجہد ز ہلک

کیونکہ تم اِس وقت خود ملک کے غلام ہو — ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باز گو نہ اے اسیرِ ایں جہاں — نام خود کردی امیرِ ایں جہاں

اے اِس دنیا کے قیدی! اُلٹا — تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں — چند گوئی خویش را خواجہ جہاں

اے تو اِس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے — تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہیگا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عذر قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن بایشاں

حضرت سلیمانؑ کا اُن قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور اُنکے دل سے تکلیف اور دہشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اُس کی اُن سے تشریح کرنا

[1] گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ یعنی۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اُس کی ہلاکت ہے۔ نامی۔ گلا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اِس لئے اِس مصرع میں آنکھ کے لئے گھنگے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[2] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیرِ ستم ہے۔ اور وہ بھی زہر ملا۔ حدیث ہے۔ اَلنَّظْرَۃُ سَہْمٌ مَسْمُوْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہر ملا تیر ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[3] من سلیمانؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیا دار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اُس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باز گو نہ۔ دنیا دار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ "برعکس نہند نام زنگی کافور"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اے رسولاں می فرستم تا[1] رسول
اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں

ردِ من بہتر شمارا از قبول
میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی

باز گوئید از بیابانِ ذہب
سونے کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل برُوی زر بدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر رہتے

وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں

ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
ہم سونا پیدا کرنیوالے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی

سر بسر زر گردد و دُرِ ثمیں
پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق[2] برائے آں کند اے زر گزیں
اے سونے کو پسند کرنیوالے! اللہ (تعالیٰ) اسی لئے

روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

فارغیم از زر کہ مائیں پُر فنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیوں کہ ہم ماہر فن ہیں

خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے گدیۂ زر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟

ما شمارا کیمیا گر می کنیم
ہم تمہیں کیمیا گر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر ملکِ سباست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو

کہ برونِ آب و گل بس ملکہاست
کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ[3] بندست آنکہ تختش خواندۂ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے

صدر بنداری و بر در ماندۂ
تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود
تیری اپنی داڑھی پر بھی حکومت نہیں ہے

پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
برا چھے اور بُرے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے

شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید
اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد
جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہے

بے جہانِ خاک صد ملکش دہد
خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

[1] تا ماں رسول یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردِ من یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جاکر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تا بداند: تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اسکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

[2] حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کر دی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادینگے کہ اُن کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کر کے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیا گر۔ مؤمن مخلص بن جاؤ گے تو کیمیا گر بن جاؤ گے شعر

کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذاتِ اولیاء

ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

[3] تختہ بند۔ قید خانہ۔ لکڑی کا وہ کُندا جسمیں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے تو دنیا کے خلاف سفید ہوتی۔ مالک الملک اصل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیک[1] ذوقِ سجدہ پیشِ خدا — خوشتر آید از دو[2] صد دولت ترا

لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق — تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم مُلکہا — مُلکِ آں سجدہ مُسلّم کُن مرا

پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں — اُس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرمادے

بادشاہانِ جہاں از بدرگی — بُو نبُردند از شرابِ بندگی

دنیا کے بادشاہوں نے بدبختی کی وجہ سے — بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سر گردان و دنگ — مُلک[3] ابرہم زدندے بے درنگ

ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہوکر — فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں — مُہر شاں بنہاد بر چشم و دہاں

لیکن اللہ (تعالےٰ) نے اِس جہان کے بقا کے لئے — اُن کی آنکھ اور منھ پر مُہر لگادی ہے

تا شود شیریں برایشاں تخت و تاج — کہ ستانیم از جہاں داراں خراج

تاکہ اُن کے لئے تخت و تاج شیریں ہوجائے — کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ — آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ

اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا — بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ[2] جانت نگردد مُلک و زر — زر بدہ سُرمہ ستاں بہرِ نظر

سلطنت اور سونا تیری رُوح کا ساتھی نہیں بنے گا — سونا دیدے، نگاہ کے لئے سُرمہ لے لے

تا بہ بینی کایں جہاں چاہیست تنگ — یوسفانہ[3] آں رسن آری بچنگ

تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے — یوسف وار وہ رسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید[3] چوں زچاہ آئی ببام — جان، کہ یا بُشریٰ ہٰذا غلام

تاکہ جب تو کنوئیں سے بالاخانہ پر آئے کہے — روح، میرے لئے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست درجہ انعکاساتِ نظر — کمترین آنکہ نماید سنگ زر

کنوئیں میں نظر کے عکس ہیں — سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں راز اختلال — می نماید آں خزفہا زر و مال

لڑکوں (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو — وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

---

[1] لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہوجائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہوجائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہانِ دنیا دی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات ماردیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے اُن کو اس لذت سے محروم کردیا ہے اور وہ گمن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج۔ ٹیکس۔ مُردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

[2] ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کرجاتی ہے۔ سرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔

[3] یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رسّی کے ذریعہ کنوئیں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کی رسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اِس کنوئیں سے باہر نکل آ۔

[3] تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اُٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اِسی طرح تیری روح تیرے کنوئیں میں سے نکل آنے پر خوشی خبری دے گی۔ درجہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھادیتی ہے۔ وقتِ بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کرلیتے ہیں۔

531

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عارفانش[1] کیمیا گر گشتہ اند — تا کہ مُشتِ کانہا بر ایشاں تزنند

اُس (خدا) کو پہچان جانیوالے کیمیا گر بن گئے ہیں — حتیٰ کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

دیدن درویشے جماعتِ مشایخ را در خواب و درخواست کردنِ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور اُن سے بغیر کمائی کی مشغولیت

روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت

کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُنکی

می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں اُورا بمیوہائے تلخ و ترش کوہی

اُس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں

و بروے شیریں شدن آں میوہا بدلالتِ آں مشایخ

کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سَمَر — خضریاں را من بدیدم خواب در

ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبود آں وبال

میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مر مرا[2] سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند

وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اُس جنگل سے اُنھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہ تہائے ما

کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں — تیرے مُنہ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صُداع و نقلِ بالا و نشیب

ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزقِ نطقے رُو نمود — ذوقِ گفت من خرد ہا می رُبود

پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں

میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم

میری قوتِ گویائی جاتی رہی، میں نے مطمئن دل پایا — ذوقِ نطق سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

---

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیا گر ہیں اُنکی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

دیدن۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور اُن کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے ثمر۔ قصۂ خضر یاں۔ وہ اَبدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے اُن ابدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وہاں ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

[2] مر مرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لیگئے اور اُنھوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صُداع۔ دردِ سر بیں۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطفِ کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہو گیا۔

532

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1]
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی

غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت
اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دگر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہوگی

زیں نپردازم بجوز و نیشکر
اُسکو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کیطرف توجہ نہ کرونگا

ماندہ بُود از کسب یک دو حبّہ ام
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی

دوختہ در آستینِ جُبّہ ام
جس کو میں نے جُبّہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردن اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من
اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی

روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی
کرامات سے حلال روزی پائی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس

ہیزم کش از ضمیر و نیّت اُو
کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید
ایک درویش لکڑیاں لارہا تھا

خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید
تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں

زیں سپس از بہرِ رزقم نیست غم
اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ بر من خوش شدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہوگئے ہیں

رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
خاص رزق جسم کو حاصل ہوگیا ہے

چونکہ من فارغ شدستم از گلُو
چونکہ میں خلق (کے معاملہ) سے فارغ ہوگیا ہوں

حبّہ چندست ایں بدہم بدُو
چند رتیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش
اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں

تا دو سہ[3] روزک شود از قوت خوش
تاکہ دو تین دن (کیلئے) وہ خوراک سے مطمئن ہوجائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو
اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی

زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہُو
کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نُور تھا

بُود پیشش سِرّ ہر اندیشہ
اُس کے لئے ہر خیال کا راز

چوں چراغے در درونِ شیشہ
آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

---

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ۔ جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ۔ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گذارہ کرلیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک چونکہ اب مجھے اپنے خلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبّہ۔ ایک رتی کا وزن تخفیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیہ سے اپنا کام چلائے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ چونکہ اُس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ نور۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہوجاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر
دل کی کوئی بات اُس سے نہ چھپتی تھی

بود بر مضمونِ دلہا او خبیر
وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پیش ہمی منکید[1] با خود زیر لب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا

در جواب فکر تم آں بوالعجب
وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چنیں اندیشی از بہرِ ملوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

کیف تلقی الرزق ان لم یرزقوک
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا

بر دلم میز د عتابش نیک نیک
(لیکن) اُس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ

سوئے من آمد ہیبت ہمچو شیر[2]
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

تنگِ ہیزم را نہاد از پشتِ زیر
ایندھن کا گٹھڑ کمر سے نیچے رکھ دیا

پر توِ حالے کہ او ہیزم نہاد
اِس حالت کے اثر سے کہ اُسنے ایندھن کا گٹھڑ رکھا

لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا

گفت یارب گر ترا خاصاں حی اند
اُسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لطفِ تو خواہم کہ مینا گر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بنجائے

ایں زماں ایں تنگِ ہیزم زر شود
اِسی وقت یہ ایندھن کا گٹھڑ سونا بن جائے

در زماں[3] دیدم کہ زر شد ہیزمش
میں نے اُسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہوگیا

ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دراں بیخود شدم تا دیر گہ
میں اُس اثنار میں دیر تک بیہوش رہا

چونکہ با خویش آمدم من از ذولہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار
اُسکے بعد اُسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

بس غیورند و گریزاں زاشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بندِ ہیزم ساز زود
اِس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھڑ بنا دے

بے توقف ہم بر اں حالے کہ بود
بلا تاخیر اِسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شد آں اغصانِ زر
اُسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھڑ بنگئیں

مست شد در کارِ او عقل و نظر
اُس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہوگئی

---

[1] منکید۔ وہ بڑبڑایا.... بوالعجب۔ چونکہ اُس سے کرامات ظاہر ہورہی تھیں۔ حلوک یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام ابدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں۔ اُنکی بات تو نہ سمجھا لیکن اُن کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اُس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو۔ ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اُس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربانِ بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] در زماں۔ اُس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہوگئیں۔ ذولہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اُس نے دعا شروع کردی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو اُن لکڑیوں کو اصل حالت پر کردے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہوگئیں۔ در زماں۔ اُسکی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آگئیں۔ اغصان۔ غصن کی جمع، شاخ۔

536
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت
اُس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھا اٹھایا اور چلدیا

سوئے شہر از پیش من او تیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم
میں نے چاہا کہ اُس شاہ کے پیچھے جاؤں

پُرسم از وے مشکلات و بشنوم
اُس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سُنوں

بستہ کرد آں ہیبت او مر مرا
اُس کی اِس ہیبت نے مجھے باندھ دیا

پیش خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں
اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہدو وہ سر قربان کرے

کاں بُود از رحمت و از جذب شاں
کیونکہ وہ اُن کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

بس غنیمت دار آں توفیق را
اُس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ

چوں بیابی صحبت صدیق را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قرب شاہ
نہ کہ اُس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو

سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
اُسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اُس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں

پس[2] بگوید ران گاؤست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از ران گاؤ اے مفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے

ران گاوت می نماید از خری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذل شاہان ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے

بخشش محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریص[3] کردنِ سلیمان ؑ رسولاں را بر تعجیل کردن

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

بہجرت بلقیس بہر ایماں

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد
جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں

جذب خیل و لشکر بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ

کہ برآمد موجہا از بحر جود
کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہوگئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اُٹھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہو تو یہ اُن بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان ہوجانا چاہیئے۔ صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ نے۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اُسنے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی۔ نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیئے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیئے۔ خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریص۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت انہی کی کشش سے وصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کا حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب کشش۔ کہ برآمد۔ اسوقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے

535
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوئے[1] ساحل می فشاند بے خطر — جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے — ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

الصلا گفتیم اے اہلِ رشاد — کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی — کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول

پس سلیمانؑ گفت آپیکاں روید — سوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید
پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ — بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس[2] بگویدش بیا اینجا تمام — زود کان اللہ یدعوا بالسلام
پھر اس سے کہو مکمل طور پر یہاں آجائے — جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب — کہ فتوحست ایں زمان و فتحِ باب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا — کیونکہ اسوقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا — تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا — تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کرلے

ملک بر ہم زن تو ادہمؒ وار زود — تا بیابی ہمچو او ملکِ خلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیرباد کہدے — تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ ملکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر[3] — حارساں بر بام اندر دار و گیر
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے — محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبود — کہ کنند ازاں دفعِ دزداں و رنود
شاہ کا مقصد محافظوں سے یہ بھی نہ تھا — کہ اُن کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

او ہمی دانست کاں کو عادلست — فارغ ست از واقعہ ایمن دلست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے — حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کاخہا — نے بشب چوبک زناں بر بامہا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے — نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب — ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب
لیکن رباب کی آواز سے اُن کا مقصد (وہ تھا) — جو اُس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

[1] سوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آکر اُن کو حاصل کرلو۔ اتصلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوتِ عام ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتح باب یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ جو اب طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلب صادق پیدا ہو جائیگی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دار و گیر یعنی فرائض۔ رنود۔ رند کی جمع ہے، مفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کاخہا یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیاء کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدمؑ سے لیا گیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔

536

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نالۂ[1] سرنا و تہدیدِ دُہل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک

چیز کے ماند بداں ناقورِ کُل
اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ

از دوارِ چرخ بگرفتیم ما
ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ

می سرایندش بطنبور و بحلق
طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مُومناں گویند کانثارِ بہشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے

نغز گردانید ہر آوازِ زشت
ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ما ہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزاء تھے

در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ[2] بر مارِ بخت آب و گِل شکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈالدیا ہے

یادِماں آید از آنہا اندکے
اُن سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت با خاکِ کرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملگئے ہیں

کے دہد ایں زیر و ایں بم آنطرب
تو یہ نیچے اور نیچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

آب چوں آمیخت با بول و لگیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مِل گیا

گشت زامیزش مزاجش تلخ و تیز
مِلاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیز[3] کے از آب ہستش در جسد
اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے

بول ازاں رُو آتشے را می کُشد
پیشاب اِسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر بخس شد آب ایں طبعش بماند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہگیا

کاتشِ غم را بطبعِ خود نشاند
کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع
سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی

کہ در و باشد خیالِ اجتماع
کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

---

[1] نالہ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخِ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دُہل۔ ڈھول۔ ناقورِ کُل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا۔ حکیماں۔ حکیم فیثاغورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کے درمیان ہوا ہے اور اُس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مُومناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ما ہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے اُن کو سُنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سُنے تھے۔

[2] گرچہ۔ اِس آب و گِل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلادی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔ لیک چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہورہے ہیں جو آب و گِل سے بنا ہے اِس لئے اب اِس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کرب۔ کربۃ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آبِ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو اُن کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہوجائیگی۔

[3] گیز۔ پیشاب ——— چیز کے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اُس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھادے گا اِسی طرح اِن لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ اُن نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اِس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قُوّتے[1] گیرد خیالاتِ ضمیر — بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں — بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نواہا گشت تیز — آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے — جس طرح سے اس اخروٹ گرانیوالے کی آگ

حکایتِ[2] آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بُن جوز در آب می ریخت کہ
اُس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در کوزہ بُود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز بانگِ آب بشنود و
گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سن لے

اُو را چوں سماع بانگِ آب در طرب می آورد
اور اُس کو پانی کی آواز کا سننا مستی میں لاتا تھا

در نغوے بُود آب آں تشنہ راند — در درختِ جوز جوزے می فشاند
پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا — اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بُن جوز اندر آب — بانگ می آمد ہمی دید اُو حُباب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا — آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا — جوز ہا خود تشنگی آرد ترا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! اسے دے — خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر[3] — آب در پستی ست از تو دُور تر
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں — پانی گہرائی میں تجھ سے دُور ہے

بیشتر در آب می اُفتد ببیں — می بَرد آبش ترا چہ سُود زیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں — اُن کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس سے کیا فائدہ؟

تا تو از بالا فرود آئی بزیر — آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر
جب تک تو اوپر سے نیچے اُترے گا — اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست — تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
اُس نے کہا اِس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے — غور سے دیکھ، اِس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

---

[1] قُوّتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو اُن میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسم اختیار کر لیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔

[2] حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اُس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی یہ اُس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ نغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حُباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اِس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اُس نے دیکھ کر اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

[3] ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می برد۔ پانی اُن اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

5396

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قصدِ من[1] آنست کاید بانگِ آب — ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں حباب

میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے — میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بود در جہاں — گرد پائے حوض گشتن جاوداں

دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے! — ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جوی و گردِ آب و بانگِ آب — ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب

نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد — اس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنیوالا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی — اے ضیاء الحق حسام الدین توئی

اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود — اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے

مثنوی[2] اندر اصول و ابتدا — جملہ بہرِ تست و بر تست انتہا

مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں — سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (انکی) انتہا ہے

التجا بر تست و بر امدادِ تو — تکیہ بر اشفاق و بر اسعادِ تو

تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے — تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اصول و در فروع — میکند زیرِ لوائے تو رجوع

مثنوی اصول اور فروع میں — تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در استواء و در افول — جملہ آنِ تست و گر دستی قبول

مثنوی عروج اور غروب میں — پوری تیری ملکیت میں ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تست عز و مقبلی — زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی

تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے — کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد — چوں قبول آرند نبود ہیچ رد

بادشاہ اچھے اور برے کو قبول کر لیتے ہیں — جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں[3] نہالے کاشتی آبش بدہ — چوں کشادش دادہ بکشا گرہ

جب تو نے پودا لگایا ہے اس کو پانی دے — جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظ او رازِ تو است — قصدم از انشاش آوازِ تو است

میرا مقصد اس کے الفاظ سے تیرا راز ہے — میرا مقصد اس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

---

[1] قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سن سکوں اور پانی کے بلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سنے اور یہ اس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حسام الدین تم ہو۔

[2] مثنوی۔ میری اس مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ التجا۔ اس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ استواء۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

[3] چوں۔ اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیشِ من[1] آوازت آوازِ خداست
میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست
توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اِتصالے بے تکیّف بے قیاس
ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے

ہست ربُّ الناس را با جانِ ناس
لوگوں کے رب کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نَسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے، بن مانس نہیں کہا

ناس نے جان اشناس نے
انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟

ناس[2] مردم باشد و کو مردمے
انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سرِ مردم ندیدستی دمے
تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ خواندہ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی در تحرّی ماندہ
لیکن تو ایک مجسمہ ہے، اٹکل میں پھنسا رہگیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس اے عبی
اے بیوقوف اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح

ترک کُن بہرِ سلیمانِ نبی
سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش
میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کُند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے

در دل از وسواس و انکارات و ظن
دل میں، وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

می کُنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے

چوں ترا در دل بضدّم گفتنی ست
جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفت من گرفتت در گلو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے

من خموش کردم تو آں را خود بگو
میں چپ ہو گیا تو اسکو خود کہہ

در بیانِ نائی کہ از مقعدش باد بجست، نے را بر زمیں نہاد

اس نے نواد کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اس نے بانسری زمین پر رکھ دی

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

---

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔ اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[2] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن اُن میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیتَ۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآنِ پاک نے اُس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ مُلک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں اگر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آگیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اُن لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور

اسکے متعلق بدگمانیاں ہیں ——— [3] چارہ نیست۔ جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے چونکہ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اُترتی ہو تو پھر تم اس جیسی مثنوی کہہ دو اسپر ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواد کا گانے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اُسنے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا کہ اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آں یکے ناّیؔ کہ خوش نے میزدست — ناگہاں از مقعدش بادے بجست

ایک بانسری بجانے والا جو (اچھی) بانسری بجاتا تھا — اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے را بر کُون نہاد اُو کہ زمن — گر تو بہتر می زنی بستاں بزن

اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے — اگر تو بہتر بجا سکتی ہے لے لے (اور) بجا

در بیانِ تحمّل کردن از ہر بے ادبے و طریق رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب — نیست الّا حمل از ہر بے ادب

اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب — نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنیکے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند — کاں فلاں کس را ست طبع و خُوئے بد

تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے — کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گو بداں کہ بدخو یست — کہ مر آں بدخوی را اُو بدگو یست

یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بدعادت ہے — کیونکہ وہ اُس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بُود کو در خمول[۵۲] — باشد از بدخوئی و بدطبعاں حمول

کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں — بدعادت اور بدطبیعت والوں کی برداشت کرنیوالا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خداست — نے پئے خشم و مُمارات و ہواست

لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے — نہ کہ غصّہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں — چوں شکایت کردنِ پیغمبراں

یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے — جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[۵۳] انبیا از امرداں — ورنہ حمّال ست بدرا حلم شاں

نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ — ورنہ اُن کی بُردباری بُرے کو برداشت کرنیوالی ہے

طبع را کُشتند در حمل بدی — ناحمولی گر بُود ہست ایزدی

انھوں نے بُرائی کے برداشت کرنیمیں طبیعت کو مار ڈالا ہے — اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیمانؑ درمیانِ زاغ و باز — حلمِ حق شو با ہمہ مُرغاں بساز

اے سلیمانؑ! کوّے اور باز میں — اللہ (تعالیٰ) کا حِلم بنجا، تمام پرندوں سے نبھا

بُلبلِ بسیار گو را پَر مکن — باز را و کبک را بر ہم مزن

بہت بولنے والی بُلبل کے پَر نہ نوچ — باز اور چکور کو نہ پٹخ

---

۵۱ نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد یعنی گوز۔ کون۔ مبرز تحمل۔ برداشت۔ مدارات خاطر تواضع۔ اے مسلماں۔ چونکہ مثنوی کے معترضین نے راہ بے ادبی اختیار کی اسپر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے۔ ہر کرا۔ جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی بُرائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بدعادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہوگیا ہے۔ خوشخو۔ اچھی عادت تو اُس شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرلے۔

۵۲ خمول۔ گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنیوالا۔ لیک۔ شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اُس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

۵۳ ناحمولی۔ انبیاء کا غصّہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ بلغ را۔ وہ تو نفس امّارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصّہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکم ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیماں۔ یعنی شیخ۔ حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان۔ بلبل۔ پُرگو انسان کو بھی سمجھا سکتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اے دو صد بلقیس حلمت لا زبوں — کَاهِدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اے وہ کہ دو سو بلقیسیں تیری بُردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں — کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتی ہے

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرار مینديش بر شرک و تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود — لشکرت خصمت شود مُرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ بُرا ہوگا — تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائیگا، باغی ہو جائے گا

پردہ دارِ تو درت را بر کند — جانِ تو با تو بجان خصمی کند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اُکھاڑ دے گا — تیری جان، جان (دل) سے تجھ سے دشمنی کریگی

جملہ ذرّاتِ زمین و آسماں — لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرّے — آزمائش کے وقت اللہ (تعالیٰ) کے لشکر ہیں

بادؔ را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد — آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تونے ہوا کو دیکھا اُس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟ — تونے پانی کو دیکھا اُس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں — وانچہ با قاروں نمود ست این زمیں

جو اُس غضب کے دریا نے فرعون پر حملہ کیا — اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد — وانچہ پشّہ کلّۂ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اُس ہاتھی کے ساتھ کیا — اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدی بدست — گشت سہ صد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ (حضرت) داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا — تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ می بارید بر اعدائے لوطؑ — تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوطؑ

(حضرت) لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے — حتیٰ کہ اُنھوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم از جمادات جہاں — عاقلانہ یاریِ پیغمبراں

(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں — سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

---

۵۱ دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اُحد۔ جس وقت جنگ اُحد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپؐ نے یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آکر مسلمان ہو جاؤ ورنہ خرابی پیدا ہو جائیگی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائیگا۔ مُرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار۔ جو کیدار خود دروازہ توڑ ڈالیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائیگی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

۵۲ باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ قومِ عاد آندھی سے ہلاک کردی گئی آب۔ قرآن میں ہے۔ فَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُنکو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ پس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ ابابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ داؤدؑ حضرت

داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کیطرف پھینکے تو اُنکے صد ہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

۵۳ سنگ۔ قوم لوطؑ سنگسار کیگئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ تاکہ ہم اُنپر مٹی کے پتھر برسائیں

۵۴ بگویم۔ اگر تشریح کیجائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہو تو معنوی کی خیانت پائیں اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائیگی

5462
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مثنوی چنداں شود کہ حمل شتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ اونٹ

گر کشد عاجز شود از بار پُر
اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آجائیں گے

دست[1] بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے

لشکرِ حق می شود سر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِّ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے

درمیانِ لشکرِ اُوئی بترس
تو اُس کے لشکر کے درمیان ہے، خوف کھا

جزو[2] و جزوت لشکرِ حق در وفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے

مر ترا اکنوں مطیع انداز نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کُور افشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اُس کو تنگ کر

درد چشم از تو برآرد صد دمار
آنکھ کا درد تیری تو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

ور بدندان گوید او بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہدے کہ تکلیف پہنچاؤ

پس بہ بینی توز دنداں گوشمال
تو تُو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کُن طب را بخواں باب العلل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے

تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے و ہست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے

دشمنی با جانِ جاں آساں ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کُن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے

کز میانِ جاں کُنندم صف دری
کیونکہ جان کے اندر تیری جان سے صف شکنی کر دیتے ہیں

مُلک[3] را بگذار بلقیس از نخست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے

چوں مرا یابی ہمہ مُلک آنِ تست
جب تو مجھے حاصل کر لیگی سب مُلک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں برِ من آمدی
جب تو میرے پاس آجائے گی خود جان لیگی

کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بُدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی

صورتست از جانِ خود بے جانی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ اُو از برائے دیگراں
اُس کی رونق دوسروں کے لئے ہے

باز کردہ بیہودہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اُس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

---

[1] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے اُن کاموں کی جو انھوں نے کئے تھے" نمودہ۔ اللہ تعالےٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیئے وہ اسکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس۔ یعنی قول۔

[2] جزو۔ انسان کا ہر ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اُس سے معلوم ہو جائیگا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑ و خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[3] مُلک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آجا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقشِ گرمابہ۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اے[۵۱] تو در پیکار خود را باختہ — دیگراں را تو ز خود نشناختہ

خبر! اے تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے — تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی — کہ منم ایں و اللہ آں تو نیستی

تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے — کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق — در غم و اندیشہ مانی تا بحلق

اگر تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے — غم اور فکر میں گلے تک ڈوب جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سرمست خودی

تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (منظر) وحدت ہے — جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

مرغِ[۵۲] خویشی صیدِ خویشی دامِ خویش — صدرِ خویشی فرشِ خویشی بامِ خویش

تو اپنا پرندہ ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے — تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم با خود ست — واں عرض باشد کہ فرعِ او شد ست

جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو — جو اُس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدمؑ زادۂ چوں او نشیں — جملۂ ذرات را در خود بیں

اگر تو آدمؑ کی اولاد ہے، اُس کی طرح بیٹھ — تمام ذرّوں کو اپنے اندر دیکھ

چیست[۵۳] اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟ — گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

اینجہاں خم ست و دل چوں مجریٔ آب — اینجہاں حجرہ است و دل شہرِ عجاب

یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے — یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردنِ سلیمانؑ بلقیس را کہ خالصاً لِاَمرِ اللہ ست جہد در

(حضرت) سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے

ایمانِ تو یک ذرّہ غرضے نیست مرا نہ در نقشِ تو و نہ در حسنِ تو و نہ در

حکم سے ہے میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری

مُلک تو خود بینی چوں چشمِ جانت باز شود بنورِ اللہ تعالےٰ کہ بے غرضی ست

سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی ہے

کچھ عالم میں ہے وہ قلبِ انسانی میں اُس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ہے انسان عالمِ کبیر ہے اور دنیا عالمِ صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اُس کو طلب کرنے میں اُن کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اُس کو طلب کر رہے ہیں۔

---

۵۱ اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اُس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔

یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقربِ بارگاہ اور مخلوق کو دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اُسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اُس کو کیسا اُنس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جداگانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذاتِ باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور اِن مظاہر اور تعینات کی کثرت اُس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

۵۲ مرغِ خویشی۔ ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِل کوزہ
خود بر سرِ آں کوزہ خریدار برآمد

جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہٖ ہے وہی عینِ موجود ہے باقی موجودات اُس کی شئون ہیں جو اُس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام ذکاتِ عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ اُن کی حقیقت تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی اُن کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

۵۳ چیست۔ اِس شعر میں عالم کو خُم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلبِ انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هیں بیا کہ من رسولم دعوتی[1]
خبردار! آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں

چوں اجل شہوت کُشم نے شہوتی
موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت والا نہیں ہوں

ور بُود شہوت امیرِ شہوتم
اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں

نے اسیرِ شہوت و رُوئے بُتم
نہ کہ شہوت اور بُت کے چہرے کا قیدی

بُت شکن بُودست اصلِ اصلِ ما
ہماری اصل کی اصل بُت شکن تھی

چوں خلیلِ حق و جملہ انبیا
مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بُتکدہ
اگر میں کسی راستے سے بُتخانہ میں جاؤں

بُت سجود آرد بمن در معبدہ
عبادت خانہ میں بُت مجھے سجدہ کریں

احمد و بُوجہل در بُتخانہ رفت
محمدؐ اور ابوجہل بُت خانہ میں گئے

زیں شدن تا آں شدن فرقیست رفت
اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں درآمد سر نہند او را بُتاں
یہ اندر آئے، بتوں نے اُن کے سامنے سر رکھ دیا

آں درآید سر نہد چوں اُمتاں
وہ آتا ہے تو امتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ[2] شہوتی بُتخانہ ایست
یہ شہوت کی دنیا ایک بُت خانہ ہے

انبیا و کافراں را لانہ ایست
نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بُود
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے

زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بُود
سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر
کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں

اندریں بُوتہ درند ایں دو نفر[3]
دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[4] چوں آمد شد در زرماں
کھوٹا جب داخل ہوا نورا کالا ہو گیا

زر درآمد شد زری او عیاں
سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہو گیا

دست و پا انداخت اندر بُوتہ زر
سونے نے ہاتھ پاؤں کوٹھالی میں ڈالے

در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور
وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما رُوپوش باشد در جہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے

ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں
ہم اِس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے نادان بطیں
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو رسّی کا نہ سمجھ

کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں
کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

---

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل موت قاطعِ شہوت ہے نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بُود۔ رسول میں اگرچہ طور طریق کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روئے بتم یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بت شکن حضرت خلیل اللہ اور دوسرے نبیوں کا کام بت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بُت کدہ میں جاتا ہے تو بُت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بُت سرنگوں ہو گئے ابوجہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اُس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے اُن کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بنجاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بنجاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بوتہ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم نبیوں کا مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو

(دیکھئے شیطان نے حضرت آدم کے جسم کو دیکھا تو اُن کا منکر بن گیا۔)

565
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے تواں اندود ایں خورشید را
اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟

باکفے گل تو بگو آخر مرا
ایک مٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکستر ش
اگر تو اس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے

بر سر نور او برآید سر ش
اس کے نور پر وہ نور اس خاک کے اوپر آجائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روئے آب
تبنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟

طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب
مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہم شاہ وار
اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اٹھ کھڑی ہو

دو دو ازیں ملکِ دوسہ روزہ برآر
اس دو تین روز کی حکومت میں سے دھواں اٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیمؒ زود
ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ

ترک ملکش را بگو موجب چہ بود
بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سلطان ابراہیم ادہم روح اللہ روحہ

حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

بر سر تختے شنید آں نیک نام
اُس نیک نام نے تخت پر سے سُنا

طقطقے وہای وہوئی شب زبام
رات کو بالاخانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہای تند بر بامِ سرا
محل کی چھت پر بھاری قدم

گفت با خود اینچنیں زہرہ کرا
دل میں کہا، ایسا پتہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست
انھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟

ایں نباشد آدمی مانا پریست
یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

سر فرو کردند قومے بو العجب
کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا)

ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب
ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں
ہیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا اونٹ

گفت اشتر بام بر کہ جست ہاں
اُن (ابراہیم ادہمؒ) نے کہا ہاں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا؟

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ
پھر انھوں نے اُنسے کہا آپ تخت اور رتبہ میں

چوں ہمی جوئی ملاقاتِ الٰہ
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہماں بد دیگر او را کس ندید
یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا

چوں پری از آدمی شد ناپدید
پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

کے تواں — انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گر بریزی — سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ — دریا کی سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا — مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہمؒ کی طرح تو بھی ملک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دو دو — یعنی اس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

بر سر — حضرت ابراہیم ادہمؒ رات کے وقت اپنے تختِ شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطقے۔ کھٹ کھٹ۔ بام سرا۔ قلعہ کا بالاخانہ۔ زہرہ — پتہ، ہمت۔ روزنِ قصر — کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالاخانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

سر فرو — اوپر سے اُن لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہمی۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انھوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست — یعنی اونٹ کو بالاخانہ پر آجتک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے پس۔ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اس واقعہ کے بعد اُنکے حالات بدل گئے اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

546
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُعَنقیش[1] پنہاں و اُو در پیش خلق — خلق کے بینند غیر ریش و دلق

اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے — لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دور شُد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شُد

جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دُور ہو گئے — عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف — جُملہ عالم از ولافندلاف

سیمرغ کی جان جو (کوہ) قاف کی طرف چلی آئی — تمام لوگ اناپ شناپ اُسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید آں اندر سبا ایں نورِ شرق — غُلغلے افتاد در بلقیس و خلق

یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی — لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

رُوحہائے مُردہ جُملہ پر زدند — مُردگاں از گورِ تن سر برزدند

سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں — مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

یکدگر را مژدہ می دادند[2] ہاں — نک ندائے می رسد از آسماں

ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں — یہ آواز آسمان سے آرہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند سبز — شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز

اِس آواز سے سب پر دین قوی ہوتے ہیں — دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس چوں نفخِ صُور — مُردگاں را وا رہانید از قبور

حضرت سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھُونکنے کی طرح — مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر ترا باد اسعادت بعد ازیں — ایں گذشت واللہُ اعلم بالیقیں

اِس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو — یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیہ[3] قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السّلام مر سبا والوں کے قصّہ کا بقیہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آلِ بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مُشکلاتِ دین و دلِ اُو

ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

وصید کردن ہر جنسِ مُرغ ضیدے بصفیرانِ آں جنسِ مرغ و طعمہ اُو

دل کے پرند کی جنس کو اُس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اُسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

---

[1] مُعنقیش۔ حضرت ابراہیمؑ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصاف باطنی اور مدارج کو لوگ سمجھ سکے اگرچہ وہ اُنکے سامنے تھے اِس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں ز چشم۔ اپنی آنکھوں سے اِستغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح اُنکی شہرت ہو گئی سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دُور ہے لہٰذا اُس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ رُوحہائے۔ مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی رُوح نے سر اُبھارا۔

[2] یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اِس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اُس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفخ یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مُردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور یعنی دُنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اُسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہرحال اِس قصّہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

[3] بقیہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اُسکے مناسب اور اُس کے مُلک والوں کو ہر ایک کی استعداد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قِصّہ گویم از سبا مُشتاق وار
میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں

چوں صبا[1] آمد بسوئے لالہ زار
جب لالہ زار کی جانب (بادِ) صبا پہنچی

لاقتِ الْاَشْباحُ یَوْمَ وَصْلِھَا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہوگئے

عَادَتِ الْاَوْلَادُ صَوْبَ اَصْلِھَا
اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّۃُ الْعِشْقِ خَفِیٌّ فِی الْاُمَمْ
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے

مِثْلَ جُودٍ حَوْلَہٗ یَوْمُ السَّقَمْ
اُس سخاوت کیطرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّۃُ[2] الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِھَا
روحوں کی ذلت اُن کے جسموں سے ہے

عِزَّۃُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِھَا
جسموں کی عزت اُن کی روحوں سے ہے

اَیُّھَا الْعُشَّاقُ اَلسُّقْیَا لَکُمْ
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے

اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَالْبُقْیَا لَکُمْ
تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

اَیُّھَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَاعْشَقُوْا
اے بے فکرو! کھڑے ہوجاؤ اور عشق کرو

ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا
یہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو ہے سونگھ لو

مَنْطِقُ الطَّیْرِ سُلَیْمَانِی بیا
اے سلیمانی منطق الطیر! آجا

بانگِ ہر مُرغے کہ می آید سرا
جو مُرغ آئے اُس کی بولی بول

چوں بمُرغانت فرستاد حق
جبکہ تجھے اللہ تعالےٰ نے پرندوں کیجانب بھیجا ہے

لحنِ ہر مُرغے بدادستت سبق
تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مُرغِ جبری را زیانِ جبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا

مُرغِ پرِ[3] اشکستہ را از صبر گو
پَر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مُرغِ صابر را تو خوش دار و معاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر

مُرغِ عنقا را بخواں اوصافِ قاف
عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مُرکبوتر را حذر فرما ز باز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے

باز را از حِلم گوی و احتراز
باز کو بُردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خُفاشے را کہ ماند او بہ نوا
اُس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے

می کُنش با نورِ جُفت و آشنا
اُس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیاموزان تو صُلح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا

مُرغِ خروساں را نما اَشراطِ صبح
مرغوں کو صبح کی علامات بتا

---

[1] صبا یعنی دعوتِ سلیمانی۔ لالہ زار ملک سبا۔ اَلْاَشْبَاحُ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ اُنسے مِلگئے۔ عَادَتْ یعنی اَجسام روحانیت کے غلبہ سے اَرواح بن گئے۔ اُمَّۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اُس کی سخاوت سے اُس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اِس طرح اُن کی نظروں سے اُس کی سخاوت پوشیدہ ہوجاتی ہے۔ اَلسَّقَم یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

[2] ذِلَّۃ۔ جب تک رُوح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب رُوح کا غلبہ ہوجاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہوجاتی ہے۔ اَلْعُشَّاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ اَلسَّالُوْن۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذَاکَ۔ یہ پیغامِ سلیمانی مَنْطِقُ الطَّیر حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ یعنی ہر ایک کو اُس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے مُرغِ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترکِ عمل کر بیٹھے ہیں اُن کو اُس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

[3] پرِ اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں اُن کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مُرغِ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رُکے ہوئے ہیں۔ مُرغِ عنقار۔ جو لوگ عالمِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں اُنکو عالمِ غیب کی باتیں بتا کر ترقی دے۔

548
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمچنیں[1] میرو زہُدہُد تا عُقاب — رہ نما وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب

اِسی طرح چلا چل، ہُدہُد سے عقاب تک — راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدن بلقیس از مُلک و مست شدن او از شوقِ ایمان و التفات

بلقیس کا مُلک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اُس کا مست ہو جانا اور

ہمت او از ہمہ مُلک مُنقطع شدن بوقت ہجرت الّا از تخت

ہجرت کے وقت تمام مُلک سے بجز تخت کے اُس کی باکلی توجہ کا مُنقطع ہو جانا

چوں سلیمانؑ سوئے مُرغانِ سبا — یک صفیرے کرد و بست آں جملہ را

جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے — ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جُز مگر مرغے کہ بُد بے جان و پَر — یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کَر

سوائے اُس پرند کے جو بے جان اور بے پر تھا — یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے[2] غلط گفتم کہ کر گر سَر نہد — پیشِ وحیِ کبریا ہم گوش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھدے — خدا کی وحی کے سامنے، وہ اُسکو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد — بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا — گذشتہ دنوں پر بھی اُس نے افسوس کیا

ترکِ سال و مُلک کرد او آنچناں — کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اُس نے مال اور مُلک کو اِس طرح چھوڑ دیا — جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[3] غلامان و کنیزانِ بناز — پیشِ چشمش ہمچو بوسیدہ پیاز

وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں — اُسکی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کیطرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود — پیشِ چشم از عشقِ گلخن می نمود

باغات اور قلعے اور نہر کا پانی — عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ اِستیلا و خشم — زشت گرداند لطیفاں را بچشم

عشق اور غصہ غلبہ کے وقت — عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مَرزُمُرّد را نماید گندنا — غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لَا

زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے — عشق کی غیرت، یہی لَا کے معنیٰ ہیں

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اینست اے پناہ — کہ نماید مہ ترا دیگ سیاہ

اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ — کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

[1] ہمچنیں، ناقص، یہ آدمی کی اُس کے مناسب حال اصلاح کرے۔ الّا از تخت یعنی دعوتِ سلیمانی پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے مُلک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکالدی البتہ اُسکو اپنے تختِ شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلقِ خاطر رہا۔ صفیر یعنی پیغامِ حق۔ بجز یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنمیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

[2] نے غلط یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ ہر فطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرلے تو خدا اُسکی مدد کر دیتا ہے اور اُسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترکِ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جسطرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[3] آں غلامان جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اُس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا یعنی تفریح کے اسباب اُس کیلئے باعثِ تکلیف بنگئے۔ عشق عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اُس حالت میں وہ مردود بنجاتی ہیں۔ معنیِ لا یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہوجاتا ہے تو اُس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ کلمۂ طیبہ کا حقیقی اثر یہی ہے کہ ماسوی اللہ نظروں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هیچ[1] مال و هیچ مخزن هیچ رخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر

می دریغش نامد الا جز کہ تخت
بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاہ شد
سلیمانؑ اس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے

کز دلِ او تا دلِ او راہ بُد
کیونکہ ان کے دل سے اس کے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سن لے

ہم ز دوراں سرِّ دوراں بشنود
دور سے دور رہنے والوں کا راز سن لے

آنکہ گوید رازِ قالت نملۃٌ
جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے

ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن
اس پرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دورش کہ آں تسلیم کیش[2]
اس نے دور سے دیکھ لیا کہ اس تسلیم (و رضا) والی کو

تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز
اگر میں اس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا

کہ چرا بودش بتخت آں عشق ساز
کہ اس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک و قلم خود بیحسے است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے

نیست جنسِ کاتب او را مونسے است
وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اس کیلئے مونس ہے

ہمچنیں[3] ہر آلتِ پیشہ وَرے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار

ہست بیجاں مونس ہر جانورے
بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار

ہست بیجاں لیک مونس شد بجاں
بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے
اس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا

گر نبودے چشمِ فہمت را نمے
اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی

نقل کردن ہیچ نوعِ امکاں نبود
(اس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خردہ کاری بود تفریقش خطر
باریک کام تھا، اس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا

ہمچو اوصالِ بدن با ہمدگر
جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

لمبائی چوڑائی بہت تھی اس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

---

[1] ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس و تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا بس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قالت قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن آسمان۔

[2] تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اس کیلئے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

[3] ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ تمے۔ یعنی آنکھیں دکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس[1] سلیمان گفت گرچہ فی الاخیر
(حضرت) سلیمان نے فرمایا اگرچہ اخیر میں

سر دخواہد شد بر و تاج و سریر
اس کے لئے تاج و تخت بے وقت ہو جائیگا

چوں ز وحدت جاں برُوں آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہوگی

جسم را با فرِّ او نبود فرے
اس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا

ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سر برآرد آفتابِ باشرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے

دُمِّ عقرب را کہ سازد مستقر
دُمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بنا تا ہے

لیک خود با ایں ہمہ در نقدِ حال
لیکن با ایں ہمہ اس وقت

جُست باید تخت او را انتقال
اس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہو

کودکانہ[2] حاجتش گردد روا
اس کی بچکانہ خواہش پوری ہو جائے

ہست بر ما سہل و او را بس عزیز
ہمارے لئے آسان اور اس کو بہت پیارا ہے

تا بُود بر خوانِ حوراں دیو نیز
تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز
پھر وہ تخت اس کی جان کیلئے باعثِ عبرت بنے

ہمچو دلق و چارتے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لئے گدڑی اور چپل

تا بداند درچہ بُود آں مبتلا
تاکہ اسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟

از کجا ہا در رسید او تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک[3] را و نطفہ را و مضغہ را
خاک اور نطفہ کو اور مضغہ کو

پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟

کہ ازاں آید ہمی خصر لقیت
کہ اس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اس کے زمانہ میں اس کا عاشق تھا

منکرِ ایں فضل بُودی آں زماں
اس وقت اس فضیلت کا منکر تھا

---

[1] پس سلیمان ع۔ جب حضرت سلیمان پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہو گئی تو انھوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منگوانا چاہیئے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ چوں۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر برآمد۔ جب سورج طلوع کر آتا ہے تو وہ ستارے جو برجِ عقرب میں دُمِ عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں اسکی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ انتقال یعنی اپنے یہاں اس کو منتقل کرا لینا چاہیئے۔

[2] کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچکانہ فعل تھا۔ سہل۔ جنوں کے ذریعہ اسکو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تا بُود۔ اُخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود رہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور انکو جا کر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تختِ بلقیس کے لئے باعثِ عبرت ہوگا کہ اسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ آزمائی۔ پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

[3] خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اسکی ابتدا ان چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی اسکو شرم آتی ہو قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اسکو نطفہ کیا پھر نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے مضغہ بنایا پھر بنے اسکو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت کی ترقی کر رہا منکر تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایں[1] کرم چوں دفعِ آں انکار تست
یہ کرم گویا اِس انکار کا رَد ہے
کہ میانِ خاک می کردی نخست
جو تُو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شد انشارِ تو
تیری پیدائش تیرے اِنکار کے خلاف دلیل ہوگئی
از دوا بد تر شد ایں بیمارِ تو
تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویر ایں کار از کجا
مٹی سے اِس کام کا تصوّر کہاں؟
نُطفہ را خصمی و انکار از کجا
نُطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بدی
چونکہ تو اُس وقت بغیر دل اور سر کے تھا
فکرت و انکار را منکر بدی
تو فکر اور انکار کا مُنکر تھا

ہم ازیں انکار حشرت شد درست[2]
تیرے اِسی اِنکار سے تیرا حشر ثابت ہوگیا
از جمادی چونکہ انکارت بُرست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا

کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
کہ اُس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے
پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست
پس تیری مثال اُس زنجیر ہلانے والے کی سی ہے

پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہوگا
حلقہ کن نزنیست دریابد کہ ہست
زنجیر ہلانے والا اِس انکار سے سمجھ لیگا کہ وہ ہے

کز جمادی او حشرِ صد فن می کند
کہ وہ مٹی سے سو طرح حشر کر دے گا
پس ہم انکارت مُبیّن می کند[3]
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے

آب و گِل انکار زاد از ھل اَتیٰ
مٹی اور پانی سے "ہل اَتیٰ" کا انکار سرزد ہوا
چند صنعت رفت اے انکار تا[4]
چند کاریگریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟

بانگ می زد بے خبر کا خبار نیست
بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے
آب و گِل می گفت خود انکار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ اِنکار نہیں ہے

لیک خاطر لغزد از گفت دقیق
لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے
من بگویم شرحِ ایں از صد طریق
میں اِس کی سو طرح سے تشریح کر دیتا

---

[1] ایں کرم۔ انسان کو اِس قدر فضیلت دینا اُس انکار کا دفعیہ ہے جو اُس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ اَنشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے قدمی کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے قدمی کی تردید بنگیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد صرف اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نُطفہ۔ یہ انسان نُطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اُس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ در آں دم۔ یعنی نُطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس اِنکار کی صلاحیت نہ تھی۔

[2] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اِس بات کی دلیل ہوگئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے۔ حلقہ زن۔ تیرا یہ اِنکار خود حشر کا اِقرار اِسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اِس کا یہ اپنے ہونے کا اِنکار خود ہونے کا اقرار ہے۔ پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اِس مرتبہ تک پہنچا

[3] کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو تسلو دلائل سے ثابت کر رہا ہے ——— [4] چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کسقدر کاریگریاں ہیں اُنکے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکیگا مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ اُسنے سورۂ ہل اَتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گِل کا مرتبہ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے، گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔ من بگویم۔ میں اِس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنجاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

552

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شرحِ آں رالب بہ بستم اے کیا
اے بزرگ! میں نے اہلی تشریح سے خاموشی اختیار کرلی

بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا
سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونیکے (قصہ کیلئے)

چارہ کردنِ سلیمانؑ دراحضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کے لئے بلقیس کے آنیسے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکرِ عیاں
پھر (حضرت) سلیمانؑ نے صاف طور پر لشکر سے کہا

تختِ اُو را حاضر آرید اندریں زماں
اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن
ایک جن نے کہا کہ اُس کے تخت کو ہُنر سے

حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن
آپکے اِس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کردونگا

گفت آصف من بہ اسمِ اعظمش
آصف نے کہا میں اُس کو اسمِ اعظم کے ذریعہ

حاضر آرم پیشِ تو در یک دمش
اُس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردونگا

گرچہ عفریت اُوستادِ سحر بود
اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا

لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود
لیکن وہ آصف کے دَم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں
بلقیس کا تخت فوراً آگیا

لیک آصف نز فنِ عفریتیاں
لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہُنر سے

گفت[2] حمد اللہ بریں و صد چنیں
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اِس جیسی سینکڑوں نعمتوں پر اللہ کی

کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں
جو میں نے ربّ العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت
پھر (حضرت) سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا

گفت آرے گول گیری اے درخت
فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگ نقش کند
لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے

اے بسا گولاں کہ سر ہا می نہند
بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر
سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں

دیدہ از جاں جُنبشے واندک اثر
اس نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ
جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اُس نے دیکھا

کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ
کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بنا موضع بباخت
چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی

شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت
پتھر کے شیر کو بدبخت، شیر سمجھا

---

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کردونگا۔ آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسمِ اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردونگا اگرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دَم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اُس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اُس کو درخت کے لفظ سے خطاب کرکے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بُتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بُت کے پجاری اور بُت دونوں روح سے بے خبر ہیں اِن مجسموں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنسے حرکت یا بات کا صدور ہوجاتا ہے۔ نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بُت کو حقیقی فیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از کرم[1] شیرِ حقیقی کرد جود — استخوانے سوی سگ انداخت زود

حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کردی — فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ برقوام — لیک ما را استخواں لطفے ست عام

کہا اگرچہ وہ کتا راہِ راست پر نہیں ہے — لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصۂ یاری خواستن حلیمہ[2] رضی اللہ عنہا از بتان چوں عقیب فطام

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بتاں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کردیا تھا — اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا

و گواہی دادن ایشاں بر عظمت کارِ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ رازِ حلیمہ رضؓ گویمت — تا زداید داستانِ اُو غمت

میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں — تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کردے

مصطفیٰ[3] را چوں ز شیر اُو باز کرد — بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد

(حضرت) مصطفیٰ کا جب انھوں نے دودھ چھڑایا — اُن کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانیدش[4] از ہر نیک و بد — تا بسپارد آں شہنشہ را بجدّ

وہ اُن کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی — تاکہ اُن شہنشاہ کو دادا کے سپرد کردے

چوں ہمی آورد امانت را ز بیم — شُد بکعبہ و آمد او اندر حطیم

جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی — کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کای حطیم — تافت بر تو آفتابے بس عظیم

ہوا کی جانب سے آواز سُنی کہ اے حطیم! — تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زود — صد ہزاراں نور از خورشیدِ جود

اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئینگے — لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت — محتشم شاہے کہ پیکِ اُوست بخت

اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے — وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی — منزلِ جانہائے بالا می شوی

اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو — تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

---

[1] از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے استدراج کے لئے بُتوں سے اس طرح کی کرامات ظاہر کرادیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بُتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لئے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔

[2] حلیمہ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بُتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔

[3] بر کفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہوچکا تھا اس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

[4] می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت پر اُن کے دادا کے سپرد کریں۔ جدّ۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سُنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیلؑ وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا اب از سرِ نو شروع ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانِ پاکاں طُلب[1] طُلب وجُوق جُوق
پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ

آیدت از ہر نواحی مستِ شوق
شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئیں گی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا
حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی

نے کسے در پیش نے سوئے قفا
نہ کوئی سامنے تھا نہ گدی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت وین ندا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز

شد پیاپے آں ندا را جاں فدا
پے در پے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مُصطفیٰؐ را بر زمیں بنہاد اُو
اُس نے (حضرت) مُصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا

تا کُند آں بانگِ خوش را جستجُو
تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو
وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی

کہ کُجا است آں شہِ اسرار گُو
کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کانچنیں بانگِ بُلند از چپ و راست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے

می رسد یارب رسانندہ[2] کجاست
آ رہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شد
جب اُنھوں نے نہ دیکھا حیران اور ناامید ہو گئیں

جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شد
بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سُوئے آں طفلِ رشید
وہ اُس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں

مُصطفیٰؐ را بر مکانِ خود نہ دید
مُصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش
اُس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی

گشت بس تاریک از غم منزلش
غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سُوئے منزلہا دوید و بانگ داشت[3]
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی

کہ کہ بر دُردانہ[4] ام غارت گماشت
کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکّیاں گفتند ما را علم نیست
مکّہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے

مانَد اِنستیم کانجا کُودکے ست
ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد و بس فغاں
اُس نے اِس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی

کہ از و گریاں شُدند آں دیگراں
کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خویش
جھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی

کاخر آں گریاں شُدند از گریہ اش
کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

---

[1] طُلب: تلب، جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا: یعنی غیبی آواز۔ مُصطفیٰؐ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اُتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آ رہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔

[2] رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ حیران۔ شاخِ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضورؐ۔ از غم یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا۔ یعنی مکے کے مکانات۔

[4] دُردانہ۔ موتی۔ گفتند۔ ہمیں تو اس بچّہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اُس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہؓ اس رنج میں اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رُلا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حکایت آں پیر عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را باستعانت[1] از بتاں

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیر مردے پیش آمد با عصا
ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا

کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا
کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش ز دل افروختی
کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے

ویں جگرہا را ز ماتم سوختی
اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را رضیعم معتمد[2]
اُس نے کہا میں احمدؐ کی معتمد دایہ ہوں

پس بیاوردم کہ بسپارم بجد
میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں

می رسید و می شنیدم از ہوا
آئیں اور میں نے ہوا میں سے سُنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سُنیں

طفل را بنہادم آنجا زاں صدا
اُس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو زمین پر بٹھا دیا

تا بہ بینم ایں ندا آواز کیست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟

کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز[3] کسے دیدم بگرد خود نشاں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا

نہ ندای منقطع شد یک زماں
نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ واگشتم ز حیرانی تہائے دل
جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی

طفل را آنجا ندیدم وائے دل
میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندوہ مدار
اُس نے اس سے کہا اے بیٹا! غم نہ کر

کہ نمایم مر ترا یک شہریار
میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حال طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا

او بداند منزل و ترحال طفل
کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا
تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو

مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا
تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر
ہاں اُس شاہ نظر کو مجھے دکھا دے

کش بود از حال طفل من خبر
جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

---

[1] استعانت۔ مدد۔ باعصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ رضیع یعنی مُرضعہ، دودھ پلانے والی، آتا۔

[2] معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو نہیں لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ۔ طفل۔ یعنی آنحضورؐ۔ آنجا۔ یعنی حطیم۔ کہ ندا۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔

[3] نز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اُس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ ترحال۔ سفر۔

556

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰ کایں صنم — ہست در اخبارِ غیبی مُغتنم

وہ اُس کو عُزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت — غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گم شدہ زو یافتیم — چوں بخدمت سوئے اُو بشتافتیم

ہم نے ہزاروں گمشدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں — جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجود و گفت زود — اے خداوندِ عرب وے بحرِ جود

بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا — اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکرامہا — کردۂ تا رستہ ایم از دامہا

اُس نے کہا اے عُزّیٰ! تو نے بہت سے کرم — کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اکرامِ تو — فرض گشتہ تا عرب شد رامِ تو

تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے — جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از امیدِ تو — آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو

یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر — تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ از و فرزندِ طفلے گم شدہ ست — نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست

کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے — اُس بچے کا نام محمدؐ ہے

چوں محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں — سرنگوں گشتند و ساجد آں زماں

جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت — فوراً اوندھے منہ اور سجدہ کرنیوالے ہو گئے

کہ بر و اے پیر ایں چہ جستجو ست — آں محمدؐ را کہ عزلِ ما از و ست

کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟ — اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

مانگون و سنگسار ایم از و — ما کساد و بے عیار ایم از و

ہم اُس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں — ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں خیالاتے کہ دیدندے زما — وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا

وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں — اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گم شود چوں بارگاہِ اُو رسید — آب آمد مر تیمم را درید

گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا (بار کا وقت) آگیا ہے — پانی آگیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز — ہیں ز رشکِ احمدیؐ مارا مسوز

او بوڑھے! دُور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا — خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

---

۵۱ عُزّیٰ۔ مکہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ماہزاراں۔ ہم نے اسکے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے یعنی عُزّیٰ تاتار تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مطیع ہے۔

۵۲ چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بُتاں۔ عُزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے۔ کہ بر و۔ اُن بُتوں نے کہا کہ اس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ ہمارے اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔

۵۳ آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دور شو۔ اُس عزّیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ خوشک آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دُور شو بہرِ خدا اے پیرِ تو
اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو

تا تنسوزی ز آتشِ تقدیرِ تو
تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِ اژدہا افشردن است
یہ کیا اژدہے کی دُم دَبانا ہے؟

ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شد دلِ دریا و کاں
اِس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے

زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اِس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں شنید از سنگہا پیر ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں

پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اُس پُرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس ز لرز و خوف و بیم آں ندے
اُس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے

پیر دندانہا بہم بر می زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان

اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں در آں حالت بدید آں پیر را
جب اُس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا

زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
اُس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا گرچہ من در محنتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں

حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے

ساعتے سنگم ادیبی می کند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے

سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ طفلم را ربودہ غیبیاں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں

غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟

من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب بہ بست
اُسکی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیئے ہیں

ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
(بس) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

---

۵۱ تا تنسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔
... دمِ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔
دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑ جائیگی۔
ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑ جائیں گے۔
۵۲ چوں شنید۔ بوڑھے نے جب کی یہ باتیں سُن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی مجنونی کی باتیں۔ گفت حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔
بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سُنی تھیں۔
۵۳ گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر بگویم[1] چیز دیگر من کنوں — خلق بندندم بزنجیر مجنوں

اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں — لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش — سجدۂ شکر آر و رُو را کم خراش

بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا — شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ او — بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہوگا — بلکہ عالم اُس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس — صد[2] ہزاراں پاسبانست و حرس

ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اسکے آگے اور پیچھے — لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ دو فنوں — چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں

تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنر مند بت — تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہو گئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں — پیر گشتم من نہ دیدم زیں چنیں ایں

یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے — میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں لہ زدہ[3] — تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت

اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے — گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی!

سنگ[4] بے جرم ست در معبودیش — تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش

اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں — تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر اینچنیں ترساں شدست — تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست

جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے — تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب از گم

آنحضورؐ کے دادا عبد المطلب کو حلیمہ سعدیہ کے آنحضورؐ کو گم کر دینے کی

کردنِ حلیمہ رض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گرد

خبر ملنا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے

شہر و نالیدنِ او بر در کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از

دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر

درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

سے آواز کا سننا اور اُن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینا

[1] گر بگویم۔ اگر وہ ایسی باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رُو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کرو گم نہ ہونگے بلکہ عالم اُن کی عظمت میں گم ہو جائیگا

[2] صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ تو نے نہیں دیکھا وہ ہنر مند بت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

[3] سنگ۔ بت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مضطر یعنی بت۔ جدِ مصطفیٰ۔ جناب عبد المطلب۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں خبر یابید جدِّ مصطفیٰؐ
جب مصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی

از حلیمہؓ وز فغانش برملا
حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وز چناں بانگِ بلند و نعرہا[1]
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے

کہ بہ میلے می رسید از وے صدا
کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبد المطلب دانست چیست
فوراً عبد المطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے

دست بر سینہ ہمی زد می گریست
سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کیساتھ آئے

کائے خبیر از سرِّ شب وز رازِ روز
کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جاننے

خویشتن را من نمی بینم فنے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں

تا بُوَد ہمرازِ تو ہمچوں منے
کہ (جس میں) مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں

تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بُوَد
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو

یا بآشکم دولتے خنداں شوَد
یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اُٹھے

لیک[2] در سیمائے آں دُرِّ یتیم
لیکن اُس دُرِّ یکتا کی پیشانی میں

دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم
اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے، اگرچہ ہم میں سے ہے

ما ہمہ میسم و احمدؐ کیمیاست
ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم درُو
وہ عجائب جو میں نے اُس میں دیکھے ہیں

من ندیدم بر ولی و بر عدُو
میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

انچہ[3] فضلِ تو دریں طفلش داد
تیری مہربانی نے جو اُس کو بچپن میں عطا کیا ہے

کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
کسی نے سو سال کے جہاد کے بعد بھی اُسکی نشاندہی نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں

بر وے اُو دُرّیست از دریائے تو
اُس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمورا می شفیع آرم بتو
میں اُسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں

حالِ اُو اے حال داں با ما بگو
اے حال کے جاننے والے اُسکا حال ہمیں بتا دے

---

[1] وز چناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جاری تھی۔ زود عبد المطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے۔۔۔ خویشتن۔ عبد المطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در۔ یعنی درِ کعبہ۔

[2] لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

[3] انچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمورا۔ میں اُن کو سفارشی بناتا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از درونِ[1] کعبہ آمد بانگ زود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی

که هم اکنوں رُخ بتو خواہد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دیگا

با دو صد اقبال اُو محظوظ ماست
وہ دوسو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیب ور ہے

با دو صد طُلب مَلَک محفوظِ ماست
دوسو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرہ گیہاں کنیم
ہم اُس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے

باطِنش را از ہمہ پنہاں کنیم
اُس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ[2] کاں بُود آب و گِل ما زر گریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زر گر ہیں

گہ گہش خلخال و گہ خاتم بُریم
ہم کبھی اُسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم
کبھی ہم اُس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں

گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم
کبھی اُس کو شیر کی گردن کا پٹّا بناتے ہیں

گہ ترُنج تخت برسازیم ازُو
ہم کبھی اُس سے تخت کے پھول بناتے ہیں

گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
کبھی کشور کشاؤں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاک ما
ہم اِس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں

زانکہ اُفتادست در قعدہ رضا
کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر براجمان ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے ازُو پیدا کنیم
کبھی ہم اُس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں

گہ ہم اُو را پیشِ شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اُس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد[3] ہزاراں عاشق و معشوق ازُو
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق

در فغان و در نفیر و جستجُو
نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کُوریِ آں
ہمارا یہ کام ہے اُس شخص کے اندھے پن کیخلاف

کُو بکارِ ما نَدارد میلِ جاں
جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُو دہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اِس لئے دیتے ہیں

زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
کیونکہ ہم بے سر و سامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اَغبری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے

وز درون دارد صفاتِ انوری
اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے

باطِنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہے

---

[1] از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب اسکا چہرہ دیکھ لوگے محظوظ۔ نصیب ور۔ مطلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری احوال عالم پر کھلے۔ باطنی احوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اُس تک رسائی نہیں ہوسکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

[2] زرِ۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اُسکے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترُنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ تحیتیں شاہے یعنی آنحضورؐ۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اُس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اِسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے اِس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اُس کا باطن پُر انوار ہے جس سے لالہ و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس — باطنش گوید نکو بیں پیش و پس

اُس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں — اُس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

ظاہرش مُنکر کہ باطن ہیچ نیست — باطنش گوید کہ بنمایم بایست

اُس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے — اُس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در جالش اند — لاجرم زیں صبر نصرت می کنند

اُس کا ظاہر اُس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے — لامحالہ اِس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں تُرشرو خاک صورتہا کنیم — خندۂ پنہانش را پیدا کنیم

اِس تُرشرو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں — ہم اُس کی چھپی مُسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ ظاہر خاک اندوہ و بکاست — در درونش صد ہزاراں خندہاست

کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے — اُس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشفِ السِّتریم و کارِ ما ہمیں — کایں نہانہا را برآریم از کمیں

ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے — کہ اِن رازوں کو پوشیدگی سے باہر لے آئیں

گرچہ دُزد از مُنکری تن میزند — شحنہ آں از عصر پیدا می کند

چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو — کوتوال (دباکر) ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا — ما مُقِر آریم شاں از ابتلا

اِن مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں — ہم آزمائش کے ذریعہ اُنکو اقرار کرنیوالا کر دیتے ہیں

بس عجب فرزند کو را بودہ است — لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است

اُس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں — لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شُد زمین و آسماں خنداں و شاد — کایں چنیں شاہے زما و جفت زاد

زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے — کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شُد زمیں چوں آسماں از شادیش — خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش

اُن کی خوشی سے زمین آسمان کیطرح ہوگئی — اُن کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہوگئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش — چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش

اے بہترین مٹی تیرا ظاہر باطن کے ساتھ — چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہرِ حق باشد بجنگ — تا شود معنیش خصمِ بُو و رنگ

جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو — حتی کہ اُس کا باطن بُو اور رنگ کا مخالف ہو

---

۱ ظاہرش۔ اُسکی ظاہری صورت کمالات باطنی کو چھپائے ہوئے اور مُنکر ہے باطن پُر کمالات ہے۔ ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترشرو۔ بد صورت مٹی، حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حُسن کا اظہار ہے۔

۲ زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اُس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف الستریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چُرا کر چرانے کا مُنکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اُس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

۳ بس عجب۔ زمین بہت سے باکمال فرزند جنے لیکن سیدالانبیاؐ جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سیدالکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شُد زمیں۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح نثو زبان بنکر اظہارِ مسرت کیا۔ آزادیش یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اُسکی رمع پُر نور ہوتی ہے اور اُسکا نور ناقابلِ زوال ہوتا ہے۔

562
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ظلمتش با نورِ او شد در قتال — آفتابِ جانش را نبود زوال

اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی — اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر کہ[۵۱] کوشد بہرِ مادر امتحاں — پشت زیرِ پاش آرد آسماں

جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے — آسمان کمر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں — باطنِ تو گلستاں در گلستاں

تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے — تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصداً[۵۲] چوں صوفیانِ رُو ترش — تا نیامیزند با ہر نورکش

وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ تُرشرو ہے — تاکہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول نکریں

عارفانِ رُو ترش چوں خار پشت — عیش پنہاں کردہ در خارِ درشت

تُرشرو عارف سہی کی طرح ہیں — سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد و رد آں رفاش — کاے عدوِّ دُز دازیں در دُور باش

باغ نے پھول کو چھپالیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے — کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خار پشتا خار حارس کردۂ — سر چو صوفی در گریباں بُردۂ

اے سبی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے — صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو — گم شود زیں گلرخانِ خار خو

تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں — داخل نہو اِن پھول چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ[۵۳] تو گرچہ کہ کودک خو بدست — ہر دو عالم خود طفیلِ او بدست

تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے — دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدو زندہ کنیم — چرخ را در خدمتش بندہ کنیم

ہم دنیا کو اُس کے ذریعہ حیات بخشیں گے — آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنادیں گے

نشان خواستنِ عبد المطلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المطلب کایندم کجاست — اے علیمُ السِّر نشاں دہ راہِ راست

(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟ — اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتادے

۵۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اُس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔

ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۵۲ قاصداً۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیا دار اُس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں

باغ۔ اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہیں۔

گلرخاں۔ یعنی دنیا دار۔

۵۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق عالم ہیں۔

زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضورؐ اس وقت کہاں ہیں اُن کا سیدھا راستہ بتادے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از درونِ کعبہ آوازش رسید
کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی

گفت اے جوینده طفلِ رشید
اُس نے کہا اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنیوالے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں
غیبی آواز نے اُن سے کہا غم نہ کر ابھی

باتو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں
میں تجھے اُس شاہِ جہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت
فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے

پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت
تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہو گئے

در رکابِ اُو امیرانِ قریش
قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے

زانکہ کہ جدّش بود زاعیانِ قریش
کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں سے تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ
اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک

مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ
رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار رہے ہیں

ایں[۵۲] نسب خود پوست اُو را بودہ است
یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے

کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است
کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ اُو خود از نسب دور و رست و پاک
اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے

نیست جنسش از سمک کس تا سماک
سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود
اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے

خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود
اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمتریں[۵۳] خلعت کہ بدہد در ثواب
وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے

برفزاید بر طراز آفتاب
وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیہ قصہ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں
اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ

بر لبِ دریایِ یزداں دُر بچیں
اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی
تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں

تو بمُردارے چہ سلطانی کنی
تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

خیز بلقیسا بیا دولت نگر
اے بلقیس! اُٹھ، آجا اس بادشاہی کو دیکھ

جاوداں از دولتِ ما برخور
ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

۵۱ آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت۔ خواجہ عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم۔ میدانِ جنگ۔ بزم۔ محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

۵۲ ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مغز۔ آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد۔ یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

۵۳ کمترین۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہِ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیا فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مُردار۔ حدیث میں ہے "الدُّنیا جیفۃٌ" دنیا مُردار ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خواہرانت راز بخششہائے راد — ہیچ میدانی کہ آں سلطان چہ داد

تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے — تو کچھ جانتی ہے کہ اُس شاہ نے (اُنکو) کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جود — ہر دمے بردار بے سرمایہ سود

اے بلقیس! اُٹھ سخاوت کے سمندر میں آجا — ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب — بر تو چوں خوش گشت ایں[1] رنج و تعب

تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں — یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بنگئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو — وز ہمہ مُلکِ سبا بیزار شو

اے بلقیس! اُٹھ نیک بختی کی یار بنجا — اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہوجا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن — کہ منم شاہ و رئیس گولخن

تو خوشی میں اُس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے — کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ او در طلبِ دنیا و غفلتِ او از دولتِ روحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند و نعرہ زناں کہ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اُسکی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اُس کی غفلت کی مثال جو روحانی اُسی جیسے ہیں اور نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں[2] سگے در کو گدائے کور دید — حملہ می آورد و دُنبش می درید

ایک کُتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا — اُس پر حملہ کردیا اور اُس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را و لے بارِ دگر — شد مکرّر بہرِ تاکیدِ خبر

ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ — بات کی تاکید کے لئے مکرّر ہوا ہے

کور[3] گفتش آخر آں یارانِ تو — بر کہ اند ایندم شکار و صید جو

اندھے نے اُس سے کہا آخر تیرے دوست — اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو در کوہ می گیرند گور — در میان کوی می گیری تو کور

تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے — تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور — آبِ شوری جمع کردہ چند کور

اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے — تو کھاری پانی ہے تو نے چند اندھے جمع کرلئے ہیں

[1] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بستی کو سلطنت سمجھ کر اُس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

[2] آں سگے۔ دنیا دار کی مثال گلی کے اُس کُتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کُتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرّر کہہ رہے ہیں۔

[3] کور۔ اندھے نے کُتے سے کہا دوسرے کُتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چیٹ رہا ہے۔ ترک۔ کُتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو عبرت دلائی ہے۔ آبِ شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مُریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کرلیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کایں مریدانِ من و من آبِ شور
کہ یہ میرے مُرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں

می خورند از من ہمی گردند کور
وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[1] خود شیریں کن از بحرِ لدُن
لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے

آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکن
بُرے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر
اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ

تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
تو کُتّے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں بنا ہے

گورچہ از صیدِ غیرِ دوست دُور
گورخر کیا ہوتا ہے، وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں

جملہ شیر و شیر گیر و مست نور
مجسم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور مست ہیں

در نظارہ صید و صیادیِ شہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں

کردہ ترکِ صید و مُردہ در رَوَہ
شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[2] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار
اُن کو دوست نے مُردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے

تا کُند او جنسِ ایشاں را شکار
تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مُضطر اندر وصل و بین
مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے

خواندہ اَلقلبُ بَینَ الاِصبَعَین
تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اَش اہرآں کو شد شکار
اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا

چوں بہ بیند شد شکارِ شہریار
جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ او زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت
جس نے اُس مُردہ پرند سے رُوگردانی کی

دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت
اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[3] او منگر بمُرداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر

عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است
میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے

صورتِ من شبہِ مُردہ گشتہ است
میری صورت مُردے کے شابہ ہوگئی ہے

جُنبشم زیں پیش بود از بال و پر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی

جُنبشم اکنوں ز دستِ دادگر
اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

---

[1] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کرا دراُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدُن۔ یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو اُٹھنے پر لگا ہے۔ گورچہ۔ مردانِ حق کو گورگیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالبِ خدا ہیں وہ مجسم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[2] ہمچو مرغِ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو جنس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں، اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبور محض ہوتا ہے۔ یہی حال ان بزرگوں کا ہوتا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ اُس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ دراصل شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ او۔ جو جانور اُس مردہ جانور سے کنارہ کشی کریگا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہیگا۔

[3] گوید او۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونیکو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونیسے بچائے ہوئے ہے صورت من۔ فقرو فنا کیوجہ سے میں مُردے کی صورت میں ہوں۔ جُنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ کے تھی اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جُنبشِ[1] فانیم بیروں شُد ز پوست
میری فنا ہونیوالی حرکت کھال سے باہر ہوگئی ہے

مجنبشِ باقیست اکنوں چوں ازوست
اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اسکی جانب سے ہے

ہر کہ کج جُنبد بہ پیشِ جُنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے

گرچہ سیمرُغ است ز اَرشش می کُشم
خواہ وہ سیمرغ ہو میں اُس کو بری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندہ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ

در کفِ شاہم نگر گر بندہ
اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰ از کرم
حضرت عیسیٰ نے کرم سے مردہ کو زندہ کردیا

من بکفِ خالقِ عیسیٰ دَرم
میں (حضرت) عیسیٰ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے[2] بمانم مُردہ در قبضہ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں

بر کفِ عیسیٰ مدار ایں ہم روا
(حضرت) عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کرلی

از دَرم من اُو بماند جاوداں
میرے دَم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شُد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مُرد
(حضرت) عیسیٰ سے زندہ ہوا لیکن پھر مرگیا

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپُرد
وہ قابلِ مبارکباد ہے جسنے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کردی

من[3] عَصایم در کفِ موسیٰ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں

موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مُسلماناں پُلِ دریا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہوجاتا ہوں

باز بر فرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدھا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا! اِس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ

کہ عصا بے کفِ حق نبُود چنیں
کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کوز دَرد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے دَرد کیساتھ

طُنطُنہ جادو پرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عَصا بُد باد بر اَعدائے ہُودؑ
(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی

کہ برآورد از بقیہ عاد دُود
جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھویں اڑادیئے

ہم عَصائے بُود پیشہ در نبرد
پتھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا

کُو برآورد از سرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سر سے دھول اُڑادی

---

[1] جنبشِ فانیم: جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرلیتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہوجاتے ہیں یہی کہ فقراء کا انتقام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملادیتا ہے۔ یہی فنا فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اُس سے افعال کا صدور کراتا ہے۔ مُردہ۔ حضرت عیسیٰ مُردے کو زندہ کردیتے تھے تو حضرت عیسیٰ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کردے گا۔

[2] کے بمانم: حضرت عیسیٰ کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شد ز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بادیں عیسیٰ۔ اگر اِس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

[3] من عصایم: یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں یعنی میں اہلِ حق کیلئے باعثِ نجات اور کفار کیلئے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا یعنی فرعون کا دریائے نیل۔ موج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر عصا[1] ہائے خدا را بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں

زرقِ ایں فرعونیاں را بر درم
ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہے ہر مند
لیکن اس زہرملی شیریں گھاس کو

ترک کُن تا چند روزے می چرند
چھوڑ دے، تاکہ چند روز چر لیں

گر نباشد جاہِ فرعون و رَے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو

از کُجا یابد جہنم پرورے
(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کُن آنگہش کُش اے قصاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر

زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کُتے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے

پس بمُردے خشم اندر مردماں
تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصم افگناں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے

کے زید میرد ز نورِ مومناں
کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہیئے

تا زید ورنہ رحیمی بکُشدش
تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھادے

گر بماندے لُطفِ بے قہر و بدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی

پس کمالِ بادشاہی کے شُدے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں
اُن منکروں نے مذاق اُڑائی ہے

بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
اہلِ ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکُن ہم ریشخند
اگر چاہے تو بھی مذاق اُڑا

چند خواہی زیست اے مُردار چند
اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا؟

شاد[3] باشید اے محبّاں در نیاز
اے دوستو! نیازمندی میں خوش رہو

بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اُس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دگر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے

در میانِ باغ از سیر و گبر
باغ میں لہسن اور گبر کی

اور اُس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حویجی۔ مولانا نے اس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کُردے۔ کاف کے ضمہ سے، کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ گبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خربوزہ میں پیدا ہوتا ہے اُسکا اچار ڈالا جاتا ہے مولانا مخلص اور منافق کے سلوک کو جدا گانہ کرکے سمجھا رہے ہیں۔

[1] عصا ہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ ان فرعونوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں، مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کُجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اسکی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اُٹھاتے رہیں اور اُن کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لینگے"۔ کلاب۔ دوزخ کے کُتے اُن کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کیلئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مر جائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اس کیلئے اِن دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ غضب نہ ہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے منکر، اہلِ ذکر کا مذاق اُڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اُڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر یکے[1] با جنسِ خود در کردِ خود
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں

از برائے پختگی نم می خورد
پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران

باش و آمیزش مکن با دیگراں
رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے

زعفرانی اندریں حلوا رسی
تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش
تو شلجم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال

کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش
تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے او بکردے مودعہ
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں کھا ہوا ہے

زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ
کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری
خصوصاً وہ زمین (جیسی) وسعت کی وجہ سے

در سفر گم می شود دیو و پری
دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں[2] بحر و بیاباں و جبال
اُن سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں

منقطع می گردد او ہم و خیال
اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او
یہ جنگل اُس کے جنگلوں میں

ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو
اس طرح ہیں جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیرستش نہاں
پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اُس کی رفتار پوشیدہ ہے[3]

تازہ تر خوشتر ز جوہائے رواں
جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کو درونِ خویش چوں جان و روان
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح

سیرِ پنہاں دارد و پائے رواں
پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر

اے خطیب ایں نقش را کم زن بر آب
اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازار یست تیز
اے بلقیس! اُٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے

زیں خسیسانِ کساد افگن گریز
اِن ٹوٹنے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

[1] ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیئے۔ آب می خور۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کر تاکہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیئے شلغم کی کیاری کا رُخ کریگا تو اُس میں اُس کی خاصیت آجائیگی تو بکردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط وملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالمِ غیب کی سرزمین تو اِسقدر وسیع ہے کہ اُس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں

[2] اندراں۔ عالمِ غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وُسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اُس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا مرکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے

[3] کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہونگی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو عمل کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت

569
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خیز بلقیسا کنوں با[۵۱]اختیار — پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار

اے بلقیس! اب اُٹھ (جبکہ) بااختیار ہے — اُس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل — در نگر شاہی و مُلکِ بے دَغل

اے بلقیس! اُٹھ، موت سے پہلے آجا — بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز — اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز

اے بلقیس! اُٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر — اِس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مُستہ با قضا — ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا

اے بلقیس! اُٹھ اور قضا (اور ندی) سے نہ بھڑ — ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچنا[۵۲] — کہ چو دُزد آئی بشحنہ جاں کنا

اُس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی — کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئیگی

زیں خراں تا چند باشی نعل دُزد — گر ہمی دُزدی بیا و نعل دُزد

تو اِن گدھوں کے نعل کب تک چُرائے گی؟ — اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور نعل چُرا

خواہرانت یافتہ مُلکِ خلود — تو گرفتہ مُلکتِ کور و کبود

تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلی — تو بے نور اور نیلا ایک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے[۵۲] خُنک آنجاں کزیں مُلکیت بجست — کہ اَجل ایں مُلک را ویراں کرست

وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جس نے اِس سلطنت کو چھوڑ دیا — کیونکہ موت اِس سلطنت کو ویران کردینے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں — مُلکتِ شاہان و سلطانانِ دیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اب دیکھ — دین کے اُمراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں — ظاہراً خارے میانِ دوستاں

وہ حقیقت باغ میں بیٹھا ہوا ہے — بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بُوستاں[۵۳] با اُو رواں ہر جا رود — لیک آں از خلق پنہاں می شود

جہاں وہ جاتا ہے باغ اُس کے ساتھ جاتا ہے — لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کُناں کز من بچر — آبِ حیواں آمدہ کز من بخور

پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا — آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کُن بر فلک بے پر و بال — ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال

بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر — سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کیطرح

۵۱ با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے بااختیار ہے۔ درنگر یعنی عالمِ آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مُستہ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا نہ کر۔ بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیاداروں کی پابوسی نہ کر۔ نعل۔ حکمت کے معنی گوہر۔ خواہرانت یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

۵۲ اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہوکر ابدی سلطنت حاصل کرلے وہ مبارکبادی کے قابل ہے شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اُخروی سلطنت حاصل کرلی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آرہا ہے۔

۵۳ بوستاں۔ اُسکے کمالات کا باغ اُس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اُس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اُس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

5765

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[۵۱] رواں باشی روان را پا نہ
تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے

می خوری صد لوت و لقمہ خا نہ
تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبانیوالی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا

نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی

ہم[۵۲] تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت
تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی

ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیبہ ہوگی

گر تو نیکو بختی و سُلطان رفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم

بخت غیرِ تُست روزے بخت رفت
نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہوجائیگا

تو بماندی چوں گدایاں بے نوا
تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی

دولتِ خود ہم تو باش اے مُجتبیٰ
اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہوگی

پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی
تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟

تو ز خود کے گم شوی اے خوشخصال
اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟

چونکہ عین تو تُرا شد مُلک و مال
جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

بقیہ[۵۳] قصہ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو مکتوں کی وجہ سے خدا کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ
تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت
اُس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی

بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت
اُن نیک بخت نبی، سلیمانؑ کے پاس

اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز
اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا

لشکرِ بلقیس آمد در نماز
بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہوگیا ہے

چونکہ او بنیادِ آں مسجد نہاد
جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی

جن و انس آمد بدن در کار داد
جن و انس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

آواز آئی۔ لشکرِ بلقیس۔ یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔
چونکہ او۔ یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد۔ یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر
جن اور انس پر تھی۔

---

۵۱ چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمے چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۵۲ ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود ملکہ ہوگی خود لشکر اور تختِ شاہی ہوگی تو خود نصیبہ ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت ایک چیز ہے اور تو اور چیز مغائرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہوجائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہوجائیگا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

۵۳ بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا۔ بہرحال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہوگئی۔ تخت۔ یعنی تختِ سلیمان کے سامنے سے ہاتفِ غیبی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یک[1] گروہ از عشق و قومے بے مُراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ

ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہشِ نفسانی زنجیر ہے

می کشدشاں سوئے دکان و غلہ
وہ اُن کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و دَلہ
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے

تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ
تو اِن لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے

نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاندشاں سوئے کسب و شکار
وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے

می کشاند شاں سوئے کان و بحار
وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می[2] کشاندشاں سوئے نیک و بد
وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے

گفتِ حق فی جِیدِھَا حَبْلٌ مِّسَد
اللہ نے فرمایا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے

قَدْ جَعَلْنَا الْحَبْلَ فِی اَعْنَاقِھِمْ
بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں رسّی ڈالدی ہے

وَاتَّخَذْنَا الْحَبْلَ مِنْ اَخْلَاقِھِمْ
اور ہم نے رسّی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لَیْسَ مِنْ مُّسْتَقْذِرٍ مُّسْتَنْقِعٍ
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک

قَطُّ اِلَّا طَائِرُہٗ فِی عُنُقِہٖ
ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے

اَخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست
انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں[3] سیاہی فحم در آتش نہاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے

چونکہ آتش شُد سیاہی شد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اَخگر از حرصِ تو شُد فحمِ سیاہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا

حرصِ چوں شُد ماند آں فحمِ تباہ
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں ز حُسنِ کارِ نارِ حرص بُود
وہ حرص کی آگ کے کارنامۂ حُسن کی وجہ سے تھا

حرص رفت و ماند کارِ تو کبُود
حرص ختم ہوگئی اور تیرا کام بدنما ہوگیا

[1] یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کا قلبی رجحان اُن کے لئے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اُس زنجیر کے ذریعہ اپنے رنجب کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ آمدنی پیداوار خوف و دَلہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔ بے سلسلہ۔ قرآنِ پاک میں ہے مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا "نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے"۔

[2] می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فِی جِیدِھَا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے۔ مولانا نے یہاں رسّی سے وہی خواہشِ نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کرتے ہیں مُراد لی ہے۔ مُستقذِر۔ پلید، گنہگار۔ مُستنقِع۔ اس میں مُتعفّی تھا، پاک و صاف۔ طائرہ۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ جرص۔ انسان کی حرص اسکے بُرے عمل کو خوشنما کرکے پیش کردیتی ہے جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنادیتی ہے۔

[3] آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اسکو سُرخ بنادیتی ہے جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن نمودار ہوجاتا ہے۔ مگر یہ بھی حرص کی وجہ سے تھا حرص ختم ہوئی کوئلہ کا کالا پن ظاہر ہوگیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غورہ[1] را کہ بیارایند غول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے

پختہ پندارد کسے کو ہست گول
وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او
جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہے

کُند گردد ز آزموں دندانِ او
آزمائش سے اُس کے دانت کُند ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود
ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا

عکسِ غول حرص و آں خود دام بود
حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جُو
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ

چوں نماند حرص ماند نغز او
جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغزند نہ از عکسِ غیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے

تاب[2] حرص ار رفت ماند تابِ خیر
حرص کی چمک اگر چلی جائے، نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ حرص از کارِ دنیا چوں برفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے

فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت
ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے

تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

چون ز کودک رفت آں حرصِ بدق
جب بچے میں سے اُس کی وہ بُری حرص جاتی رہی

بر دگر اطفال خندہ آیدش
دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں
کہ میں نے کیا کیا تھا اِس میں کیا سمجھا تھا؟

خَل[3] ز عکسِ حرص بنمود انگبیں
حرص کے پرتو سے، سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی

زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
اِسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا مسجد بر آوردہ کرام
شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں

لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
لیکن اُن کا مسجدِ اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کش ہر دمے عزّے فزود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے

آں ز اخلاصاتِ ابراہیم بود
یہ (حضرت) ابراہیمؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست
اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے

لیک در بنّاش حرص و جنگ نیست
لیکن اُس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

[1] غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتہ چلے گا اور دانت کُند ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کارِ خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا۔ تاب۔ چمک۔

[2] تابِ حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اِس حرکت پر ہنستا ہے۔

[3] خل۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجدِ اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضلِ آں مسجد یعنی مسجدِ حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اخلاص سے مسجدِ حرام کی تعمیر کی تھی کسی حرص اور مقابلہ میں تعمیر نہیں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

۱؎ نے کُتب شاں چوں کتابِ دیگراں
نہ اُن کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کیطرح ہیں
نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ اُن کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

نے ادب شاں نے غضب شاں نے نکال
نہ اُن کا ادب نہ اُن کا غصہ نہ عذاب
نے نُعاس و نے قیاس و نے مقال
نہ اُونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت
(اُنہیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں
صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر
اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے
مُرغِ جاں شاں طائر از پرِّ دگر
اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں
اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے
قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مُرغِ شاں را بیضہا زرّیں بدست
اُن کے مُرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں
نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست
اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم
میں (دل) جان سے (اُس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کروں
نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم
(گویا اُس) قوم کا ناقص گو بنکر اُنکی بُرائی بیان کرتا ہوں

۲؎ مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کرام
اے شریفو! مسجدِ اقصیٰ بناؤ
کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام
کیونکہ سلیمانؑ آگیا ہے والسلام

ور ازیں دیوان و پریاں سر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے
جملہ را املاک در چنبر کشند
فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

دیو یک دم کژ رود از مکر و زرق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے
تازیانہ آیدش بر سر چو برق
اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو
تو سلیمانؑ بن جا تاکہ تیرے دیو
سنگ برّند از پئے ایوانِ تو
تیرے محل کے پتھر اُدھو کر لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس دیو
تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بنجا
تا ترا فرماں برد جنّ و دیو
تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

۳؎ خاتمِ تو ایں دلست و ہوش دار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ
تا نگردد دیو را خاتم شکار
تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

۱؎ نے کُتب۔ انبیاء کی ہر چیز انوکھی ہوتی ہے۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِّ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اُس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا۔ یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشمِ باطن ہے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

۲؎ مسجد اقصیٰ یعنی دو ریاستیں میں اور باتیں شروع ہوگئی تعمیر اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کرو۔ دو۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروف کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے اُنکو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ آلگتا ہے۔۔۔ چوں سلیمان۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمان کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

۳؎ خاتم تو حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرالی تھی اور اُسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اُسکی حفاظت

5764

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس سلیمانی کند بر تو مدام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے

دیو با خاتم حذر کن والسلام
دیو انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے

در سر و سرت سلیمانی کنی ست[1]
تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے

لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست[2] مجنباند چو دستِ اولیک
وہ اس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن

در میانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
ان دونوں میں بہت فرق ہے

در بیانِ ایں حدیثِ معنوی
اس بامعنی بات کے بیان میں

یک حکایت بشنو اندر مثنوی
مثنوی میں ایک حکایت سن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیرِ حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے

بر اُمیدِ خلعت و اکرام و جاہ
خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار
شاہ صاحب کرم تھا اس کیلئے حکم دیا ایک ہزار

از زرِ سرخ و کرامات و نثار
اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود
وزیر نے اس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے

دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از چو اُو[3] شاعر و از تو بحر دست
اس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے

دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ
اس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سنایا

تا برآمد عشرِ خرمن از کفہ
یہانتک کہ بچے کھچے مال میں سے خرمن کا دسواں حصہ نکالدیا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش
اسکو دس ہزار اور اس کے مناسب خلعت دی

خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اس کا دماغ شکر و ثناء کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود
پس اس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی

شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

[1] سلیمانی کنی۔ یعنی تیری روح تیرے اندر ہے اگر تو اس کی اصلاح کرے گا وہ سلیمانی کریگی۔ دیو۔ مزدور شیخ کی مثال اس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چرا کر اس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

[2] دست مجنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی مثال صحیح شیخ اور مزدور شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مکرم۔ بخشش کرنے والا۔

[3] از چو اُو۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ۔ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ۔ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا برآمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثناء سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنیکی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس[۵۱] بگفتندش فلان الدین وزیر — آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر

لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدین وزیر نے — جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے اُو یکے شعرِ دراز — برنوشت و سوئے خانہ رفت باز

اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ — لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہُمان نعمائے شاہ — مدح شہ می کرد و خلعتہائے شاہ

بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے — بادشاہ اور اُسکی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

بازآمدنِ شاعر بعد چند سال بامید ہُمان صلہ ہزار دینار

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی اُمید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ برقاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات

اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نصب کردہ بُودند ہم حسن نام شاہ را کہ اینقدر صلہ

بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حسن

سخت بسیار ست و ما را خرجہاست و خزینہ خالیست

تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت سے خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

ومن اُورا بدہ[۵۲] یک ایں راضی کنم

میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کروں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت — شاعر از فقر و عوز محتاج گشت

چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے — شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگی دو دست — جستجوئے آزمودہ بہتر ست

اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت — آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

درگہے را کاز مودم از کرم — حاجتِ نو را ہُمان جانب برم

جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں — نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ اللہ[۵۳] گفت آں سیبویہ — یُولَهُونَ فِی الْحَوَائِجِ هُمْ لَدَیْهِ

سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں — وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلْهَنَا فِی حَوَائِجِنَا اِلَیْكَ — وَالْتَمَسْنَاهَا وَجَدْنَاهَا لَدَیْكَ

اُس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع — اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

کئے ہیں

۵۱ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُس شاعر کو بتایا کہ فلان وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور دل کا حسن ہے اُس نے یہ عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ برقاعدۂ خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

۵۲ بدہ یک۔ یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی اشد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اُس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہو وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

۵۳ معنیِ اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے، سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اُس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور اَلٰہ سے بنا ہے جو دراصل وَلٰہ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک اَلٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یا کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اسکے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صد[1] ہزاراں عاقل اندر وقتِ درد — جملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد

لاکھوں عقلمند درد کے وقت — سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے این کند — بر بخیلے عاجزے گدیہ تند

کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے — کہ عاجز، بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاراں بار پیش — عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش

اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے — عقلمند کب اُس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا — جملۂ پرّندگاں بر اوجہا

بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں — بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ[2] موجہا بازی کناں — ذوق و شوقش را عیاں اندر عیاں

بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں — اسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و خبد و روباہ و شکار نیز — اژدہائے زفت مور و مار نیز

ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی — موٹا اژدھا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار — مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار

بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی — اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں — کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں

یہ آسمان ہر وقت اُس کی خوشامد کرتا ہے — کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تو است — جملہ مطوی یمینِ آں دو دست

میرا استون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے — سب چیزیں اُن دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی

وینِ[3] زمیں گوید کہ دارم برقرار — اے کہ بر آبم تو کردستی سوار

یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ — اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ ازو بر دوختند — دادنِ حاجت ازو آموختند

سب نے تھیلی اسی سے سی ہے — ضرورت پوری کرنا اُس سے سیکھا ہے

ہر نبی از وے برآوردہ برات — اِستَعِینُوا مِنہُ صَبراً وَالصَّلات

ہر نبی نے اُسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے — کہ اُس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

---

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اُس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیّان۔ بدلہ دینے والا فلیو۔ احمق گدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتیں تو کیوں اُس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اُسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ خبد۔ شیر۔ مایہ زو یابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اُسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اُس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے بِکِلْتَا یَدَیَّ رَبِّی یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔

[3] وینِ زمین۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو اُن کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ۔ وستاویز اِستَعِینُوا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو تو دعا پورا ہو جائے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں از و خواہید نے از غیرِ اُو
خبردار! اُسی سے چاہو نہ کہ اُس کے غیر سے

وز بخواہی از دگر ہم اُو دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا

آنکہ مُعرِض را زر قارُوں کُند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے

بارِ دیگر شاعر از سودائے داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر

مُحسناں باصد عطا و جُود و بر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان ہے

پیشِ شاں[۵۲] شعرے بہ از صد تنگ شعر
اُنکے نزدیک ایک شعر اُون کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بُود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سینکڑوں تدبیروں کی جانب

چوں بنا در گشت مُستغنی ز ناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا

تا[۵۳] کہ اصل و نسل اُو را بر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں

تا کہ کرّ و فرّ و زر بخشیِ اُو
تاکہ اُس کی شان و شوکت اور سخاوت

خلقِ ما بر صُورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہو

آب[۵۱] در یم جو مجو در خشک جُو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

بر کفِ مَیلش سخا ہم اُو نہد
اُس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

رُو بدو آری بطاعت چوں کُند
اُسی کی طرف رُخ کردہ فرمانبرداری کیسا کرے گا؟

رُو بسُوئے آں شہِ محسن نہاد
اُس محسن بادشاہ کی جانب رُخ کیا

پیشِ محسن آرد و بنہد گرد
محسن کو پیش کرتا ہے اور گردی رکھ دیتا ہے

زر نہادہ شاعراں را منتظر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال لاتا ہے

زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بُود
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

جاں نہادہ بر کف از حرص و اَمل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق

در بیانِ فضلِ اُو منبر نہند
اُس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

ہمچو عنبر بُود ہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

وصفِ ما از وصفِ اُو گیرد سبق
ہمارے اوصاف اُس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

۵۱ آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہریں۔ وز بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لئے کہ اُن میں سخاوت کا مادہ اُسی نے رکھا ہے۔ مُعرِض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادتگذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سوما۔ خیال۔ بنہد گرد۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ مُحسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپیہ لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو اُن کو انعام دیں۔

۵۲ پیشِ شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں اُن کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھڑوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اُس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اُس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوئی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سودھندے کرتا ہے۔

۵۳ تا۔ اب اُسکی خواہش ہو کہ شعراء اُس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اُس کی شان و شوکت کی خوشبو میں پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر و حمد کا طالب ہے انسان میں بھی یہ صفت ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست
چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے

آدمی را مدح گوئی نیز خوست
تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مردِ حق کہ در فضل ست چست
خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے

پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست
صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ
اور اگر اہل نہ ہو، اُس جھوٹی ہوا سے

خیک بدریدست کے گیرد فروغ
پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کریگا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق
اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے

سرسری مشنو چو اہلی و مُفیق
اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اُسکی) سرسری نہ سُن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح
یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ انھوں نے اعتراض سُنا

کہ چرا فربہ شود احمد بمدح
کہ احمدؐ تعریف سے موٹے کیوں ہوتے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ ببرد
شاعر اُس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا

شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد
احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محسناں[2] مُردند و احسانہا بماند
احسان کرنیوالے مرجاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں

اے خُنک آنرا کہ ایں مرکب براند
قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مُردند و ماند آں ظلمہا
ظالم مرگئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے

وائے جانے کو کُند مکر و دغا
اُس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خُنک آں را کہ اُو
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے

شُد ز دنیا ماند از وے فعلِ نکو
جو دنیا سے گیا (اور) اُس کا نیک کام باقی رہا

مُرد محسن لیک احسانش نمرد
احسان کرنے والا مرا، لیکن اُس کا احسان نہ مرا

نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد
اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نام[3] نیکِ اُو ز فعلِ نیک داں
اُس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ

پس نمرد است اُو یقیں بنگر میاں
وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کرلے

وائے آنکو مُرد و عصیانش نمرد
اُس پر افسوس ہے جو مرگیا اور اُسکا گناہ نہ مرا

تا نہ پنداری بمرگ اُو جاں ببرد
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مرکر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کُن زانکہ شاعر برگذرد
اُس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر

وام دارست و قوی محتاجِ زر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

---

[1] خاصہ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن کے مداح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو اُن کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ باد دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اُس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ ایں پیغمبر گفت۔ اِس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہوسکی۔ تمرّدُ۔ احسان اور عمل غیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔

[2] محسناں۔ محسن مرجاتا ہے لیکن اُس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اِسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مرجاتا ہے۔ گفت۔ اِن الفاظ کی کوئی حدیث کتبِ حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے۔ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُسْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں صدقۂ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔

[3] نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مرگیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اُس شخص کے مرنے کے بعد بھی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے۔

569
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بُرد شاعر شعر سوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا

برامیدِ بخشش و احسانِ پار[1]
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی اُمید پر

نازنیں شعرے پر از دُرِ درست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پُر

برامید و بوئے اکرام نخست
پہلے سے اکرام کی اُمید اور آرزو پر

شاہ ہم برخوئے خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اُس کیلئے ایکہزار کا حکم دیا

چوں چنیں بُد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اُس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر زجود
لیکن اِس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر

بر بُراقِ عزّ ز دُنیا رفتہ بود
عزت کے بُراق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

بر مقامِ اُو وزیرِ نو رئیس
اُس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم

گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت اخراجات درپیش ہیں

شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

من[2] بر ربعِ عشرِ ایں اے معتنم
اے معتنم! میں اِس کے چالیسویں (حصہ) پر

مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کروں گا

خلق گفتندش کہ اُو از پیش دست
لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ پہلے

دہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اِس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کریگا

بعدِ سلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُورا اندر فشار[3]
اُس نے کہا میں اُس کو تنگی میں دباؤنگا

تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

آنگہ ار خاکش دہم از راہِ من[4]
تب اگر میں اُس کو راستہ کی خاک بھی دونگا

در رُباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتّیوں کی طرح لے جائیگا

ایں بمن بگذار کاُستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اِس معاملہ میں اُستاد ہوں

گر تقاضا گر بُود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثریا گر بپرّد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے

نرم گردد چوں بہ بیند اُو مرا
جب مجھے دیکھے گا نرم پڑ جائے گا

---

[1] پار۔ گذشتہ۔ نازنیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اُسکے موتی جیسے الفاظ تھے ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایکہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ ایں بار۔ اِس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہو چکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اُس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اِس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اِس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

[2] من بر ربعِ عشر۔ اِس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کروں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اُس وزیر سے کہا۔ بعد شکر یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اُس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہو جائے گا۔

[3] آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی نعمت سمجھے گا۔ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں اُستاد ہوں تقاضہ کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اُس کو ٹھنڈا کر دیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اُسکی دوڑ دھوپ کچھ بھی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

580
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت[1] سلطانش برو فرماں ترا ست — لیک شادش کن کہ نیکو گوئی ماست

بادشاہ نے اُس سے کہا جا تجھے اختیار ہے — لیکن اسکو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنیوالا ہے

گفت اُورا دو[2] صد چوں اُو گدا — تو بمن بگذار و فارغ شو شہا

اُس نے کہا اُسکو اور اُس جیسے دو سو فقیروں کو — تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش صاحب اندر انتظار — شد زمستان وے و آمد بہار

پھر اُس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا — جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آگیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود — صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود

شاعر، جتنی بھی اُس کے سامنے ضرورت پیش کرتا — وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر[2] اندر انتظارش پیر شد — بس زبونِ ایں غم و تدبیر شد

اُس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا — اِس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آگیا

گفت اگر زر نہ کہ دشنامم دہی — تا رہد جانم، ترا باشم رہی

اُس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے — تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بنجاؤنگا

اِنتظارم کُشت بارے گو برو — تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو

مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہدے کہ چلا جا — تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پائے

بعد ازانش داد رُبعِ عُشرِ آں — ماند شاعر اندر اندیشہ گراں

اِس کے بعد اُس نے اُس کا چالیسواں حصہ دیا — شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچناں[3] نقدے چناں بسیار بود — ایں کہ دیرا شگفت دستہ خار بود

کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا — یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا مٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آں دستور داد — رفت از دنیا خدا مزدش دہاد

لوگوں نے اُس سے کہا وہ عقلمند وزیر — دنیا سے چلا گیا خدا اُس کو اجر دے

کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا — کم ہمی افتاد در بخشش خطا

کہ اُس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی — عطا کے معاملہ میں اُس سے غلطی نہ ہوتی تھی

ایں زماں اُو رفت و احساں ہم ببرد — اُو بمرد الحق و لے احساں نمرد

اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا — وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحبِ رادو رشید — صاحبِ سلّاخِ درویشاں رسید

ہم سے دانا اور نیکوکار وزیر رخصت ہو گیا — فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آگیا

---

[1] گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اُس کو خوش کر دینا۔ گفت اُورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اُس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گذرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضرورت ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔

[2] شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ اِنتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ رُبعِ عُشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

[3] کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا مٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر جو مضاعف دوگنا۔ ایں زماں۔ بعد، پہلا وزیر حسن اگرچہ مر گیا لیکن اس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔

581
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رو بگیر ایں را و زیں جا شب گریز
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا

تا نگیرد باتو ایں صاحب ستیز[1]
تاکہ یہ جھگڑا لو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت ازو ایں ہدیہ را
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش

بستدیم اے بے خبر از جہدہا
حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں
اُس نے اُن کی طرف رُخ کیا اور کہا اے مشفقو!

از کجا آمد بگویید ایں عواں
بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نام ایں وزیر جامہ کن
اِس کپڑے اُتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟

قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
لوگوں نے کہا اُس کا نام بھی حسن ہے

گفت یارب نام آں و نام ایں
اُس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام

چوں یکے آمد دریغ اے رب دیں
ایک کیسے ہوا! اے دین کے رب! افسوس ہے

آں حسن[2] نامی کہ از یک کلک او
وہ حسن نام والا کہ جسکے ایک قلم کی بخشش سے

صد وزیر و صاحب آمد جود جو
سو وزیر اور صاحب، طالبِ بخشش تھے

ایں حسن کز ریش زشت ایں حسن
یہ حسن کہ اِس حسن کی بدنما داڑھی سے

می تواں بافید اے جاں صد رسن
اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

برچنیں صاحب چو شہ اصغا کند
ایسے وزیر کی بات پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے

شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
وہ ہمیشہ شاہ اور اُس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

ماستنِ بد رای ایں وزیر دُون در افسادِ مروت شاہ بوزیر فرعون یعنی
اِس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی

ہامان در افسادِ قابلیت فرعون پند موسیٰ را علیہ السلام
ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے افساد میں مشابہت

چند[3] آں فرعون می شد نرم و رام
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا

چوں شنیدے او ز موسیٰ آں کلام
جب وہ موسیٰ ؑ سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا

از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
اُس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہامان کہ وزیرش بود او
جب ہامان سے جو کہ اُس کا وزیر تھا

مشورت کردے کہ کینش بود خو
وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ توز تھی

[1] تا نگیرد باتو ایں صاحب ستیز: یعنی یہ عطا لیکر چلا جاؤ ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لیگا۔ تا۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رُو بدیشاں کرد و گفت۔ یعنی شاعر نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سُنا کہ اِس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے بُرے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[2] آں حسن۔ یہ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اُس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اِس قابل ہے کہ اُس کی داڑھی سے رسّیاں بنائی جائیں برچنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رُسوائی کا باعث ہے۔ ماستنِ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

[3] چند۔ فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اُس کا وزیر پھر اُسکو حضرت موسیٰ کے مقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اُسکو سُن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جو تھی۔

582

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[1] بہامان مشورت کردے دران
جب وہ اُس میں ہامان سے مشورہ کرتا

مانعش گشتے مُدام آں سخت جاں
وہ سخت جان ہمیشہ اُس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تا کنوں بُودی خدیو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے

بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
مگر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آتی

آں سخن بر شیشہ خانہ اُوردے
یہ بات، اور اُس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیمِ خوش خطاب
وہ خوش کلام کلیم (اللہ)، جو سو دن میں

ساختے در یک دم اُو کردے خراب
بناتے، وہ ایک دم میں اُس کو برباد کر دیتا

عقلِ[2] تو مغلوبِ دستورِ ہواست
تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے

در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربانیے پندت دہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنیوالا تجھے نصیحت کرتا ہے

آں سخن را اُو بفن طرحے نہد
وہ اُس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ برجا یست ہیں از جا مشو
کہ یہ بات بامو قع نہیں ہے خبردار! جگہ سے ہل

نیست چنداں با خود آشید امشو
یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بُود
اُس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو

جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بُود
دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ اُورا دستگیر
وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اُس کا مددگار

باشد اندر کار چوں آصف وزیر
ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ[3] عادل چوں قرین اُو شود
منصف بادشاہ جب اُس کا ساتھی ہو

نام اُو نورٌ علیٰ نور ایں بُود
تو اُس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیمان شاہ و چوں آصف وزیر
سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر

نور بر نور ست عنبر بر عبیر
نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر
شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اُس کا وزیر

ہر دو را نہ بُود زبد بختی گزیر
(تو)، دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بُود ظلمات بعضے فوق بعض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ

نے خرد یارو نہ دولت روزِ عرض
قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

[1] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائینگے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔

[2] عقلِ تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ "اُو بفن" یعنی خواہشِ نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بامحل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو اُن دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیر مشیرِ کار ہو۔

[3] شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی

نہ دولت نہ کام آئیگی نہ دولت

583
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

من ندیدم جز شقاوت در رُخام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا

گر تو دیدستی رساں از من سلام[1]
اگر تو نے دیکھا ہے تو اُن کو میرا اسلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے

عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے

سحر آموزِ دو[2] و صد طاغوت شد
دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا

عقلِ کُل را ساز اے سلطاں وزیر
اے شاہ! عقلِ کُل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (وہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا

کہ برآید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خالی ہو جائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی

عقل را اندیشہ یوم الدیں بود
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل[2] را دو دیدہ در پایانِ کار ہے
عقل کی دونوں آنکھیں انجام کار پر ہوتی ہیں

بہرِ آں گُل می کشد اورنج خار
وہ اُس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے

باد ہر خرطوم را خشم دور ازاں
خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اُس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے (لیکن) دوسری عقل کا

یار باش و مشورت کُن اے پدر
دوست بن جا، اے باوا! مشورہ کر لے

باد و عقل از بس بلا ہا وا رہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پا لیگا

پائے خود بر اوجِ گردوں نہ نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستنِ[3] دیو بر مقامِ سلیمان و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمان و فرق ظاہر

حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اُس کا حضرت سلیمانؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا

شدنِ میانِ دیو و سلیمانؑ و دیو خود را سلیمان بن داؤد نام کردن

اور دیو اور حضرت سلیمانؑ میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

---

[1] گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اُس سے میرا اسلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرلے تو اسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح جہاد چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

[2] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گُل۔ یعنی آخرت۔ خار۔ یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریکِ مشورہ کرے باد و عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

[3] نشستن۔ یہ قصہ کہ ضحاک نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چرالی تھی اور خود حضرت سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اُس کو بیان فرمادیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اُسکی حفاظت ضروری ہے۔

586

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیو[۵۱] گر خود را سلیمانؑ نام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمانؑ رکھ لیا
ملک بُرد و مملکت را رام کرد
ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیماں دیدہ بود
اُس نے (حضرت سلیمانؑ کے کام کا ظاہر دیکھا تھا
صورت اندر سرِّ دیوی می نمود
شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق گفتند ایں سلیماں بے صفاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے
از سلیماں تا سلیماں فرقہاست
سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

اُو چو بیدار ایست ایں ہمچو وسن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے
ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن
جیسا کہ اُس حسن اور اِس حسن میں

دیو[۵۲] می گفتے کہ حق بر شکلِ من
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر
صورتے کرد است خویش برا ہرمن
شیطان کی خوبصورت صورت بنادی ہے

دیو را حق صورتے من دادہ است
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے
تا بیند از دشمرا اُو بشست
تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسالے

گر پدید آید بدعوی زینہار
اگر وہ (دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز
صورتِ اُو را مدارید اعتبار
اُس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیو شاں از مکر می گفتے و لیک
دیو مکاری سے اُن سے کہتا تھا، لیکن
می نمود آں عکس بر دلہائے نیک
اُس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با ممیز خاصہ او
دھوکا تمیز کر لینے والے کیساتھ (مکن) نہیں ہے خصوصاً وہ
کہ بود تمیز و عقلش غیب گو
کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتادے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب
می نہ بندد پردہ بر اہلِ دول
پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[۵۳] ہمی گفتند با خود در جواب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے
باژگونہ می روی اے کج خطاب
اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو اُلٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں
تو اسی طرح اُلٹا جائے گا
سوئے دوزخ اسفل اندر سافلین
دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

او اگر معزول گشتہ است و فقیر
وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں
ہست در پیشانیش بدر منیر
اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

۵۱ دیو۔ صخر۔ آرام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمانؑ کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اُس نے ظاہر کار کی نقل اتارنی شروع کر دی لیکن اُن کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق۔ جب صخر نے سلیمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور آپ سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔

۵۲ دیو می گفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمانؑ کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو اُن کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آکر کچھ کام کر دیتا ہے تو اُس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو۔ وہ صخر اُنسے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اُسکی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست۔ نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ الخ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں اُنکی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

۵۳ پس۔ اُس صخر کی تقریر پر وہ تو پہنچ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال اُلٹی ہی جاؤ گے۔ تو دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں گرے گا۔ اور حضرت سلیمانؑ اگر معزول ہو کر فقیر بھی ہو گئے ہیں تو بھی اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے۔ یعنی اُن کی نورانیت میں فرق نہیں آیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو اگر[1] انگشتری را بردہ
تو نے اگر انگوٹھی اڑالی ہے

دوزخی چوں زمہر بر افسردہ
تو دوزخ ہے، زمہر پر کیطرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما بہوش و عارض و طاق و طرب
ہم کروفر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے

سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب
سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

ور بغفلت ما نہیم اُو را جبیں
اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں

پنجۂ مانع برآید از زمیں
روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

کہ مَنہ آں سر مرایں سر زیر را
کہ اِس اوندھے کے لئے سر نہ جھکا

ہیں مکن سجدہ مرایں ادبیر را
خبردار! اِس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرح[2] ایں بس جا نفزا
میں اِس کی لطف تشریح کرتا

گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کن تو بپذیر ایں قدر
تو بھی قناعت کر اور اِس مقدار کو قبول کرلے

تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر
جب تک کہ میں اُسکی دوسرے وقت شرح کردوں

نامِ خود کردہ سلیمانے نبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر

رُوی پوشی می کند بر ہر صبی
ہر بچہ کے لئے (اپنی) روپوشی کرلیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہوجا

از لقب و از نام در معنی گریز
لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس[3] بپرس از خلق و از افعالِ اُو
اُس کے اخلاق اور افعال دریافت کر

در میانِ خلق و فعل اُو را بجو
اخلاق اور افعال کے درمیان اُسکو تلاش کر

کار ہر کس نیست ہیں در کش زمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے

مسجدِ اقصیٰ بساز و کن تمام
مسجدِ اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہوگئی

بد سلیمانؑ زائر و مسجد مزور
(حضرت) سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ بنی

در آمدن ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہت عبادت و
مکمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں

ارشادِ عابداں و معتکفاں و سئوالِ عقاقیر در مسجد با آنحضرت علیہ السلام بسخن در آمدن
کی رہنمائی کے لئے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

[1] تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چُرا کر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کروفر۔ عارض۔ لشکر، خدم۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سُنب۔ سُم، پاؤں۔ ور بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار کا مارا ہے۔

[2] شرح ایں۔ یعنی اِس کی تشریح کہ اللہ تعالےٰ ..... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور اُنکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں غیرت خداوندی اِس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ درگذر۔ انسان کو چاہیئے کہ مُقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

[3] پس۔ انسان کو اُسکے اخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کار ہر کس نیست۔ اِس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عُقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

586
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں سُلیمانِ نبی شاہِ اَنام[1]
جب شاہِ عالم سلیمانؑ نبی نے

ساخت مسجد را و فارِغ شد تمام
مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح اُو را وظیفہ ایں بُدے
صبح کو اُن کا یہ معمول تھا

کا مدے در مسجدِ اقصیٰ شُدے
کہ آتے، مسجدِ اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرُو
اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے

پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروی چہ نامت چہ است
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟

تو زباں برکہ و نفعت برکہ است
تو کس کے لئے مُضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی

کہ من آنرا جانم و ایں را اِمام
کہ میں اُس کے لئے جان اور اس کیلئے موت ہوں

من مَرا ایں را زہرم و آں را شکر
میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں

نامِ من اِینست بر لوحِ قدر
لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سُلیمان با حکیماں زاں گیا
پھر (حضرت) سلیمانؑ طبیبوں سے اُس بوٹی کے

شرح کردے نفع و ضرّش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس[2] طبیباں از سلیمان زاں گیا
تو طبیب حضرت سلیمانؑ کیوجہ سے اُس بوٹی کے بارے

عالِم و دانا شُدند و مُقتدا
عالِم اور دانا اور مُقتدا بنے

تا کُتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں

جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ اَنبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے

عقل و حس را سُوئے بے سُودہ کجاست
عقل و حس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ جزوی[3] عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے

جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورتمند اور فن کو قبول کرنے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے

لیک صاحب وحیِ تعلیمش دہد
لیکن اُس کو صاحبِ وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بُود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں

اوّلِ اُو لیک عقل آں را فزود
اُن کی ابتدا، لیکن عقل نے اُن کو بڑھایا ہے

---

[1] اَنام۔ مخلوق۔ ذلیفہ۔ معمول۔ نوگیا ہے یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال و خواص حضرت سلیمانؑ کو بتا دیتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا و قدر۔ گیا۔ بوٹی۔

[2] پس۔ طبیب حضرت سلیمانؑ سے اُس بوٹی کے افعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تاکتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جسم را جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے۔ اِنَّ بَنِیَّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یُخَطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ... صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس (رمّال اور جفّار اور مُنجّم) کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہے وہ غلط ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ اِستخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم یعنی عام عقلِ انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحبِ وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

586
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هیچ[1] حرفت را ببیں کایں عقلِ ما — تا نداُو آموختن بے اُوستا

دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ — کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر مُوی اِشگاف بُد — ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد

اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی — کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل ار بُدے — پیشہ بے اُوستا حاصل شُدے

پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا — (تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن[2] پیشۂ گور کنی قابیل از زاغ پیش از آنکہ در عالم

قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں

عِلمِ گور کنی بُود

قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بُود — کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بُود

قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے — کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بدے ایں فہم مر قابیل را — کے نہادے بر سرِ اُو ہابیل را

اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی — (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کُشتہ را — ایں نخون و خاک در آغشتہ را

کہ میں اُس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ — اُس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید[3] زاغے زاغِ مُردہ در دہاں — بر گرفتہ تیز می آمد پراں

اُس نے دیکھا کہ ایک کوّا مُردہ کوّے کو منہ میں — لئے تیزی سے اُڑا آرہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد اُو بفن — در پئے تعلیم اُو را گور کن

وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا — قبر کھودنے والا اُس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد — زُود زاغِ مُردہ را در گور کرد

پھر اُس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی — جلدی سے مرے ہوئے کوّے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک — زاغ از الہامِ حق بُد علمناک

اُس کو دفن کر دیا پھر اُس کو مٹی سے چھپا دیا — کوّا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شُد بر عقلِ من — کہ بُود زاغے زمن افزون بفن

قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے — کہ کوّا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

[1] ہیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانشِ پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

[2] آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھا۔ گور کنی۔ قبر کھودنا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اُس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کُشتہ۔ یعنی ہابیل۔

[3] دید۔ اِس قابیل نے دیکھا کہ کوّا ایک مُردہ کوّے کو لایا اور اُس نے زمین کھود کر اُس کو دفن کیا تو اُس کوّے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گور کن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ تشُد۔ تف۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقلِ کُل[1] را گفت ما زاغ البصر
عقل کُل کیلئے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "نگاہ بہکی نہیں"

عقلِ ما زاغ ست نورِ خاصگاں
"مازاغ" والی عقل خاصانِ (خدا) کا نور ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پرد
وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے

ہیں[2] مرو اندر پئے نفسِ چو زاغ
خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ

گر روی رو در پئے عنقائے دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ

نو گیاہے ہر دم از سودائے تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت

تو سلیمانؑ وار دار اُو بدہ
تو (حضرت) سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر

زانکہ حالِ ایں زمینِ باثبات
کیونکہ اِس پائدار زمین کی مٹی کا حال

در[3] زمیں گر نے شکر و زخود نیست
زمین میں خواہ گنّا ہو خواہ نرکل

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا

گر سخن کش بینم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں

ور سخن کش یابم آں دم زن بمرد
اگر میں اُس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں

عقلِ جزوی می کند ہر سُو نظر
جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ زاغ اُستاد گورِ مُردگاں
کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

زاغ اُو را سُوئے گورستاں برد
کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

کو بگورستاں برد نے سُوئے باغ
جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

سُوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل
دل کی مسجدِ اقصیٰ اور (کوہِ) قاف کیجانب (جا)

می دمد در مسجدِ اقصائے تو
تیری مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے

پے بر از وے پائے رد بر وے مَنہ
اُس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

باز گوید با تو انواعِ نبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہدیں گی

ترجمانِ ہر زمیں نبتِ دلیست
ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

فکرہا اسرارِ دلہا را نمود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کردیئے

صد ہزاراں گل بروئیم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

میگریزد نکتہا از دل چو زنگ
(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

---

[1] عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو اُن کو عطا کردیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گور کنی سکھا سکی۔ زاغاں شیاطین بناوٹی شیوخ۔

[2] ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ، ورنہ تجھے گورستان میں پہنچادیگا۔ عنقا۔ دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیا ہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصیٰ ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی تھیں۔ تو سلیمان وار جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہونگے اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگالے۔

[3] در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور بُرائی کا معیار اُسکی پیداوار ہے جو زمین گنا اُگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اُگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل کی اچھائی بُرائی معلوم ہوجائیگی۔ گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کرلیتے ہیں۔

۵۸۹

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُستمع[1] چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چپ رہنا بہتر ہے

نکتہ از نااہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جُنبشِ ہر کس بسُوئے جاذبست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے

جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذبست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می رَوی گہ گمرہ و گہ در رَشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر

رشتہ پیدا نے و آں کت می کشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کُوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گردی ہے

تو کشش می بیں مہارت را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر[2] شُدے محسوس جذابِ مُہار
اگر مُہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا

پس نماندے ایں جہاں دارالغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کُو پئے سگ می رَود
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کُتے کے پیچھے جا رہا ہے

سُخرۂ دیوِ سیہ رُو می شود
سیاہ رُو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

در پئے اُو کے شُدے ہمچوں اَسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را وا کشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پئے اُو کے شُدے مانندِ حیز
بیجڑے کی طرح اُس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را وا کشیدے گبر نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاؤ[3] اگر واقف ز قصّابان بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی

کے پئے ایشاں بداں دُکّاں شُدے
(تو) کب اُنکے پیچھے اُس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں بُبوس
یا کب اُنکے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟

یا بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب اُن کو دودھ دیتی؟

در بخوردے کے عَلَف، ہضمش شُدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اُس کو کب ہضم ہوتا؟

گر ز مقصودے عَلَف واقف بُدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت است
تو اِس دنیا کا ستون خود غفلت ہے

چیست دولت کایں دَوَد و بالت است
دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کیا ہے

اوّلش دَود و دو با آخر لت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے

جُز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر
اِس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

[1] مُستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرارِ حکمت نااہلوں کو سُنانے چاہئیں نہ بخشش۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می رَوی جسطرح ظاہری کشش ہے اسیطرح ایک پوشیدہ کشش ہے جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا اُشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔

[2] گر شُدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مُہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذاب۔ کھینچنے والا۔ دارالغرار۔ دارالغرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رُوسیاہ کتا شیطان ہے۔ در پئے۔ پھر وہ کافر بھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔

[3] گاؤ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اسکی دُکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے۔ در بخورد۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی عَلَف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دَو دَو بھاگ دوڑ۔ یعنی دنیا کا کاروبار۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو بجُد کارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار
اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا

حال کا خر زو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما
پس (اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا

ایں پشیمانی قضائے دیگرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے

ور کنی عادت پشیماں خود شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خود بنجائیگا

نیم عمرت در پریشانی شود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
اِس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ

ور نہ داری کارِ نیکو تر بجو
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے

عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شد ست
اِس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اُسکا عیب پوشیدہ رکھا ہے

عیبِ آں فکرت شدست از تو نہاں
تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

زود رمیدے جانت بُعد المشرقین
تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

گر شود ایں حالت اوّل کہ دوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چشم وا گشت و پشیمانی رسید
آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی بہل حق را پرست
اِس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اِس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیم دیگر در پشیمانی رود
باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

حال دیار و کارِ نیکو تر بجو
اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

انسان کو اچھے عمل اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ ورنہ واری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اِس لئے تو بُرے کام کی شرمندگی میں وقت گنوا رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

---

۱ تو بجُد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ بر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اُس سے کوسوں بھاگے۔ بُعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

۲ حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداء اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاء خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی بُرائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاء خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا فائدہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اِس شرمندگی سے اُس کو اور شرمندگی ہوگی۔

۳ نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنالے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر تُہمی دانی رہِ نیکو پرست[۵۱]
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر

ور ندانی چوں بدانی کایں بدست
اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بَدندانی چوں ندانی نیک را
جبتک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا، بدی کو نہ سمجھیگا

ضد را از ضد تواں دید اے فتیٰ
اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جاسکتا ہے

چوں زتَرکِ فکر ایں عاجز شُدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہوگیا ہو

از گُنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی
اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی زچیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟

عاجزی را باز جُو کز جذب کیست
عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں

کس ندیدست و نباشد ایں بداں
یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچُنیں[۵۲] ہر آرزو کہ می بَری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے

تو زعیبِ آں حجابے اندری
تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

ور نمودے علّتِ آں آرزو
اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کردیتا

خود رمیدے جانِ تو از جستجو
تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار او ترا
اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کردیتا

کس نبردے کش کشاں آنسو ترا
کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جاسکتا

واں دِگر کارے کزاں ہستی نفور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے

زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہور
اِس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہوگیا ہو

اے[۵۳] خدائے رازدانِ خوش سخن
اے رازداں، شیریں کلام خدا!

عیبِ کارِ بد ز ما پنہاں مکُن
بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را ما بما
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا

تا نگردیم از روش سرد و ہبا
تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم برآں عادت سُلیمانِ سَنی
بزرگ سلیمانؑ اسی عادت کے مطابق

رفت در مسجد میانِ روشنی
(صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

---

۵۱ گر تُہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بدندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اِس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جاسکتا ہے۔ چوں زترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کرکے عمل شروع کر اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اِضطراری ہوا، اور اِضطراری فعل پر شرمندگی لغو بات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہوجانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

۵۲ ہمچُنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اِس بنا پر ہے کہ اُس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علّت۔ عیب۔ کش نبردے۔ اگر اُس آرزو کا عیب واضح ہوجائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دگر۔ جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

۵۳ اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کردی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔ ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمانؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجد اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اُس سے اُس کے خواص اور مُضرات معلوم کرلیں۔

592

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قاعدہ ہر روز را می جُست شاہ — کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا

روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دل[1] بہ بیند سرِ بداں چشمِ صفی — آں حشایش کہ شُد از عامہ خفی

مصفّی آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصّۂ صوفی کہ در میانِ گلستاں سر بزانو نہادہ مُراقب بود و یارانش

اُس صوفی کا قصّہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں

گفتند سر بر آر و تفرّج کن گلستان و ریاحین و مُرغان را کہ

نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی

فانظُروا الی آثارِ رحمۃِ اللہِ و جواب گفتنِ صوفی یاراں را

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیئے در باغ از بہرِ کشاد — صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد

ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے — صوفیوں کے طریقہ پر مُنہ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت او بخود اندر نُغول — شد مَلول از صورتِ خویش فضُول

وہ گہرائی میں اُتر گیا — ایک لغو انسان اپنی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہو گیا

کہ[2] چہ خُسپی آخر اندر رَز نگر — ایں درختاں بین و آثارِ خضر

کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

امرِ حق بشنو کہ گفت ست انظُروا — سُوئے ایں آثارِ رحمت آر رُو

اللہ (تعالےٰ) کا حکم سُن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھ — رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دلست اے بُوالہوس — آں بروں آثارِ آثارست و بس

اُس نے کہا اے بُوالہوس اُسکے آثار دل ہے — وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عینِ جاں — بر بروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اُس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں[3] خیالِ باغ باشد اندر آب — کہ کُند از لُطفِ آب آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لُطفِ او بریں آب و گل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اُسکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

---

[1] دل بہ بیند جس طرح حضرت سلیمانؑ بوٹیوں سے اُنکے حالات معلوم کر لیتے تھے اسیطرح صوفی اپنے دل کی مصفّی آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشائش حشیش کی جمع ہے، گھاس۔ تفرّج۔ تفرّج۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی، تفرّج طبع۔ نقول۔ گہرائی۔

[2] چہ خُسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رَز۔ انگور۔ خضر سبزہ۔ اور حق قرآن پاک میں ہے۔ فانظُروا الی آثارِ رحمۃِ اللہِ کیف یُحیِی الأرضَ بعدَ موتِہا۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہو جانیکے بعد۔ گفت اُن صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثار دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اِس باغ و بہار کا عکس اِس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اِسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

[3] آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفتِ خداوندی کا مظہر ہے اور قلبِ انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اِس سے درجہ دوم کی چیز ہے جو اُنہیں کا عکس ہے جیسا کہ اِس کا عکس پانی میں نظر آتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر نبودے عکسِ آں سرو و سرور
اگر یہ، اُس سُرور کے سرو کا عکس نہ ہوتا

پس نخواندے ایزدش دار الغرور[1]
تو اُس کو اللہ (تعالیٰ)، دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس

ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اِس عکس پر جمع ہیں

بر گمانے کایں بود جنت کدہ
اِس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں

بر خیالے می کنند ایں لاغہا
یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں ببر
جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہوگی

راست بینند و چہ سود ست آں نظر
ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریوا فتاد وآہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے

تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ
قیامت تک اِس غلطی سے، افسوس

اے خنک[2] آنکس کہ پیشِ مرگ مُرد
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا

یعنی اُو از اصل ایں رز بوئے برد
یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصۂ رُستنِ خَرّوب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شدنِ سلیمان علیہ السلام

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خرّوب اُگنے کا قصہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سلیمانؑ از قضا
تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمانؑ

شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی

رُستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشۂ
خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید[3] بس نادر گیاہے سبز و تر
اُنھوں نے ایک بہت کیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی

می ربود آں سبزیش نور از بصر
اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش
اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا

او جوابش گفت و بشگفت از خویش
اُنھوں نے جواب دیا اور اُسکی خوشنائی سے کھل گئے

---

[1] دار الغرور۔ دھوکے کا گھر۔ اِس عزور۔ اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اِسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ تمی گریزند۔ جو ان باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر خیمنی بگھارتے ہیں۔ چونکہ جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصل حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے۔ اور دار العمل سے جا چکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

[2] اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باغوں کا راز پالیا وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمان کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے خرّوب۔ برباد کرنیوالا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔ مسجد یعنی مسجد اقصیٰ۔ خوشہ یعنی اُسکے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔

[3] دید۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی۔ کردِ یعنی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا۔ بشگفت یعنی اُس بوٹی کی خوشنائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

596
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت نامت چیست بر گو ئید ہاں
اُنھوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خَروب ست اے شاہِ جہاں
اس نے کہا اے شاہ جہاں! (میرا نام) خروب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من[1] رُستم مکاں ویراں شود
اُس نے کہا میں اگوں تو مکان ویران ہوجائے

من کہ خَروبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خروب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادمِ بُنیادِ ایں آب و گلم
میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سُلیماں آں زماں دانست زود
تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اَجل آمد سَفر خواہد نمُود
کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفرِ آخرت کریگے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انھوں نے (دل میں) کہا جبتک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً

دَر خَلَل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بُوَد
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے

مسجدِ اقصیٰ مُخلّل کے شوَد
مسجدِ اقصیٰ کب تباہ ہوسکتی ہے؟

پس خرابی مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی

نبُوَد الّا بعدِ مرگِ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھ لے

مسجد[2] ست آں دل کہ جسمش ساجد ست
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خَروب ہر جا مسجد ست
جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خروب ہے

یارِ بد چوں رُست دَر تو مہرِ اُو
تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی

ہیں ازُو بگریز و کم کُن گفتگُو
خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

بَرکَن از بیخش کہ گر سَر بر زند
اسکو جڑ سے اُکھاڑ دے اس لئے کہ اگر اُبھرے گی

مر ترا و مسجدت را بر کَند
تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خَروب تو آمد کژی
اے عاشق! کجی تیری خروب ہے

ہمچو طفلاں سُوئے کژ چوں می غژی
تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کیطرح کیوں جا رہا ہے؟

خویش[3] را نادان و مُجرِم گو بترس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر

تا نہ دُزدد از تو اُستاد درس
تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (آنکھ) نہ چُرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھادے

انچنیں انصاف از ناموس بہ
ایسا انصاف، بڑائی سے بہت رہے

---

[1] من رستم۔ اُس بوٹی نے کہا جہاں میں اُگتی ہوں وہ جگہ ویران ہوجاتی ہے۔ خروب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب و گل یعنی مکان۔ پس سلیمانی مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ اُن کی وفات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اس مسجد کی بربادی نہ ہوسکتی تھی۔ مخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوگی۔

[2] مسجد ست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بُری صحبت اُس کیلئے خروب بڑی ہے۔ یار بد۔ جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجد دل برباد ہوجائیگی اور تو تباہ ہوجائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خروب اُس کے دل کی کجی ہے جو اسکو مرشد سے دور کردیتی ہے۔ غژی۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

[3] خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے چونکہ بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی نوبت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از پدر[1] آموز اے روشن جبیں — رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں

اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے — اُس نے اِس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت — نے لوائے مکر و حیلت برفراخت

نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا — نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد — کہ بدم من سُرخرو کردیم زرد

پھر اُس شیطان نے بحث شروع کر دی — کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ رنگِ تست صبّاغم توئی — اصلِ جُرم و آفت و داغم توئی

رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہے — میرے جُرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ — تا نگردی جبری و کژ کم تنی

خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کو پڑھ لے — تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ جبر تا کے برجہی[2] — اختیارِ خویش را یک سُو نہی

جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟ — اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذریاتِ او — با خدا در جنگ و اندر گفتگو

شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح — اللہ (تعالےٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی — کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی

اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟ — کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش دود در مکری[3] — کس بخنداں رقصاں رود در کمری

جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟ — کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مرده جنگ می کردی دراں — کت همی دادند پند آں دیگراں

تو نے اِس معاملہ میں بیس انسانوں کیطرح جنگ کی — وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ صوابست و راہ اینست و بس[4] — کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس

کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے — مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

چوں چنیں گوید کسے کو مکرہ ست — کے چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست

جو مجبور ہے وہ کب اِس طرح کہتا ہے — ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبراً) بے راہ ہے

ہر چہ نفست خواست داری اختیار — ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار

جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اُس میں اختیار رکھتا ہے — جو تیری عقل چاہتی ہے اُس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

[1] از پدر۔ حضرت آدمؑ نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوار۔ جھنڈا۔ باز شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا، یہ شیطان نے کہا تھا جبری یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالےٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ جوں بود۔ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اُس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مرده۔ نصیحت کرنیوالوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

[3] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیری طعنہ دے سکتا ہو تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہر چہ نفست۔ غرضکہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو بااختیار ہے اور عقل کے تقاضے کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دانند[1] آں کو نیک بخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے زمانہ ہے وہ جانتا ہے

زیر کی آمد سباحت در بحار
چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے

ہل سباحت[2] را رہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کردے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر

عشق چوں کشتی بود بہرِ خواص
خاصانِ (خدا) کیلئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے

زیر کی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کردے اور حیرانی خرید لے

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ
عقل کو حضرت مصطفیٰ پر قربان کردے

ہمچو کنعاں[3] سر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر

کہ برآیم بر سرِ کوہِ مشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

چوں رہی از منتش اے بے رشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

چوں نباشد منتش بر جانِ ما
اُن کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟

تو چہ دانی اے غرارہ پُر حسد
اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟

زیر کی ز ابلیس و عشق از آدم ست
چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدمؑ کا کام ہے

کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

نیست جیحوں نیست جو دریاست این
جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

در رُباید ہفت دریا را چو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہالیجائے

کم بود آفت بود اغلب خلاص
(جہیں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیر کی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اس کی ناز برداری کرتا ہے

چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالیٰ) اُنکا شکریہ اور احسان مانتا ہو

منتِ او را خدا ہم می کشد
اُس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرارہ۔ دھوکہ میں مبتلا۔

---

[1] دانند۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔

زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

[2] ہل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔

زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔

عقل قربان کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کردے اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

[3] ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کردیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ برآیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے۔ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ۔ میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا جو مجھے بچادے گا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاشکے[1] اُو آشنا نا موختے — تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے

کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا — تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفلاں ز حیل جاہل بدے — تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے

کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا — تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے ملی — علمِ وحیِ دل ربودے از ولی

یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا — کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

باچنیں نورے چو پیش آری کتاب — جانِ وحی آسایِ تو آرد عتاب

ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا — تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں[2] تیمم با وجودِ آب داں — علمِ نقلی با دمِ قطبِ زماں

پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ — قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش ابلہ کن تبعِ میر و پیش — رستگی زیں ابلہی یابی و بس

اپنے آپکو نادان بنالے تابع بنکر اُس کے پیچھے چل — اِس حماقت سے بس نجات پائے گا

اکثر اہلُ الجنۃ البلہ اے پدر — بہرِ ایں گفت ست سلطانِ بشر

اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہونگے — سرورِ عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیز تست — ابلہی شو تا بماند دیں درست

چالاکی ہنکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنیوالی ہے — نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہے[3] نے کو بمسخرگی دو توست — ابلہے نے کز شقاوت مال جوست

ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے — ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

ابلہے کو والہ و حیرانِ ہوست — باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست

ایسا نادان جو اُس کا عاشق اور حیران ہے — اُس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہانند آں زنانِ دست بُر — از کفِ ابلہ وز رُخِ یوسف نذر

ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں — جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رُخ کی خبر دینے والی تھیں

عقل را قربان کن اندر عشقِ دوست — عقلہا بارے ازاں سوئیست کوست

دوست کے عشق میں عقل کو قربان کر دے — بہرحال عقلیں بھی اُسی جانب کی ہیں جہاں کا وہ ہے

---

[1] کاشکے۔ کاش اُس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا تعلیم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ باچنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

[2] چوں تیمم۔ وہبی علوم اللہ رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَھلُ الجنۃِ بُلہٌ۔ جنتی اکثر بھولے بھالے ہیں۔

[3] ابلہے شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

[3] ابلہے۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ ابلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اُس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اِس طرح مدہوش ہو جس طرح

کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہو گئی تھیں اور اُنھوں نے اِس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور اُن کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، خبر دہندہ۔ ازاں سو۔ عقلیں اللہ کا عطیہ ہیں تو اُس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

598

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقلہا[1] آنسو فرستادہ عقول — ماندہ ایں سو آنکہ گولست و فضول

بڑے عقلمندنے عقلیں اُس جانب روانہ کردیں — اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر از حیرت گر ایں عقلت رود — ہر سرِ مویت سر و عقلے شود

اگر تیری عقل اِس جانب سے حیرت کیوجہ سے جاتی رہے — تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سو رنج فکر نے دماغ — کز دماغ و عقل رُوید دشت و باغ

اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے ہی — کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سوی دشت از دشت نکتہ بشنوی — سوی باغ آئی شود نخلت روی

تو جنگل کی جانب (آنے) کو جنگل سے نکتہ سنے — باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

اندریں[2] رہ ترک کن طاق و طرب — تا قلاوزت نجنبد تو مجنب

اِس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے — جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود — جنبشش چوں جنبشِ کژدم بود

جو بے سر کے حرکت کرے وہ دُم ہے — اُس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رَوست و کور و زشت و زہرناک — پیشہ او خستنِ اجسامِ پاک

ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے — اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرش ایں بود — خُلق و خُوی مستمرش ایں بود

جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے — جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اوست ایں سر کوفتن — تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن

یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے — تاکہ اُس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں[3] از دستِ دیوانہ سلاح — تا ز تو راضی شود عدل و صلاح

دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے — تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند — دستِ او را ور نہ آرد صد گزند

جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھے — اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مر بدگہر را فضیحت اوست و

اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بداصل کو حاصل ہو جانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں

اور اُس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آگئی ہو

---

[1] عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات و صفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر محویت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کر جیسے عقل باغ و بہار بنتی ہے سوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رُخ کروگے تو اُس جنگل سے دین کے نکتے سنوگے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہوگی۔

[2] اندریں۔ اِس راہِ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کرکے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ سر یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

[3] واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے پھر۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچادیگا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدگہر را علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن

بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — به که آید علمِ ناکس را بدست

مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے کہ علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں — فتنہ آمد در کفِ بدگوہراں

علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (اُنسے) وابستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سناں

مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ اُو مجنوں نشِ شمشیرِ اُو — واستاں شمشیر ازیں زشت خُو

اُس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اُسکی تلوار ہے — اُس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کُند با جاہلاں — از فصیحت کے کُند صدر رسلاں

جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رسُولوں میں تلوشیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ او مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت

اُس کا عیب پوشیدہ ہے جب اُسنے ذریعہ حاصل کر لیا — اُس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکم مُر شود

تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے را دست بداد — طالبِ رُسوائیِ خویش اُو شد دُست

نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رُسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کُند بُخل و عطا ہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد

یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا — یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانہ بیدق نہد — ابلہے را عطا کا حمق دہد

شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمراہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد

جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی — اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کُند — جانِ زشتِ اُو جہاں سوزی کُند

راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے — اُس کی بُری جان دنیا کو پھونکتی ہے

---

۱ بدگہر — بدباطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا۔ علم و مال۔ بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کریگا۔ قرآن۔ قرآن استعمال کریگا۔ خوش نصیبی پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ اُن دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ سِنان۔ بھالا۔ جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا اُن کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے منصب۔ عہدہ۔ آرسلاں۔ شیر

۲ عیبِ او۔ جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اُسکے عیب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اُسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

۳ یا کُند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا۔ جاہ۔ وہ اُس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اُس کیلئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں ی پنداشت کے بجائے پندارید پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا، تم سمجھو کہ مرتبہ کنویں میں گر گیا

رہ نمیداند اگر خود رہ نمیداند تو در رو کی کند ابلہ کجا رہ میبرد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طفلِ[1] راہِ فقر چوں پیری گرفت — پیرواں را غولِ ادبیری گرفت

راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کرلی — پیر دکاروں کو نخوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا — ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا

کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں — (خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر — عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ عمر

تو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے! — اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

اَحمقاں سرور شُدستند و زبیم — عاقلاں سَر ہا کشیدہ در گلیم

بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور عوف سے — عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپالیا ہے

بیان تفسیر آیۂ شریفہ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند[2] مزمل نبیٔ را ایں سبب — کہ بروں آ از گلیم اے بُوالہرب

اسی سبب سے نبی کو کملی اوڑھنے والا کہکر پکارا — کہ اے صاحبِ فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رُو مپوش — کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش

کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا — کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگِ مدّعی — کہ تو داری شمع وحی شعشعی

تدعی کی عار سے نہ چھپ — کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قمِ اللّیلَ کہ شمعی اے ہمام — شمع دایم شب بُود اندر قیام

اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے — شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے[3] فروغت روزِ روشن ہم شب ست — بے پناہت شیرِ اَبیر از زب ست

تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے — تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتیباں دریں بحرِ صفا — کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰ

اِس بحرِ صفا میں ملاح بن — اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوحؑ ہے

رہ شناسے می بباید بالُباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب

عقلمند، راہ شناس درکار ہے — ہر راستہ کیلئے خصوصاً پانی کے راستہ کیلئے

---

[1] طفل جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزدور نیشخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید برباد ہی ہونگے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدۂ حق کرادوں حالانکہ اُس نے خود بھی مشاہدۂ تو در کنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ خمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔ احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ نامنہائے راچو بینی بختیار — عاقلاں تسلیم کردند اختیار

[2] خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ... نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کرلی تھی اسی لئے آپکو مزمل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے.... بُوالہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بُوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ روپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کروگے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہیگی۔ قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، یہ خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام

رات کو کھڑا رہنا ہے ——— [3] بے فروغت۔ آپ ہی کے نورِ ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہیگی۔ باش۔ آپ اُمت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کرسکتا ہے جو صاحبِ عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خیز[1] و بنگر کاروانِ رہ زدہ
اُٹھ! اور لُٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ

ہر طرف غول ست کشتیباں شدہ
ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوث ہر کشتی توئی
تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے

ہمچو روح اللہ امکن تنہا روی
(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح تنہا روی (انقطاعانہ) کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں
اِس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے

انقطاع و خلوت آری را بماں
انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی
خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ

اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہُمای
اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہُما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں
چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے

سیر را نگذارد از بانگِ سگاں
کُتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعنانش[2] ہمچوں سگاں بر بدرِ تو
تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کُتوں کی طرح ہیں

بانگ می دارند سوئے صدرِ تو
جو تیرے رُتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرتند زامرِ اَنْصِتُوْا
یہ کُتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں

از سفہ وعوع کناں بر بدرِ تو
تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا بیمار را
خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ

توز خشم کر عصائے کور را
بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی (نہ) چھوڑ

تو[3] نے تو گفتی قائدِ اعمیٰ بَراہ
کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لیجانیوالا؟

صد ثواب و اجر یابد از الٰہ
اللہ کی جانب سے سَو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ اُو چل گام کوریٰ را کشد
جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے

گشت آمرزیدہ و یا بدرَشد
وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش توزیں جہانِ بے قرار
پس تو اِس زوال پذیر دنیا سے لے جا

جوقِ کوراں را قطار اندر قطار
اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی
ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے

ماتمِ آخر زماں را شادئی
تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

---

[1] خیز۔ آپ اُٹھئے ہر طرف شیطانی دَور دَورہ ہے خضرِ وقتی یعنی اِس وقت علوم لدنیہ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ مقدوم سے رُوپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقاء ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کُتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

[2] طاعنان۔ آپکے مخالف کُتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ اَنْصِتُوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کُتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اُس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑیئے۔

[3] تو نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَکْفُوْفًا اَرْبَعِیْنَ خُطْوَۃً غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اِس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں رواں کُن اے امامُ المتقیں
اِن اے متقیوں کے امام! پہنچا دے

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے

بر سرِ کوریش کوریہا نہم
میں اُسکے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھ دونگا

عقلہا[2] از نورِ من افروختند
(اُنھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں

چیست خود اُلاچق آں ترکماں
اِس صحرانشین کی بھونپڑی خود کیا ہے؟

آں چراغِ اُو بہ پیشِ صرصرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ

خیز در دم تو بصورِ سہمناک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب!

در نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قبوت[1]
اور اگر وہ اِس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے

ایں[1] خیال اندیشگاں را تا یقیں
اِن شک کرنے والوں کو یقین تک

گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اُس کی گردن مار دوں گا، تو خوشی سے چل

اُو شکر پندارد و زہرش دہم
وہ شکر سمجھے گا، میں اُس کو زہر دونگا

مکرہا از مکرِ من آموختند
اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

پیش پائے نرّہ پیلانِ جہاں
دُنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

تا ہزاراں مُردہ بر رُوید ز خاک
تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

رستخیزی ساز پیش از رستخیز[3]
قیامت سے پہلے، قیامت برپا کر دے

خویش بنما کہ قیامت نِک منم
اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

زیں قیامت صد جہاں قایم شدہ
اِس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہو گئے

پس جوابُ الاحمق اے سلطانِ سکوت
تو اے سُلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

چوں بُود جاناں دُعا نا مستجاب
اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

---

[1] ایں خیال یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اُن کو اِس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں اُنکو میں ہلاک کر دوں گا۔ کوریش۔ جو اندھے ہیں اُن کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا۔ اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑی ہوئی نہیں ہیں۔ اُلاچق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیشِ۔ یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔ صرصر۔ آندھی۔ مہیں۔ بزرگ۔ صور۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کر دو مُردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کر لیں گے۔

[3] رستخیز۔ قیامت۔ نِکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہونگے اسی طرح آنحضورؐ کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر اُن کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جوابُ الاحمق۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسماں۔ اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا نا قابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اے[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد — لیک روزاز بختِ ما بیگاہ شُد
ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آگیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگست وفضایِ ایں کلام — تنگ می آید برو عُمرِ دوام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کیلئے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہایِ تنگ — نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ ننگ
ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ وخاطر وفہمِ عوام — تنگ تر صدرہ زوقتست اے غلام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سوگنا تنگ ہے

چوں[2] جوابِ احمق آمد خامشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت وموجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باران دَم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

دَر بیانِ آنکہ ترکُ الجواب جوابٌ مقرِّر ایں سخن کہ جوابُ الاحمق

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا

سکوتٌ فی شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصّہ است کہ گفتہ می آید

جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشاہے[3] بُود اُو را بندۂ — مُردہ عقلے بُود و شہوت زندۂ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش نگذاشتے — بدسگالیدے نکو پنداشتے
اُس کی چھوٹی خدمت (بھی) نہ کرتا — بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جزایش کم کنید — وَر بجنگد نامش از خط بر زنید
بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کردو — اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرص اُو فزُوں — چوں جزا کم دید شُد تُند و حرُوں
اُس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف — تا بدیدے جُرمِ خود گشتے معاف
اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا — تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہوجاتا

---

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اُٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے اُن کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمرِ جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہوجائیگا اور صحیح بازی نہ کرسکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہورہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام ہے اُس کی موجِ کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا خُردہائے۔ آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا جزا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر خُرُوں۔ سرکش۔ عقل یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہوجاتی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[1] خرے پا بستہ تُند و از خری
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے

ہر دو پایش بستہ گردد بر سری
تو پھر اُس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بندھی کافی ہے

خود بداں کاں دو رفعلِ آں خس ست
تو سمجھ لے کہ وہ دو (بند) اسی کینہ کے کام کیوجہ سے ہیں

گر بدیدے سرِ بند[2] آں چشم کور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا

بند بر دستش نہ بستندے بزور
تو جبراً اُس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرمِ بندِ پا آگہ بُدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا

خود ز بندِ دست و پا ایمن شُدے
تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ تُند یدے ز بند آں بُوالفضول
اگر وہ بیہودہ، بند کیوجہ سے شرارت نہ دکھاتا

اُو نہ خر بودے شدے شیر فحُول
(تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیرِ اں حدیثِ[3] نبوی کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلَائِکَۃَ
اِس حدیثِ نبویؐ کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَھَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَخَلَقَ
اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَالشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ
بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی
شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے

خلقِ عالم را سہ[4] گونہ آفرید
عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گروہ را جملہ علم و عقل و جُود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے

آں فرشتہ ست و نداند جز سجُود
وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر مخزنش حرص و ہوا
اِس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے

نورِ مُطلق زندہ از عشقِ خدا
وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

[1] چوں۔ اس غلام کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ بر خری۔ مزید برآں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا۔ یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اُس کے کینہ توز کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] سرِ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا مقتضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہوا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یک گروہے دیگر از دانش تہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و عَلَف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر
تیسرا آدمؑ کی اولاد اور انسان ہے

نیم خر خود مائل سفلی بود
گدھے والا آدھا (عالمِ) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کُدامیں غالب آید در نبرد
دیکھ معرکہ میں کون سا غالب ہوتا ہے؟

عقل گر غالب شود پس شد فرشؔ
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا

شہوتؔ ار غالب شود پس کمتر ست
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں

ویں بشر ہم زامتحاں قسمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے

یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا

نقشِ آدم لیک معنیٔ جبرئیلؑ
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیلؑ کا ہے

از ریاضتؔ رستہ و ززہد و جہاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا

قسمِ دیگر باخراں ملحق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی

ہمچو حیواں از عَلَفؔ در فربہی
مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
اُس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیمِ دیگر مائلِ عُلوی بُود
دوسرا آدھا (عالمِ) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

زیں دو گانہ تا کُدامیں بُرد نرد
ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟

از مَلائک ایں بشر در آزموں
امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

از بہائم ایں بشر زاں کابتر ست
یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بُری حالت میں ہے

ویں بشر با دو مخالف در عذاب
اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

آدمی شکل اند و سہ اُمت شدند
آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

ہمچو عیسیٰؑ با مَلک مُلحق شدہ
(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

گویا از آدمی اُو خود نزاد
گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

خشمِ محض و شہوت مُطلق شدند
خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

۱؎ عَلَف۔ چارہ۔ جو حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش۔ انسان روحِ انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالمِ سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ تا کدامیں۔ انسان کی ان دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فرشؔ۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اُس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

۲؎ شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں ان متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان اُن کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں بتقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

۳؎ از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاقِ ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ قسمِ دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں نکمیت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وَصفِ جبرئیلی در ایشاں بُود رفت — تنگ بُود آنخانہ وآں وَصف رفت

جبرئیلی والی صفت اُن میں تھی، چلی گئی — وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موئی تھی

مُردہ[1] گردد شخص کو بیجاں شود — خر شود چوں جانِ اُو بے آں شود

جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مُردہ ہو جاتا ہے — جب اُسکی جان اُس (جبرئیلی صفت) کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رَوَد — جسم گردد جاں چوں اُو بے جاں شود

(انسان) کوّا بنجاتا ہے جب کوّوں کا اتباع کرتا ہے — جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جائے کاں ندارد ہست پست — ایں سخن حق ست و صُوفی گفتہ است

چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی پست ہے — یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

اُو ز حیوانہا فزوں تر جاں کند — در جہاں باریک کارہا کُند

وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے — دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[2] و تلبیسے کہ اُو تاند تنید — آں ز حیوانے دِگر ناید پدید

جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے — وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جاہہائے زرکشی را بافتن — دُرّہا از قعرِ دریا یافتن

زر دوزی کے کپڑے بُننا — موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کارہائے علمِ ہندسہ — یا نجوم و علمِ طب و فلسفہ

علمِ ہندسہ کی باریک صنعتیں — یا نجوم اور علمِ طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیستش — رُو بہفتم آسماں بر نیستش

کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے — اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[3] ہمہ علمِ نبای آخرست — کہ عمادِ بودِ گاؤ و اُشترست

یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے — جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقایِ حیواں چند روز — نامِ آں کردند ایں گیجاں رموز

چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے — اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

علمِ راہِ حق و علمِ منزلش — صاحبِ دل داند آنرا یا دلش

راہِ حق کا علم اور اُس کی منازل کا علم — اُس کو صاحبِ دل یا اُس کا دل جانتا ہے

---

[1] مُردہ گردد جس طرح رُوح نکل جانے سے جسم مُردہ ہو جاتا ہے اسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہو جاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کر دی تو یہ کوّے کی طرح کرّ، حرص، مُردار خوری کے عادی ہو گئے۔ جسم گردد۔ جب رُوح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ تا آنکہ جس روح میں رُوح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیا بھی اسی کے قائل ہیں۔ تا آو زحیوانہا۔ عالمِ ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جاہہائے۔ عالمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ اِن تمام دستکاریوں کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اُس کا رُخ ملاءِ اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالمِ ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہرِ۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علمِ راہ حق۔ طریقت اور اُس کے منازل دل اور صاحبِ دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس دریں ترکیب[1] حیوانِ لطیف
پس اس (جسمی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان

آفرید و کرد با دانش اَلیف
پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے کر دیا

زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

رُوحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے

حِسّہائے مُنعکس دارند قوم
(یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یَقظہ آمد نومِ حیوانی نماند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی

اِنعکاسِ حسِّ خود از لوح خواند
تو اس نے تختی سے اپنے حس کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حسِّ[2] آنکہ خواب آں را ربود
اسکی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا

چوں شد او بیدار عکسش رُو نمود
جب[3] بیدار ہوا اسکو اسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اَسفل بُود از سافلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہوگا

ترک اُو کُن لَا اُحِبُّ الآفلین
اسکو چھوڑ "میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں"

زانکہ اِستعدادِ تبدیل و نبرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت

بُودش از پستی و آنرا فوت کرد
پستی سے اس کو تھی اور اس نے اسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو اِستعداد نیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے

عُذرِ اُو اندر بہیمی رُو شنیست
حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

زو[3] چو اِستعداد شُد کاں رہبرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے

ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادُر خورد اُو افیوں شود
اگر بھلاوہ کھائے گا وہ افیون بنجائے گا

سَکتہ و بے عقلیش اَفزوں شود
اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماندیک قسمِ دگر اندر جہاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں

نیم حیواں نیم حیِّ بارشاد
جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

مخلوق ہے اس لئے کہ اسمیں بھلائی کی استعداد تھی اس نے اسکو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں ـــــ [3] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کریگا مزید ضلالت کا سبب بنے گی۔ اگر بلادر بھلا نواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کریگا۔ ماندیک قسم۔ یہ عام مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوامہ ہے ان انسانوں کی عقل و نفس روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے بھلا گروہ جسکا بیان یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جسکا بیان قسم دیگر ماند کہ نفس شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ امارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اسکی اونٹنی کے قصہ سے واضح کیا ہے۔

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور اُن کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ رُوح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو انکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہوگا۔

[2] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اَسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں لوٹا لائے"۔ ترکِ اُو۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند سورج کی الوہیت سے جُدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدتر ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش — کردہ چالش اوشن با آخرش

دو دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے — اسکا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنون با ناقہ و میل مجنوں

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا

سوئے حرّہ[1] و میلِ ناقہ سوئے کرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ھوٰی

میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری

ناقتی خلفی و قدامی الھوٰی و انی و ایاھا لمختلفان

اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے ہیں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر — گہ شتر چیرہ شدہ گہ مجنونِ حُر

جیسا کہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا — کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اندر و چون ناقہ اش نقیں — می کشد آں پیش و ایں واپس بکیں

وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کیطرح ہیں — وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ[2] مجنوں پیش آں لیلیٰ رواں — میلِ ناقہ پس پئے کرّہ اش دواں

مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب روانہ ہے — اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بدے — ناقہ گر دیدے و واپس آمدے

اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوتا — اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن — می نبودش چارہ از بیخود شدن

چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا — اس کے لئے بے ہوش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مراقب عقل بود — عقل را سودائے لیلیٰ در ربود

جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی — عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اڑا تھا

لیک[3] ناقہ بس مراقب بود و چست — چوں بدید اے او مہارِ خویش سُست

لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی — جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ — رو سپیش کردے بکرّہ بے درنگ

وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہوگیا ہے — بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رخ کر دیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے زجا — کو سپیش رفتہ است بس فرسنگہا

جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے — وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

[1] حرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مراد لیا ہے۔ بچہ مجنوں مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حرّہ۔ آزاد۔

[2] میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میل ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچہ کے پاس پہنچے۔

[3] لیک۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔ عشق پر تھا مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی اس حرکت سے بیہوش ہوجاتا تھا مراقب۔ انسان کی عقل اسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[4] لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہوگئی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں

ماند مجنوں در تردد سالہا[1]
مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم
بولا اے اونٹنی! جب کہ ہم دونوں عاشق ہیں

ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے

کرد باید از تو دوری اختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں

گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں[2] ز ہجرِ عرش اندر فاقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے

تن ز عشقِ خاربن چوں ناقہ
جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں کشاید سوی بالا بالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے

درزدہ تن در زمیں چنگالہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی

پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روز[3] گارم رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی

ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیسا کہ برسوں تک تیہ اور (حضرت) موسیٰ کی قوم کا حال ہوا

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا

ماندہ ام در رہ ز شستت شیصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی

سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا

گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا

خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا

از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

---

[1] سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد مزاجوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خاربن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالمِ بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مردہ وطن۔ عاشقِ وطن۔

[3] روز گارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے خطوتین۔ دو قدم شست۔ مکر وحیلہ سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

615
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پایِ را بربست و گفتا گو[1] شوم
اُس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا

در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اُس کے ٹیڑے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کُند نفریں حکیم خوش دہن
خوش کلام حکیم اسی لئے نفرت بھیجتا ہے

بر سوارے کو فرو ناید ز تن
اُس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اُترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟

گوئی گشتن بہر اُو اولیٰ بود
اُس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوئی شو می گرد بر پہلوی صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک

غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے ٹیڑے کے موڑ میں

کایں[2] سفر زیں پس بود جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہوگا

واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہوگی

اینچنیں سیر است مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جداگانہ ہے

کاں فزود از اجتہادِ جن و انس
کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبے ست بر جذبِ عام
عام کشش اُس طرح کی کشش نہیں ہے

کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام
جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام
اُس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کردے

کہ سوئے شہ بر بنبشہ است او پیام
جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ[3] آں غلام قصہ شکایتِ نقصانِ اجرے سوئے بادشاہ

تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اُس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رُقعہ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا

می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبدنامہ است اندر روے نگر
جسم رقعہ ہے اُس کو دیکھ لے

ہست لایق شاہ را آنگہ ببر
کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشہ رو نامہ را بکشا، بخواں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ

بیں کہ حرفش ہست در خورِ شہاں
دیکھ لے کہ اُس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خور آں را پارہ کن
اگر مناسب نہ ہو اُس کو پھاڑ دے

نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

---

[1] گو۔ گیند۔ یکسر۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشقِ مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیئے۔ گوئی شو۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اُس کے دربار تک پہنچ جا۔

[2] کایں سفر۔ اِس سفر میں ابتداءً تو کوشش کریگا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطاءِ خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضورؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور اُن کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

[3] نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اُس نے غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو پیش کی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اُس غلام کے خط کے ہے اُس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیک فتحِ نامۂ[1] تن زیب مداں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ

ورنہ ہر کس ہست دل دیدے عیاں
ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوار ست و صعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے

کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب
بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں

زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامِ عامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے

تا چناں دانند متنِ نامہ را
حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز[2] کن سر نامہ را گردن متاب
خط کے عنوان کو کھول، منہ کو نہ موڑ

زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے

متنِ نامہ سینہ را کن امتحاں
سینہ کے خط کے مضمون کو آزمالے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے

تا منافق وار نبود کارِ تو
تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے

زاں نیاید کم کہ در روے بنگری
کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے

گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ[3] خالی کن جوالت را ز سنگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے

باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچالے

در جوال آں کن کہ می باید کشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیئے

سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید
بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت نبود کایں جوال پر ز ریگ
کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا

می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
تولے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پر لعلش کنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے

ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

[1] نامۂ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زیب۔ آسان۔ کارِ مردان۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ۔ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

[2] باز کن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیئے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔ کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کر لے اور اس میں وہ بھر لے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت۔ یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاقِ حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاقِ رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

612

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حکایت[1] آں فقیہ با دستار بزرگ و آنکہ دستارش ربود و بانگ و نعرہ

اُس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اُس کی جو پگڑی اُچک لے گیا اور

فقیہ کہ بازش کن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اِس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہ[2] ہا بر چیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چُنے تھے

در عمامہ خویش در پیچیدہ بود
(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لیے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم
تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے

چوں در آید سوئے محفل در حطیم
جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہ ہا از جامہا پیراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے

ظاہر دستار ازاں آراستہ
اُن سے بظاہر پگڑی کو سجا رہا تھا

ظاہر دستار چوں محلّہ بہشت
پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا

چوں منافق اندروں رسوا و زشت
باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

پارہ پارہ دلق[3] و پنبہ و پوستیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین

در درونِ آں عمامہ بُد دفیں
اُس پگڑی کے اندر دفن تھے

روی سوئے مدرسہ کردہ صبوح
اُس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا

تا بدیں ناموس یابد او فتوح
تاکہ اِس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اُتارنے والا شخص

منتظر استادہ بُد از بہرِ فن
فن دکھانے کے لیے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را
وہ اُس کے سر سے پگڑی لے اُڑا

پس دواں شد تا بسازد کار را
پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنا لے

پس فقیہش بانگ بر زد کاے پسر
فقیہ نے اُس کو آواز دی اے بیٹا!

بازکن دستار را آنگہ ببر
پگڑی کو کھول، پھر لے جا

اِنچنیں کہ چار پرہ می پری
تو جو اِس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے

بازکن آں ہدیہ را کہ می بری
اُس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

بازکن آں را بدستِ خود بمال
اُس کو کھول اپنے ہاتھ سے مَل ڈال

آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کر دیا

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس فقیہ کا دستار کو مختلف چیزوں سے بھرنا کس قدر بُرا تھا۔ بازش کن۔ یعنی اِس پگڑی کو کھول کر دیکھ اُس میں کیا ہے۔

[2] ژندہا۔ پُرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ محلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

[3] دلق۔ گدڑی۔ دفین۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لیے۔ کار را۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔ چار پرہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونکہ بازش کرد آں کومی گریخت
جو بھاگ رہا تھا جب اس نے اس کو کھولا

صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت
لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نابایستِ او[1]
اس کی اس موٹی نابکار پگڑی سے

ماند یک گز کہنۂ در دستِ او
ایک گز پرانا (کپڑا) اس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!

زیں دغل مارا برآوردی زکار
اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکر ست و چہ تزویر ست و شید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟

کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید
کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسایا

شرم ناید مر ترا زیں ژندہ ہا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی

از دغل بفگندیم اے پُر دغا
فریب سے تو نے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا[2]
اس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے

از نصیحت باز گفتم ما جرا
خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

و انمودن بو وفا جویندگاں

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے

عیبِ خود را بانگ زد با جملگر گفت
بلند آواز سے اس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد
اے استاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں

آں دغل کون و نصیحت داں فساد
بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[3] می گوید بیا من خوش پیم
بناؤ کہتا ہے آجا میں مبارک قدم ہوں

واں فسادش گفت رو من لاشیم
اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے!

بنگر آں سردی و زردیِ خزاں
خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب
تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا

مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب
غروب کے وقت اس کی موت کو یاد کر لے

---

[1] نابایست: یعنی بیکار۔ ماند: یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا برزمیں۔ اس چور نے اس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیہ پر ناراض ہوا۔ زکار: یعنی اگر میں اس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قد رسید: شکار کا پھندا۔ بفگندیم: فگندی مرا۔

[2] از نصیحت: یعنی تجھے ابتدا دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا۔ نصیحت۔ دنیا بھی ابتدا تو مکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالمِ کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی۔ بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

[3] کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسمِ بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے، اس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اس کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

616

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدر را دیدی بریں خوش چارطاق
تو نے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا

کودکے از حسن شد مولائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا

گر تنِ سیمیں بتاں کردت شکار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اُٹھ

مرخبث را گو کہ آں خوبیت کو
نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟

بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوت
طشت پر تیرا ناز و انداز و نرمی اور عادت کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بُد من دام آں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں

بس انامل رشکِ استاداں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کیلئے باعث رشک

نرگسِ چشمِ خماری ہیچو جاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے

طبعِ تیز دُور بینِ محترف
پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو

زُلف و جعدِ مشکبارِ عقل بر
مشکبار زُلف اور ہوش رُبا گھونگر والے بال

خوش بنیں کونش زاول باکشاد
اس کے بناؤ کو شروع میں پر لطف حسین دیکھ لے

حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

بعد پیری شد خرف مرسوائے خلق
بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

بعد پیری بین تنے چوں پنبہ زار
بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

فضلہ آں را ببیں در آبریز
پاخانہ میں اُن کا فضلہ دیکھ لے

آں فریب و حُسن و مرغوبیت کو
وہ تیرا فریب اور حُسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر سبد کو جلوہ و لغزی و لوت
چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

آخر اَعمش بین و آبِ دے چکاں
بالآخر چندھی دیکھ لے اور اُن میں سے پانی بہتا ہوا

آخر او مغلوبِ موشے می شود
آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرف
بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

آخر او دُمِ زشتِ پیرِ خر
انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دُم ہیں

وآخر آں رُسوائیش بین و فساد
اور اس کے آخر میں اُس کی رُسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

۵۱ چارطاق۔ چوگوشہ خیمہ، راوئی یہاں آسمان مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

۵۲ اے بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بنکر بیت الخلا پہنچتی ہیں، تو ناقابلِ دید ہوتی ہیں۔ خبث یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ لغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبانِ حال سے کہتا ہے وہ تیری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

۵۳ نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف پیشہ ور۔ خرف۔ بڑھاپے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

615

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زانکہ اُو بنمود پیدا دامؔ[1] را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کرکے دکھا دیا

پیشِ تو بر کند سبلت خام را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا

ورنہ عقلِ من زدامش می شگیفت
ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرّین و حمائل بین بہلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ

غُلّ و زنجیرے شد و سلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے

اوّل و آخر در آرش در نظر
اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخر بیں تر اُو مطرود تر
جو چیز کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئے ہر یک چوں مہِ فاخر بیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اوّل دیدہ شد آخر بیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی[2] ہمچو ابلیسِ اعورے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں ابترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اُس نے آدم کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اِس جہان کو دیکھا انکو اُس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ[3] مَرداں بر زناں اے بو شجاع
اے بڑے بہادر! مَردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہرِ قوّت و کسب و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بودے بہرِ قوّت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کیوجہ سے

فضلِ مَرداں بر زناں حالی پرست
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اِسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مَرد کاندر عاقبت بینی خَم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے

اُو ز اہلِ عاقبت چوں نَن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کیطرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لئے مستعد ہوتا ہے؟

[1] دامؔ۔ دنیا کا جگا دلظاہر کردیتا ہے کہ اُسکا بناؤ انسان کیلئے جال ہے۔
... خام یعنی ناتجربہ کار پیس مگو۔ انسان کا یہ عُذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں اُن کا انجام تباہی ہے۔
ہمچنیں۔ تمام اجزاءِ عالم کا یہی حال ہے اُن کی ابتداء بناؤ سے اور انجام بگاڑ پر ہے۔
ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چوپہیں میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مکروہ۔ مردود۔ رد کی۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

[2] تانباشی یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مَرداں۔ مَردوں کو عورتوں پر فضیلت مَردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیئے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھ۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

616
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آں یکے[1] بانگش نشورِ اتقیا — واں دگر بانگش فریبِ اشقیا

اُس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے — اُس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو — بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو

کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سُن — اسکے بعد اسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار — گل بریزد من بمانم شاخِ خار

اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں — پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

بانگِ اشگوفش[2] کہ اینک گلفروش — بانگِ خارِ اُو کہ سُوئے ما مکوش

اُس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گلفروش ہے — اسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنیکی) کوشش نکر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر — کہ محبّ از ضدِّ محبوب ست کر

تو نے اُس کو قبول کر لیا دوسری سے رہ گیا — کیونکہ عاشق معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینک اینک حاضرم — بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم

ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے — دوسری آواز ہے میرے انجام کو دیکھ

حاضری[3] ام ہست ہمچوں مکر و کیں — نقشِ آخر زآئینہ اوّل بہ بیں

میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے — آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جواں اندر شدی — آں دگر را ضدّ و نادرخور شدی

جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا — دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خُنک آں کو ز اوّل آں شنید — کشِ عقول و مسمعِ مرداں شنید

مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سُن لی — جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سُن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جارا اُو گرفت — غیرِ آنش کژ نماید یا شگفت

اُس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا — اُس کے علاوہ اُس کو ٹیڑھی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید — آں خبث را آب نتواند برید

وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا — اُس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد — کفر کافر را و مرشد را رشد

دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے — کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

---

[1] آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سُن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

[2] بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بُلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دُنیا کے انجام کو دیکھ لے

[3] حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جواں اندر شدن۔ کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادرخور۔ نالائق، ناقابل۔ اے خُنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سُنی تو وہ اُس کے دل میں گھر کرے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب جذب کرلے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔ در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کفر۔ کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ معنوی کشش ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بدست

کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

بُرد مقناطیسِ ار تو آہنی — ور کہی بر کہربا برمی تنی

اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چمک کر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار — لاجرم شد پہلوی فجار جار

جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار — لاجرم شد پہلوی ہر خار خوار

ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰ پیشِ قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم

(حضرت) موسیٰؑ قبطی کے نزدیک بُرے ہیں — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ — جانِ موسیٰؑ جاذبِ سبطی شدہ

ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب

گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر اُو را کوش سازید ست امام

اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں کہ ہر کُرّہ پئے مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود

کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد

آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ

خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

۱؎ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ برد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں کے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بدوں کی طرف کشش ہوگی۔ خار یعنی برائی۔

۲؎ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اسکو برا معلوم ہوتا ہے۔ معدۂ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمہیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی برائی کا فیصلہ کرلو۔

۳؎ زاں۔ ے

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس کی غذا بدن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فرد اعلیٰ ہے اسکو غذا اللہ کیجانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے

618

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عَدلِ[1] قسام ست و قسمت کردنیست — ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست

تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اسکی تقسیم؟ — یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بدے — ظلم بودے کے نگہبانی بدے

جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟ — ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

روز آخر شد سبق فردا بود — رازِ ما را روز کے گنجا بود

شام ہوگئی، سبق کل ہوگا — ہمارے راز کی دن میں گنجایش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و در ایاب — در نگر واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں — غور کرلے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب[2] با مغروران دنیا و گرفتاران نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے — بر دم و بر چاپلوسِ فاسقے

اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے — ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قبہ بر ساختستی از حباب — آخر آں خیمہ است بس وا ہی طناب

تونے بلبلے کا قبہ بنایا ہے — یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برق ست اندر نورِ آں — راہ نتوانند دیدن رہروآں

مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں — راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بیحاصل اند — ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند

یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں — بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست — گرچہ رو آرد بتو آں رو قفاست

دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے — اگرچہ وہ تیری طرف رخ کرے وہ چہرہ گدی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زبر — تا ابد در عہد و پیماں مستمر

اس جہان والے، اس جہان کی طرح نیکی کیوجہ سے — ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند — معجزات از ہمدگر کے بستدند

دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ — آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں — شادیِ عقبیٰ نگردد اندہاں

اس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ — آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

[1] عدل۔ شعر:
قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازلی نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
ایں عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔ پشیمانی۔ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان برا کام کرتا ہے تو اسکو شرمندگی ہوتی ہے، اگر جبر ہو تو پھر کسی پر شرمندگی نہ ہونی چاہیئے۔ نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز۔ اب اس مضمون کو ختم کردینا چاہیئے بہت وقت گذر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دربار خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدِ نظر رکھو۔

[2] خطاب۔ جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے اُن کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتمادِ واثقے۔ مضبوط بھروسہ۔ فاسقے۔ یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔ زرق۔ مکاری، یعنی مکاری شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ راستے نہیں کیا جاسکتا۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا۔ یعنی دنیا دار۔ رو۔ اسکا رخ بھی گدی کیطرح ہے۔ زبر۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت کی تعمیر ہمارے قابل نہ دال میں اور اسکی خوشی کبھی تبدیل نہیں ہوتی ہے

619

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نفس[1] بے عہدست زاں رُکنی ست — اُودنی و قبلہ گاہِ اُودنی ست

نفس بے وفا ہے، اِس لئے گردن زدنی ہے — وہ کمینہ ہے اور اُس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن — مُردہ را در خور بُوَد گور و کفن

نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے — گور و کفن مُردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں — قبلہ اَش دنیاست اُو را مُردہ داں

نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے — اُس کا قبلہ دنیا ہے اُس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید — شُد ز خاک مُردہ زندہ پدید

اللہ کے اِلہام کا پانی اُس مُردے کو پہنچا — مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا نیاید[2] وحی زُو غرّہ مباش — تو بداں گلگونہ طالِ بقاش

جب تک اللہ (تعالیٰ) کا اِلہام نہ آئے اُس سے دھوکہ نہ کھا — تو اُس کی عمر دراز ہونے کے غازے سے

بانگ و صیتے جو کہ آں حاصل نشُد — تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشُد

وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو — اُس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنرہائے دقیق و قال و قیل — قومِ فرعون اند اَجل چوں آبِ نیل

نازک ہنر اور قیل و قال — فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرنب و سحرِ شاں — گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں

اُن کی رونق اور شان و شوکت اور جادو — اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحرہائے ساحراں داں جملہ را — مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا

سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ — موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدھا بنا

جادو[3] یہا را ہمہ یک لُقمہ کرد — یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد

(اُس نے اُن) سب جادوؤں کو ایک لُقمہ بنا لیا — ایک دنیا رات سے بھری تھی جسکو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشد افزوں و بیش — بل ہماں سان ست کو بود از پیش

اُس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا — بلکہ اُسی طرح ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شُدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے

اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں — ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

---

[1] نفس۔ دنیادار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیادار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیادار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مُردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیادار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہے تو یہ سمجھو کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اُڑا لو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہو جانا نہیں ہے اور وہ اہلِ حق کے پاس ہے۔

[3] آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور اُن کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اِس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت اُن کے لئے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

[3] جادو یہا۔ اِسی طرح موت اُن تمام ہنرمندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ کے اُس مُعجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نورِ خداوندی اُس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور۔ خدا کے اِس نورِ مطلق میں اُس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

620

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حق زایجادِ جہاں افزوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا

انچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد
جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیک[1] افزوں شد اثر زایجادِ خلق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا

درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
اِن دونوں اضافوں میں فرق ہے

شد فزونیِ اثر اظہارِ اُو
نشان کی زیادتی اُس (ذات) کا اظہار ہوئی

تا پدید آید صفات و کارِ اُو
تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست افزونیِ ہر ذاتے دلیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے

کو بُود حادث بعلّتہا علیل
کہ وہ حادث ہے (اور) علّتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق
اے دوست! اِس مقام پر نکتہ باریک ہوگیا

لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
لیکن تو باریک باتیں سُنتا رہ

تفسیر[2] آیہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ
"پس موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر
اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی
یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کُنَد ست
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا جادو بھی حیران کُن ہے

چہ کُنم کایں خلق را تمییز نیست
میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفت حق تمییز را پیدا کُنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کردونگا

عقلِ بے تمییز را بینا کُنم
بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ مُعجزہات را ظاہر کُنم
جب تمہارے مُعجزوں کو ظاہر کرونگا

عقل را در دیدنش فاخر کُنم
عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنادونگا

دیدہ[3] بخشم عقلِ بے تمییز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا

کور سازم جاہلِ ناچیز را
ناچیز، جاہل کو اندھا بنادونگا

گرچہ چوں دریا برآورد ند کف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں

موسیا تو غالب آئی لا تخف
اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بُود اندر عہدِ خود سحر افتخار
جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا

چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

[1] لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اِسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اُس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہوجائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔ اِن دونوں ذات اور نشانیوں کے اضافہ میں فرق ہے۔ ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اُس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ یہ مضمون دقیق ہے لیکن تو مُستعد رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دیدیگا۔

[2] تفسیر۔ اِس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ مُجھ سے اور جادو میں فرق نہ کرسکیں گے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مُشکل حل فرمادی اِسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مُشکلات کو حل فرماویتا ہے۔ مُعجزات۔ عصا اور یدِ بیضا کے مُعجزے اور جادو میں فرق سمجھادوں گا۔

[3] دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کردوں گا اِشقیاً ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہ۔ اِن ساحروں کا جوش و خروش سب کافور ہوجائیگا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بُود۔ مولانا فرماتے ہیں اِس دَور میں جادوگری بہت زیادہ باعثِ فخر ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر[1] کسے را دعویِ حُسن و نمک
ہر شخص کو حُسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے

سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک
موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و معجزِ موسیٰ گذشت
جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰؑ کا معجزہ بھی گذر گیا

ہر دو را از بامِ بود افتاد طشت
دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جز لعنت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی

بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند
دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شد از مردِ و زن
جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے

در صف آ اے قلبِ اکنوں لاف زن
اے کھوٹے! میدان میں آجا، اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب است
تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے

می برندت از عزیزی دست دست
تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

ہر[2] دمت عزّے و نازے در فزود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا

چوں محک آمد چرا گشتی کبود
جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

قلب می گوید ز نخوت ہر دمم
کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے

اے زرِ خالص من از تو کے کمم
اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش
سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست!

لیک می آید محک آمادہ باش
لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہو جا

مرگ[3] تن ہدیہ است بر اصحابِ راز
جسم کی موت رازدانوں کا تحفہ ہے

زرِ خالص را چہ نقصان ست گاز
خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے
کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا

آں سیہ کا خر شدُ او اوّل شدُے
جو سیاہ (روئی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شدُے اوّل سیہ اندر لقا
اگر شروع میں سیاہ رُو ہو جاتا، ملاقات کے وقت

دُور بودُے از نفاق و از شقا
نفاق اور بدبختی سے دُور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا

عقل اُو بر زرقِ اُو غالب بُدے
اُس کی عقل اُس کے مکر پر غالب ہوتی

---

[1] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعثِ فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو اُنکے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بود۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادوگری کی شہرت بصورتِ لعنت اور معجزے کی شہرت بصورتِ رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

[2] ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اُسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنرمندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[3] مرگِ تن۔ انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے گاز۔ گانتی، سُنار کی سونا کرنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شدُے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں ندامت ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کر کے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا۔

622

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[1] شکستہ دل شنُد از حالِ خویش — جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش

جب ... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنیوالا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید او اشکستہ شُد — از شکستہ بند در دم بستہ شُد

اُس نے انجام کو دیکھا اور شکست (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً مجذوب گیا

فضلِ مسہار اسوئے اکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند

(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کیجانب روانہ کر دیا — وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے[2] زر اندود مکن دعوی ببیں — کہ نماند مشتریت اعمی مبیں

اے ملمع شدہ! دعوی نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند — چشم بندیِ ترا رسوا کُند

قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا — تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند

اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِ نظر رکھا ہے — وہ جانوں کیلئے (باعثِ) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعث) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند — سرِّ فاسد ز اصلِ سر بریدہ اند

اُنکو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کٹ لیا ہے

پیش[3] حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک

موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے — صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کاروان — داد بر بادِ ہلاکت اے جوان

صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کُن اے عزیز — تا ز صدقِ اُو شوی صاحب تمیز

اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر — تاکہ تو اُس کی سچائی کے ذریعہ تمیزدار بنجائے

نیست نقدے کش غلط اندر نیست — وائے آں جاں کش محک و گر نیست

کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا سکہ نہ ہو — اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور گانتی نہیں ہے

باز رو سوئے غلام و کبتتش — کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش

غلام اور اُسکے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل — کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردن مدّعی را از دعویٰ و امر کردن او را بمتابعتِ انبیاء و اولیاء

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

[1] چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اُس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمتِ خداوندی اُس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہار۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر یعنی مغفرت۔ زر اندود۔ منافق، بناوٹی شیخ۔

[2] اے زر اندود۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہینگے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو اُن لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعثِ رشک ہیں۔ منگر۔ اُن بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ اُنھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

[3] پیش حالی۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے صبحِ کاذب قافلہ اگر صبحِ کاذب کو صبحِ صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لُٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبحِ صادق۔ سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جسمیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اُسکی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کیلئے تنبیہ کہ وہ انبیاء اور اولیاء کی پیروی کریں۔

623

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بُو مُسیلم[1] گفت من خود احمدم
مُسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں

دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم
میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بُو مُسیلم را بگو کم کُن بطر
مُسیلمہ (کذاب) سے کہدے کہ اکڑ نہیں!

غرّۂ اوّل مشو آخر نگر
ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوُوزی مکُن از حرصِ جمع
(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نکر

پس روی کُن تا روی در پیشِ شمع
اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمعِ[2] مقصد را نماید ہمچو ماہ
شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے

کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ
کہ اس جانب نہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے

دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ
باز کی صورت اور کوّے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند
اگرچہ اِن کوّوں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہو

بانگِ بازانِ سفید آموختند
سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہُدہُد گر بیاموزد قطا
کونج اگر ہُدہُد کی بولی سیکھ لے

رازِ ہُدہُد کُو و پیغامِ سبا
ہُدہُد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے!

بانگِ[3] پر بستہ زیر بستہ بداں
کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے

تاجِ شاہاں را ز تاجِ ہُدہُداں
شاہوں کے تاج کو ہُدہُد کے تاج سے (ممتاز کرلے)

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے

بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں
اِن بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ اُمّتِ پیشیں کہ بُود
پہلی اُمتوں کی جو تباہی ہوئی

زانکہ جندل را گماں بُردند عُود
اِسلئے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انھوں نے اگر سمجھا

بُود شاں تمییز کاں مظہر کُند
اُن میں (قوتِ) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے

لیک حرص و آز کور و کر کُند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست
اندھوں کا اندھا پن رحمتِ (خداوندی) سے دور نہیں ہے

کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھا پن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

---

[1] بُو مُسیلم یعنی مسیلہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ وقت کے ساتھ مرا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اُس شمع کو پیشرو بنالے۔ حرصِ جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

[2] شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کرے گا اور تجھے بتائیگا کہ اس طرف تباہی ہے اور اُس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ یہ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کونج ہُدہُد کی بولی سیکھ بھی لے تو اسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہُدہُد نے بلقیس کو سبا میں جاکر دیا تھا۔ قطا۔ ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اسکو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

[3] بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور فرضی پر لگانے والے میں امتیاز کرنا چاہیئے شاہی تاج اور ہُدہُد کے تاج میں فرق ضروری ہے بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جسکے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ جود۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن انکی حرص اور طمع نے انکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چار میخِ[1] شہ زرحمت دورنے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے

چار میخِ حاسدی مغفورنے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے

بَدگلوئی چشم آخر بینیت بست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

با دو دیدہ اوّل و آخر بَبیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے

ہیں مباش اَعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اَعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے

چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں[2] دو چشمِ گاو در جُرمِ تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں

ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کیطرح ہیں کیونکہ انہیں شرافت نہیں

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او
اُس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں

کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
کیونکہ اسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

ور کنی[3] یک چشمِ آدم زادہ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے

نصف قیمت لازم ست از جادہ
مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود

بے دو چشمِ یار کاری می کند
یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اوّلش بے آخرست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے،

گر دو چشمش ہست حکمش اَعور ست
اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں ہیں لیکن، کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل

می نویسد رُقعہ در طمعِ رَغیف
روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رُقعہ را بطلبِ اُجرے

روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رَفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغۂ مطبخ کے پاس گیا

کاے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کر نیوالے!

---

[1] چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سزا اور تکلیف میں مبتلا ہو تو اُس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بدگلوئی۔ یعنی خلق کی بُری عادتیں۔ با دو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اِس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[2] چوں دو چشم۔ اِن اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اُس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے یعنی نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اُس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اُسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

[3] ور کنی۔ انسان دو آنکھوں سے پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اُس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اُسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ۔ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام میں نہیں ہے لہٰذا اُسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رَغیف۔ روٹی۔ مَطبخ۔ داروغۂ مطبخ۔

625
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دُور از و وز ہمّتِ اُو کایں قدر[1]
الحمد اور اُسکی شان سے دور ہے کہ اس قدر

از جری اُم آید شش اندر نظر
میری روزی پر اُس کو دھیان ہو

گفت بہرِ مصلحت فرمودہ است
اُس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہو

نے برائے بُخل و نے تنگیِ دست
نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیزیست و اللہ ایں سخن
اُس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے

پیشِ شہ خاک ست ہم زرِّ کہن
بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مُطبخی دہ گونہ حُجّت بر فراشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اُٹھائیں

اُو ہمہ رَد کرد از حرصے کہ داشت
اُسنے اُس حرص کی وجہ سے جو اُس میں تھی سب کو رد کر دیا

چوں جری کم آمدش در وقتِ چاشت
ناشتہ کے وقت جب اُس کو کم خوراک ملی

زد بسے تشنیع و اُو سودے نداشت
اُس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد[2] می کُنید اینہا شما
اُس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو

گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اُس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر
یہ شاخ کیجانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ

بر کماں کم زن کہ از بازو ست تیر
کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ ابتلاست
جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے

بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے

پیشتر بنگر یکے بکشایِ چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُد[3] ز خشم و غم درونِ بُقعہ
غصہ و غصہ سے وہ گھر میں گیا

سُوئے شہ بنوشت خشمیں رُقعہ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رُقعہ ثنایِ شاہ گفت
اُس نے اُس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی

گوہرِ جود و سخائے شاہ سُفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تُو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے

در قضائے حاجتِ حاجات جُو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالے

زانکہ ابر آنچہ دہد گریاں دہد
اس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہو

کفِ تو خنداں بیا پے خواں نہد
تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہو

[1] کایں قدر۔ یہ کہ میری تحصیل روزی کی طرف اُسکو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے زرِ کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہوجاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغہ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اُس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لغت ملامت۔

[2] قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ تیر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہوگئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اُس کی نفی بھی کردی اسلئے کہ اُس وقت آنحضورؐ کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قربِ فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کردیتے ہیں۔ تیرہ۔ یعنی چشمہ۔

[3] شُد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُرعتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے۔ کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اُنکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر باطلِ ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

626

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ظاہرِ رقعہ اگرچہ مدح بود — بوئی[1] خشم از مدح اثرہا می نمود

اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا — غصہ کی بو تعریف میں سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نور است و زشت — کہ تو دوری دور از نورِ سرشت

اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں — کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود — ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود

کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے — جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا برآرد زو کساد — زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد

دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے — کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[2] نگردد از مدیحی سینہا — چونکہ در مداح باشد کینہا

سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں — جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو — وانگہاں الحمد خواں چالاک شو

اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا — پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں الحمد و اکراہِ دروں — از زباں تلبیس باشد یا فسوں

زبان پر تعریف اور اندر نفرت — زبان کا فریب ہوگا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — من بظاہر من بباطن ناظرم

تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں — ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایت[3] آں مداح کہ از جہتِ ناموس شکرِ ممدوح می کرد و

اس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس

بوئے اندوہ و غمِ اندرون او از خلاقتِ دلق او ظاہر می

کے باطنی رنج و غم کی بو اس کی گدڑی کے پرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ

کہ وہ تمام شکریئے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق — باز پرسیدند یاراں از فراق

ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا — دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الا سفر — بود بر من بس مبارک مژدہ ور

اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر — میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

---

[1] بوئی خشم یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن ان میں سے غصہ کی بو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسنِ نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زود۔ زود کا مخفف ہے۔

[2] خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکر گذاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی عراق۔ اس زمانہ میں دار الخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشخبری دینے والا۔

626

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

که خلیفه داده ده خلعت مرا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے

شکرہا و حمدہا بر می شمرد
شکریئے اور تعریفیں شمار کرتا تھا

پس بگفتندش که احوالِ تُرند
تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیرے خراب اُحوال

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا

گو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟

گر زبانت مدحِ آں شہ می تنند
اگر تیری زبان اُس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے

در سخایِ آں شہ و سلطانِ جُود
اُس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں

گفت من ایثار کردم انچہ داد
اُس نے کہا جو کچھ اُس نے دیا میں نے خیرات کر دیا

بستدم جملہ عطاہا از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی

پس بگفتندش مبارک مال رفت
تو اُنھوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا

صد کراہت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کیطرح ہیں

گو نشانِ عشق و ایثار و رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟

که قریش[1] باد صد مدح و ثنا
خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اُسکی ساتھی بنیں

تا که شکر از حد و اندازہ ببرد
حتی کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

بر دروغ تو گواہی می دہند
تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

شکر را دزدیدہ یا آموختہ
تو نے شکر کو چُرایا ہے، یا سیکھا ہے

بر سر و بر پایِ بے توقیرِ تو
تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

ہفت اندامت شکایت میکنند
تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

مر ترا کفشے و شلوارے نبود
تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

میر تقصیرے نکرد از افتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے

در جزا زیرا که بودم پاکباز
بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
یہ دُھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

کے بود اندوہ نشانِ ابتشار
غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

گر درست است آنچہ گفتی ما مضیٰ
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سُنایا ہے

[1] قریش۔ خلیفہ کیلئے دُعا ہے۔ لشکر یا اُس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔

گفتندش۔ لوگوں نے اُس سے کہا تیری خراب حالت اِس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ تیر یعنی خلیفہ بے توقیر۔ بے عزت۔

[2] گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اُس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اُس عطا میں جُبّہ اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ مرِ دراز۔ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

[3] پس۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ گو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اُس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود گر فتم مال گم شد میل[1] کو
میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہو؟

سیل اگر بگذشت جایِ سیل کو
سیلاب اگر گذر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشم تو گر بد سیاہ و جاں فزا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی

گر نماند او جانفزا ارزق چرا
اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے ترش
اے ترشرو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟

بوئِ لافِ کژ ہمی آید خمش
بیہودہ شیخی کی بو آرہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد دروں ایثار را
باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں

صد علامت ہست نیکوکار را
نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے

در دروں صد زندگی آید خلف
(بدلہ میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی[2]
اللہ (تعالےٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا

تخمہائے پاک وانگہ دخل نی
بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد[3]
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سو نہ بنیں

صحنِ ارض اللہ واسع کے بود
(تو) اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہے؟

اصلِ ارض اللہ قلبِ عارفست
اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے

لامکان ست و ندارد فوق و پست
جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نہ روید خوشہ از روضاتِ ہو
اگر اللہ (تعالےٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو

پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو
تو بتا اللہ (تعالےٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے

چوں بود ارض اللہ آں مستوسعے ست
تو اللہ (تعالےٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ بہت وسیع ہے

ریعِ آں را نے حدو نے عد بود[4]
اس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے

کمترین دانہ دہد ہفصد بود
معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں
تو نے تعریف کی، تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟

نے برونت ہست اثر نے اندروں
نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست ست
عارف کی حمد اللہ (تعالےٰ) کیلئے درست ہے

کہ گواہِ حمد اُو شد پا و دست
کیونکہ ہاتھ پاؤں اسکی تعریف کے گواہ بنگئے ہیں

---

[1] میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رجحان اور خواہش میل۔ پانی بہہ کر سکتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو ہونی چاہیئے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

[2] گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سو نہ اگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔ لفظ۔ اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے۔

[3] ریع۔ پیداوار قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ
جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں انکی خیرات کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔

629
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

[1] آنچہ تاریک جسمش برکشید — وز تنگِ زندانِ دنیا اش خرید

اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قید خانہ کی گہرائی سے اسکو نجات دیدی

اطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف — آیتِ حمد است اورا بر کتف

تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ — ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ

چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

[2] بر سریرِ سرِ عالی ہمتش — مجلس و جاہ و مقام و رتبتش

اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں درو — جملہ سرسبز ند و شاد و تازہ رو

وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار — صد نشانے دارد و صد گیر و دار

رونق کی وجہ سے انکی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ — واں گلستان و نگارستاں گواہ

اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگار خانہ گواہ ہے

[3] شاہدِ شاہد ہزاراں ہر طرف — در گواہی ہمچو گوہر در صدف

ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بوئے سیر بد بیاید از دمت — وز سر و رو تا بدا ے لافی غمت

تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے — اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

بوشناسانند حاذق در مصاف — تو بجلدی ہائے وہو کم کن گزاف

میدانِ جنگ میں ماہر، بو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بوئے پیاز — از دمِ تو می کند مکشوف راز

تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر خوردم ہمی گوئی و بوئی — می زند از سیر کہ یا وہ مگوی

تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو — لہسن کی پھیلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں — خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں

دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

[1] آنچہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضاء پر انوار و برکات روشنا ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

[2] بر سریر۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَہَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی اعزت کی جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اسکی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

[3] شاہد۔ پہلا شاہد یعنی گواہ اور دوسرا شاہد یعنی حاضر ہے۔ بوئے سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ بجلدی۔ بہادری۔ ہائے وہو۔ شور و غل۔ تو ملاف جب منہ سے پیاز کی بو آرہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیئے۔ مکشوف کھلا ہوا۔ گلشکر گلقند۔ سیر۔ لہسن۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از شگافِ[1] روزن و دیوارہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے

مُطّلع گردند بر اسرارہا
رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ نداند ہیچ وہم
اس شگاف سے جسکو کوئی وہم بھی، نہیں جانتا ہے

صاحب خانہ ندارد ہیچ سہم
(جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نبی برخواں کہ دیو و قومِ او
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اس کی ذریت

می برند از حالِ انسے خفیہ بو
انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رہے کہ انس ازاں آگاہ نیست
اس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے

زانکہ زیں محسوس و زیں اشباہ نیست
کیونکہ اُن محسوسات اور اُن صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زرقے متن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر

با محک اے قلبِ دُوں لافے مزن
اے کھینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر محک[2] را رہ بود در نقد و قلب
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے

کہ خدا ایشں کرد امیرِ جسم و قلب
کیونکہ خدا نے انکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہایِ خویش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود

واقف اند از سرِّ ما و فکر و کیش
ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مسلکے دارند دُزدیدہ دروں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں

ما ز دُزدیہایِ ایشاں سرنگوں
ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے

رنج می بیند ازاں جان و جسد
اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیانے می کنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں

صاحبِ نقب و شگافِ روزنند
وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس[3] چرا جانہائے روشن دلہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں

بے خبر باشند از حالِ نہاں
پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

در سرایت کم تر از دیواں شدند
گمراہ کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں

رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دزدانہ سوئے گردوں رود
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے

از شہابِ محرِق او مطعون شود
جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

---

[1] از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از بہے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّہٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بیشک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو اُن کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے۔ اشباہ۔ اَشکال۔ دُوں۔ کمینہ۔

[2] مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں چوں شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے کیسکی۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

[3] پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرِق۔ جلانیوالا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

631

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں — کہ شقی در جنگ از زخم سناں

آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے — جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشک روحہای دل پسند — از فلک شاں سرنگوں می افگنند

محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے — اُن کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر شلی و لنگی کور و کر — ایں گماں بر روحہای مہ مبر

اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے — تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن — کہ بسے جاسوس ہست آں سوئے تن

شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو — کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراض دل و دین را در سیمائے مُرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کرلینا دل اور دین کی بیماریوں کو مُرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحن گفتار او و رنگ چشم او و لے اینہمہ نیز از راہِ دل کہ انہم

اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور لیکن بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل

جواسیس القلوب فجالسوھم بالصدق

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشوراند — بر سقامِ تو ز تو واقف ترند

یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں — تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال

حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں — کہ تو اُس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم — بو برند از تو بہر گونہ سقم

نبض سے بھی اور رنگ سے بھی اور سانس سے بھی — تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں

تو دنیا میں خدائی طبیب — منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جانیں؟

ہم ز نبضت ہم ز چشمت ہم ز رنگ — صد سقم بینند در تو بید درنگ

(وہ) تیری نبض سے بھی تیری آنکھوں سے بھی رنگ سے بھی — بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نو آموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بود

یہ طبیب خود نو آموز ہیں — کیونکہ اُن کو اِن علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

۱ تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیاء کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطباء علامتوں کے ذریعہ اُمراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

۲ بر سقامِ بیماری تمارتہ۔ اطباء پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم ز نبض۔ اطباء نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

۳ ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطباء تو آموز ہیں اس لئے انکو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطباء دور سے ہی نام سنکر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاملاں از دُور نامت بشنوند
کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہیں
تا بقعرِ تار و پُودت در روند
تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے
دیدہ باشندت ترا با حالہا
تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں
زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو
کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدّس سرّہٗ از زادنِ ابوالحسن خرقانیؒ

(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرت او یک بیک

میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ او

اور ان کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اُس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزید[2]
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے
کو ز حالِ بوالحسن پیشیں چہ دید
کہ انھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا!

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے
با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مر اُو را ناگہاں
اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی
در سوادِ[3] رے ز سُوئے خارقاں
رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد
اُسی جگہ انھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا
بُوی را از بادِ استنشاق کرد
ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بُوئے خوش را عاشقانہ می کشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سُونگھتے تھے
جانِ اُو از باد بادہ می چشید
اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزۂ کُو از یخ آبہ پُر بُود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو
چوں عَرق بر ظاہرش پیدا شود
جب بُوندیں اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں ز سردی باد آبے گشتہ است
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے
از درونِ کُوزہ نَم بیروں نجست
پیالے کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

---

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ جیسے۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اِس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانی کی پیدائش سے قبل ہی اُن کے احوال معلوم کر لئے تھے اور لوگوں کو بتا دیئے تھے۔

[2] بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لئے اُنکے سلسلہ کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزید کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیل کو فرشتوں میں۔ بہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے دور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اُویسیت کے طور پر اُنکو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپنے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطراف شہر تھے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب بنی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنجاتا ہے لہٰذا اُن کا ہوا سے شراب پینا دو صفحے آگے آتا ہے۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں

6330
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادِ بُوی آور مرا اُو را آب گشت
خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی

آب ہم اُو را شرابِ ناب گشت
پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں در و آثارِ مستی شد پدید
جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے

یک مُریدِ اُو را ازاں دم بر رسید
اُن کا ایک مُرید اُسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش
تو اُس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال

کہ بُرونست از حسابِ پنج و شش
جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید
کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید

می شود رُویت چہ حالست و نوید
آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے

بیشک از غیبست و از گلزارِ گُل
بیشک وہ غیب (اور ذات) گُل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجتمند کی جان کا مقصود ہیں

ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے[52] یعقوبؑ وار از یوسفے
(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسفؑ سے

می رسد اندر مشامِ تو شفے
آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ بر ریز بر مازاں سبُو
اُس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے

شمۂ زاں گلستاں با ما بگُو
اِس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُو ندارِیم اے جمالِ مہتری
اے بزرگی کے حُسن! ہماری عادت نہیں ہے

کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمایِ چُست چُست خیز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور سُبک پرواز!

زاں چہ خوردی جُرعۂ بر ما بریز
جو آپ نے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیدیجئے

میرِ[53] مجلس نیست در دَورانِ گر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے

جز تو اے شہ در حریفاں در نگر
اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمائیے

کے تواں نوشید ایں مے زیرِ دست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟

مے یقیں مر مر را رُسوا گرست
شراب یقیناً انسان کو رُسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کند[54]
اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے

چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند
اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

---

۵۱ بادِ بُوی۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اُس مرید نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ گُل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خود کامہ۔ ضرورتمند۔

۵۲ ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دُور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں اُن کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

۵۳ میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان۔ یعنی مجلس کے شریک۔ کے تواں۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مُرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپا لے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

6364
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود[1] نہ آں بوئیست این کاندر جہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں

صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پُر شد از تیزیِ او صحرا و دشت
اُسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں

دشت چہ کز نہ فلک ہم در گذشت
جنگل کیا، وہ تو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خم را بہ کہگل در مگیر
اِس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے

کایں برہنہ نیست جز در پوشش پذیر
یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے رازدارِ راز گو
اے راز کو جاننے والے راز کو بتانیوالے مہربانی کیجئے

آنچہ بازت صید کرد اش باز گو
جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت[2] بُوئیِ بو العجب آمد بمن
(اُنھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے

ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ

از یمن می آید م بُوئیِ خدا
مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بُوئیِ رامیں می رسد از جانِ ویس
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے

بُوئے رحمٰں می رسد ہم از اویسؓ
اویسؓ میں بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بُوئیِ عجب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے

آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی[3] گشتہ بُود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے

آں زمینے آسمانے گشتہ بُود
وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر
ہڑ شکر میں مربّی بنائی ہوئی

چاشنیِ تلخیش نبود دگر
اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہو

نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلّی در گذشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا

ایں مَنی و مائیِ خود در نوشت
اُس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ

تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
(بتا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

---

[1] خود۔ شرابِ معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی پھر شہ۔ اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اُسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔ ایں سرِ خم۔ شرابِ معرفت کے مٹکے کے مُنھ کو مٹی سے بند نہیں کیا جا سکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لُطف۔ آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

[2] گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمد گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِن قِبَلِ الیَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔ رامین رامین مشہور عاشق اور ویسہ اُسکی معشوقہ تھی اُسکے بعد ویسہ پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کر دیتا ہے تو اُس میں سے معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویسؓ قرن میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

[3] فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بنجاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربّی بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے

اِسکی خودی اور انانیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ غیب سے نئی باتیں سیکھتا ہے۔ وہ مولانا رومؒ کو مثنوی لکھنے کا الہام ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جواب سلطان بایزید قدس سرہٗ در معنیٔ قول رسول اللہ صلی اللہ

شاہ بایزید قدس سرہٗ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنی کہ میں

علیہ وسلم کہ انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن

یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سوی بوی یارے می رسد — کاندریں دہ[1] شہر یارے می رسد

فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے — کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے — می زند بر آسمانہا خرگہے

کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا — جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

روئیش از گلزار حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود

اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کیطرح ہوگا — وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش وا گفت ز ابرو تا ذقن

اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام ابوالحسن ہے — اُن کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

خد او و رنگ او و شکل او — یک بیک وا گفت از گیسو و رو

اُن کا رخسار اور رنگ اور شکل — ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

حلیہہائے[2] روح او را ہم نمود — از صفات و از طریق و جا و بود

انھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے۔ — صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حلیۂ تن ہمچو تن عاریت است — دل بر آں کم نہ کہ آں یک ساعت است

جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے — اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حلیۂ روح طبیعی ہم فناست — حلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست

طبیعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے — اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسم[3] او ہمچوں چراغے بر زمیں — نور او بالائے سقف ہفتمیں

اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے — اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاع آفتاب اندر وثاق — قرص او اندر جہان چار طاق

سورج کی شعاع گھر میں ہے — اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقش گل در زیر بینی بہر راغ — بوی گل بر سقف و ایوان دماغ

پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے — پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

[1] دہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔ خد۔ رخسار بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔

[2] حلیہہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم، روح حیوانی، روح انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور اُن کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا اُن سے دل نہ لگانا چاہیئے، روح انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اُس سے وابستگی ہونی چاہیئے۔

[3] جسم او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقش گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

6356

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مردِ خفتہ[1] در عدن دیدہ فرق — عکسِ آں بر جسمِ اُفتادہ عرق

(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے — اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص — پُر شُدہ کنعاں زبُوئے آں قمیص

لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے — اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

برنبشتند آں زماں تاریخ را — از کباب آراستند آں سیخ را

اُس وقت انھوں نے تاریخ لکھ لی — اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی — اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قُدِّسَ سِرُّہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو

بایزید رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ بہماں تاریخ

پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شُد آں شاہ و نَرد[2] مُلک باخت — از عدم پیدا شُد و مرکب بتاخت

وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی — عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بُوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید

اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے — ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خُوہائے اُو زاں مساک و جُود — آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بُود

اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں — اُسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ[3] محفوظ است اُو را پیشوا — از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے — کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب — وحیِ حق واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے — اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوشی عامہ دربیاں — وحیِ دل گویند آں را صوفیاں

عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں — اُس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

وحیِ دلگیرش کہ منظر گاہِ اُوست — چوں خطا باشد کہ دل آں گاہِ اُوست

اُس کو دل کی وحی تسلیم کرلے کیونکہ وہ اُس خدا کی نظر گاہ ہے — غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

[1] مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک نہر کو دیکھتی ہے اس سے جسم پر پسینہ آجاتا ہے پیرہن۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی اور اُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ برنبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

[2] نرد مُلک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے۔ جملہ خوہائے۔ حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

[3] لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو اُن احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اسکو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دلگیر۔ ہم اسکو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

636

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُومنا[1] یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہ شُدی — از خطا و سہو ایمن آمدی

اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بچگیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہوگیا ہے

رجوع بحکایتِ کمیِ اجرائے آں غلام و در بیانِ اجرائے

اُس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اِس کا بیان کہ صوفی

دل و جانِ صوفی از طعامِ اللہ تعالےٰ

کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں دَر غم شود — عینِ فقرش دایہ و مُطعِم بُود

کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اُس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانیوالا بنجاتا ہے

زانکہ جنّت از مکارہ رُستہ است — رحمِ قسمِ عاجز و شکستہ است

کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصّہ ہے

آنکہ سَر ہا شکند او از عُلُو — رحمِ حق و خلق ناید سوئے او

وہ شخص جو تکبّر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اُس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں — از کمِ اجرائے ناں شُد ناتواں

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہوجانے سے کمزور ہوگیا ہے

شاد[2] آں صوفی کہ رِزقش کم شود — آں شبہ دُر گردد و اُو یَم شود

وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہوجائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہوجائے

زاں جرایِ خاص ہر کہ آگاہ شُد — او سزایِ قُرب و اَجرے گاہ شُد

جو شخص اُس خاص روزی سے واقف ہوگیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرای روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ اُو لرزاں شود

جب روح کی روزی میں کمی آئے — اُس کی کمی سے اُس کی جان لرزنے لگے

پس[3] بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سَمَن زارِ رضا شگفتہ است

وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچُناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رُقعہ سوئے صاحبِ خرمن نوشت

جیسے کہ اُس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رُقعہ لکھا

رُقعہ اَش بُردند پیشِ میرِ راد — خواند اُو رُقعہ جوابے وَا نداد

داتا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اُس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

---

[1] مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہوجائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اُس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔ صوفی۔ جب صوفی فقر کے قلم میں بنسکا ہوتا ہے تو خود رزق اُس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنّت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ آنکہ۔ متکبّر اور مغرور پر خدا اور خلقِ خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

[2] شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے۔ ناں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اسکو قربِ خداوندی حاصل ہو جاتا ہے نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوکر لرزنے لگتا ہے۔

[3] پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ بیچاں۔ وہ اُس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر مرقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اُس غلام نے شاہ کو رُقعہ لکھا شاہ نے اُس کو کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اُس بیوقوف کو صرف روزی گھٹنے کا رنج ہے اور جس دنیا و دین کی روزی کی فراخی کا کوئی رد نہیں ہوا اُسکو ہی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

1638
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت اُو را نیست اِلّا دردِ قوت
کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے

پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ
اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے

بندِ فرع[1] ست و اُو نجوید اصل ہیچ
وہ شاخ کا پابند ہے جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

اَحمق ست و مُردہ مَا و مَنی
بیوقوف ہے اور خودی اور اَنانیت کا مُردہ ہے

کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے
کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ

کز درخت قدرتِ حق شد عیاں
جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے

وز درخت و باغبانے بے خبر
درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے

لیک جانش از برُوں صاحب علَم
لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جُنبشش[2] اُو واشگافد سیب را
اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے

برنتابد سیب آں آسیب را
سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر دریدہ جُنبشِ اُو پردہا
اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا

صورتش کرم ست و معنیٰ اژدہا
اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے[3] کاوّل ز آہن می جہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے

اُو قدم بس سُست بیروں می نہد
وہ باہر کو بہت سُست قدم رکھتی ہے

دایہ اَش بُنیہ است اوّل لیک اخیر
اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں

می رساند شعلہا را تا اثیر
وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مَرد اوّل بستۂ خواب و خورست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے

آخر الامر از ملائک برترست
آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ بُنیہ و کبریتہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں

شُعلہ و نورش برآید تا سُہا
اُس کا شعلہ اور نور سُہا تک پہنچتا ہے

عالمِ تاریک روشن می کُند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے

کُندۂ آہن بسُوزن می کَند
لوہے کے گاڈر کو سُوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

---

[1] بندِ فرع یعنی روزی کے بارے میں لکھا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ما و منی۔ یعنی یہ خودی اور اَنانیت میں مبتلا ہو روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اِس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اُسکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جُنبش اُو۔ اِس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اُسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم باجذا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اِس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ شائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اُسکو حاصل ہو جاتی ہے تو اُسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست — نے ز روح ست و نہ از روحانی ست

اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے — وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عز بہرہ — جسم پیش بحر جاں چوں قطرہ

جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے — جسم، روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود — چوں ز ود جاں جسم بیں چوں می شود

جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے — جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے!

حدِّ[2] جسمت یک دو گز خود بیش نیست — جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست

تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے — تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام — روح را اندر تصور نیم گام

اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک — روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو[3] درم سنگ ست پیہ چشم تاں — نورِ روحش تا عنانِ آسماں

تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے — اُس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب — چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب

نور، اُس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے، — آنکھ، اُس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ ست — لیک تن بے جاں بود مُردار و پست

جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے — لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

باز[4] نامہ روحِ حیوانی ست ایں — پیشتر رو روحِ انسانی ببیں

یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے — آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل — تا لبِ دریائے جانِ جبرئیلؑ

انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ — جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد ازانت جانِ احمدؐ لب گزد — جبرئیلؑ از بیم تو واپس خزد

اُس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کریگی — جبرئیلؑ تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں — من بسوئے تو بسوزم در زماں

(جبرئیلؑ) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں — تیری جانب، تو فوراً جل جاؤں

---

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگالو۔ جسم جسم پر روح کی شرافت کو اِس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شئی ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حدِّ جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔

[3] دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔

[4] باز۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اِس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اِس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روح کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیلؑ کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائیگا تو آنحضورؐ اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیلؑ تمہارے مقام سے فروتر ہونگے۔

گوید۔ حضرت جبرئیلؑ یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغِ تجلی بسوزد پرم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایں[1] بیاباں خود ندارد یا و سر
اِس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے

بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتن آں غلام از نارسیدن جواب نامہ از قبل شاہ

بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اُس غلام کا پریشان ہونا

چوں جواب نامہ نامد خیرہ گشت
چونکہ رُقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا

وز غمِ او آبِ صافی تیرہ گشت
غم سے اُس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں
پاگل پن سے نہ اُس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند

روز و شب بُد در تفکر سرنگوں
دن، رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا

یا خیانت کرد رُقعہ برّ تاب
یا غصّہ کی وجہ سے رُقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ[2] پنہاں کرد و ننمود او بشاہ
اُس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا

کو منافق بود و آبے زیرِ کاہ
کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعۂ دیگر نویسم ز آزموں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں

دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر
بادشاہ پر اور داروغہ مطبخ پر اور رُقعہ لیجانے والے پر

عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
اُس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے

کژ روی کردم چو اندر دینِ من
ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بُت پرست نے دین میں

کژ[3] روزیدن باد بر تختِ سلیمان علیہ السلام بسبب زلّت او

حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اُن کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ
(حضرت) سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی

پس سلیمانؑ گفت باد اکژ مغژ
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں

ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصّہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق
اللہ (تعالےٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے

تا رَوَد انصاف ما را در سبق
تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

---

[1] ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قبیل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیراں۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔ رُقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصّہ۔

[2] رُقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رُقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبِ زیرِ کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اُس سے دھوکہ لگتا ہے۔ زر و قلوب ظاہر۔ ہیچ گردِ خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ بُت پرست۔ بُت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

[3] کژ روزیدن حضرت سلیمانؑ کے اِس قصّہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اُس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زلّت۔ اُن کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ کژ مژ۔ غژیدن مُرین کے بل چلنا۔ اِس ترازو مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از[1] ترازو کم کنی من کم کنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں (بھی) کم کردوں گا

تا تو با من روشنی من روشنم
جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد
اسی طرح (حضرت) سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہو گیا

روزِ روشن را بروچوں لیل کرد
اس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تا جا کز مشو بر فرقِ من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو

آفتابا گم مشو از شرقِ من
اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد او بدست آں تاج را
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے

باز کج می شد بر و تاج اے فتیٰ
اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا

گفت تا جا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صدرہ کنی تو راست من
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے

کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانتدار! جب آپ کجروی کریں گے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد
تو (حضرت) سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا

دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
دل میں جو خواہش تھی دل اُس سے سُست پڑ گیا

بعد ازاں تا جش ہماں دم راست شد
اس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا

آنچناں کہ تاج را می خواست شد
وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد[3] ازانش کژ ہمی کرد او بقصد
اس کے بعد انھوں نے اسکو قصداً ٹیڑھا کیا

تاجِ اُو می گشت تارک جُو بقصد
اُن کا تاج قصداً سر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

ہشت کرّت کژ نہاد آں مہترش
اُن سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا

راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اِس وقت کیا بات ہے؟

کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں
میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطق گشت اے شہ ناز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجئے

چوں فشاندی پر زرگل پرواز کن
جبکہ آپنے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہی پرواز کیجئے

نیست دستوری کزیں من بگذرم
اجازت نہیں ہے میں اِس سے آگے بڑھوں

پردہائے غیب ایں برہم درم
اس کے غیب کے پردوں کو چاک کروں

[1] از ترازو قرآن پاک میں ہے۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا "برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے" ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت۔ تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی اُمید نہ کیجئے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اُس کی اصلاح کر لی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد ازانش یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ زامتحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔

نیست مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزار کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بر دہانم[1] نہ تو دست خود بہ بند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے

مر دہانم را ز گفتِ ناپسند
میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے

پس تُرا ہر غم کہ پیش آید ز درد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے

بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوستکام
اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر

آں مکن کہ می سگالید آں غلام
وہ بدگمانی نہ کر جو اُس غلام نے کی

گاہ جنگش با رسول و مطبخی
کبھی اُس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی ہوتی،

گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی
کبھی سخی بادشاہ پر اُس کا غصہ ہوتا،

ہمچو[2] فرعونے کہ موسیٰ ہشتہ بود
فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰ کو چھوڑ رکھا تھا

طفلگانِ خلق را سر می ربود
(اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل
دشمن، اُس دل کے اندھے کے گھر میں ہے

اوشدہ اطفال را گردن گسل
وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بد بنا ہوا ہے

واندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں
اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوّت اوست فندش می دہی
تیرا دشمن وہی ہے، تو اُس کو شکر کھلا رہا ہے

وز بروں تہمت بہر کس می نہی
اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے

با عدو خوش بیگناہاں را مذل
دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنیوالا ہے

چند[3] فرعونا کشی بے جرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟

می نوازی مر تنِ پر غرم را
تا دانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ او بر عقلِ شاہاں می فزود
اُسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی

حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود
خدا کے حکم نے اُسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد
اللہ (تعالےٰ) کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر

گر فلاطون ست حیوانش کند
خواہ افلاطون ہو اُس کو جانور بنا دیتی ہے

---

[1] بر دہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منہ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منہ بند کر دے۔ پس تُرا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اُس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیئے اور اُس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیئے۔ گاہ جنگش۔ اُس غلام کی بیوقوفی تھی خود اُس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

[2] ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اُس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰؑ تھے جو اُس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ نفسِ گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اُس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

[3] چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غُرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقلِ او۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اُس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مُہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

643
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حُکمِ حق[1] بر لوح می آید پدید — آنچناں کہ حُکمِ غیب از بایزیدؒ

اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے — جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر ظاہر ہوا

شُنیدنِ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از بُودنِ اُو و احوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچُناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود — بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنُود

ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حَسَن باشد مُرید و امتم — درس گیرد ہر صباح از تربتم

کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمتی ہوگا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صباحے آید و خواند سَبَق — بر سرِ خاکم شود پیرِ نے بحق

وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا — میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت[2] من ہم نیز خوابے دیدہ ام — وز رَوانِ شیخ ایں بشنیدہ ام

اُنھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی روح سے یہ سُنا ہے

ہر صباحے تیز رفتے بے فتور — بر سرِ گورش نشستے با حضور

بلا ناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے — دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُو نہادے سُوئے گور — ایستادے تا ضُحیٰ اندر حضور

ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شُدے

حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی — یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہو جاتا

تا[3] یکے روزے بیامد با سُعُود — گورہا را برفِ نو پوشیدہ بود

یہاں تک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر توبر فہا ہمچوں عَلَم — قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم

تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے — تو دے دیکھے اور غم سے اُنکی جان غمگین ہو گئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخِ حَیّ — ھَا اَنَا اَدعُوکَ کَی تَسعیٰ اِلَیّ

اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

---

[1] حکمِ حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا غیبی حکم ظاہر ہو کر رہا۔ شنیدن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سُنی۔ کہ حسن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں داخل ہوگا۔ ہر صباحے۔ اُنھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

[2] گفت جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباحے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے حضور یعنی حضورِ قلب، دربارہ تامثال کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آکر اُن کے اِشکالات حل کراتے اور کبھی صورتِ مثالی کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل ہو جاتا۔

[3] تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی اس پر تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ برف سے گھبرا میری طرف آ۔ بار بار برف کی طرح ٹھنڈا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں بیا ایں سُو برآ وازم شتاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آجا

عالَم ار برفست رُوی از من متاب
دنیا اگرچہ برف ہے، مجھ سے مُنھ نہ موڑ

حالِ[1] اُوزاں روز شد خوب و بدید
اُس روز سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور انھوں

آں عجائب راکہ اوّل می شنید
وہ عجائب، جو پہلے سُنے تھے

باز باید گشت سُوئے آں غلام
اُس غلام کی طرف لوٹنا چاہیئے

کرد باید آں حکایت را تمام
اُس حکایت کو پورا کرنا چاہیئے

رُقعۂ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جواب رُقعۂ اوّل نیامد

جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگماں[2]
اُس بدگمان نے دوسرا رُقعہ لکھا

پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فُغاں
ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا

اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دِگر را خواند ہم آں خوب خد
اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا

ہم نداد اُورا جواب و تن بزد
اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چُپ رہا

خُشک می آورد اُورا شہریار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی

اُو مکرّر کرد رُقعہ پنج بار
اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرّر کئے

گفت[3] حاجب آخر اُو بندہ شماست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے

گر جوابش بر نویسی ہم رواست
اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہی تو چہ کم گردد اگر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر

بر غلام و بندہ اندازی نظر
غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل ست اما احمق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے

مردِ احمق زشت و مردودِ حق ست
احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و لغزشش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کردونگا

ہم کُند در من سرایت علّتش
مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کرجائیگی

---

[1] حال۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور اُن پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

[2] بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خُشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خُشکی برتی۔

[3] گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھدیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظرِ کرم کرکے جواب لکھادیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق۔ بیوقوف انسان مردود بارگاہِ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کرکے پھر قریب کردونگا۔ علّتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند
خارشتی سے تو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں

خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند
خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مباد اگبر را
بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی، نہ ہو

شومیش بے آب دارد ابر را
اُس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ اُو
اُس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے

شہر شد ویرانہ از بومیِ اُو
اُس کے اُلّو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرآں احمقاں طوفانِ نوح
اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوح کے طوفان نے

کرد ویراں عالمے را در فضوح
رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبر کہ احمق ہر کہ ہست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے

اُو عدُوِّ ما و غولِ رہزن ست
وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانیوالا چھلاوا ہے

ہر کہ اُو عاقل بود اُو جانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے

روحِ اُو و ریحِ اُو ریحانِ ماست
اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنامم دہد من راضیم
عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں

زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبود آں دشنامِ اُو بے فائدہ
اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہوگی

نبود آں مہمانیش بے مائدہ
اس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہوگی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے

من ازاں حلوایِ اُو اندر تبم
میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر

نیست[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی
گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کند بے فائدہ
بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کر دیگا

جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بغیر دسترخوان کے اُس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائینگے

مائدہ عقلست نے نان و کباب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب

نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

[1] گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر کاف فارسی کے فتح ساتھ خارش کی بیماری۔ گر۔ بے عقل کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے شومیش۔ بد عقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومیِ اُو۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلّو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ ازگر۔ قوم نوحؑ کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبرؐ۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنامم۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر بُرا بھی کہتا ہے تو اُس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی بُرائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلت۔ اِس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلت۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رسان ہے اُس کا نان و نمک بے عقل بنا دے گا۔

666
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیست[1] غیرِ نورِ آدم را خورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے

از جزِ آں جاں نیابد پرورش
اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورِ شہا اندک اندک باز بُر
اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جُدا ہو جا

کایں غذائے خر بود نے آنِ حُر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی مگیت

تا غذائے اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے

لُقمہائے نور را آکل شوی
نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نورست کایں نانِ نساں
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے

فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں[2] خوری یکبار از ما کُولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھائے گا

خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈالدے گا

عقلِ شیدا شد چہ خوانی ترکتاز
(تو کہے گا) عقل عاشق ہو گئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟

راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دو[3] عقل است اوّل مکسبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی

کہ دَرآموزی چو در مکتب صبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستاد و فکر و ذکر
کتاب اور استاد اور غور اور یاد سے

از معانی و ز علومِ خوب و بکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے

لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہوگا

لوحِ محفوظ اوست کو زیں در گذشت
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گذر گیا

عقلِ[4] دیگر بخششِ یزداں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے

چشمۂ آں در میانِ جاں بود
اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے

نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پرانا نہ زرد

در رہِ بیغش بود بستہ چہ غم
اگر اُس کے اُبلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟

کو همی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہے

---

[1] نیست۔ اگر احمق کے دسترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہے شراب تو نورِ عقل ہے روح کی پرورش اُسی سے ہوتی ہے خورِ شہا حسی غذائیں۔ حُرّ یعنی شریف انسان۔ تا غذائے اصل شعر۔ اندروں از طعام خالی دار
تا دراں نورِ معرفت بینی
عکس جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے جو انہیں لذت دیتی ہے یہ جسمانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔

[2] چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھالو گے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائیگی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھالو گے تو جسمانی غذا کو کہو گے کہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے اب تو یہ چپڑی چپڑی باتیں کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اِس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جسکی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اُسکے علاوہ چیز ہے۔

[3] عقلِ دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اُسکا سرچشمہ درسگاہ اور اُستاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اُسکا چشمہ ہے اِس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اُسکا رنگ بدلتا ہے۔ اگر کسی عقل کی لائن بند ہو جائے تو قدرتی عقل کی لائن بند نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو خدا کی عطا ہے۔

6466
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقلِ[1] تحصیلی مثالِ جوئیہا — کاں رود در خانہ از گوئیہا

تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شد شد بینوا — از درونِ چشمہ کے بندد ورا

اگر اسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بنجاتا ہو — چشمہ کے اندر سے اس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جو چشمہ را — تا رہی از منتِ ہر ناسزا

اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پالے

قصہ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد او گفت مشورت

اس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دگرے کن کہ من عدوِ توام

مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے با کسے — کز تردد[2] وارہد وز محبسے

ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجو — ماجرائے مشورت با او بگو

اس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اس سے کہہ

من عدوم مر ترا با من مپیچ — نبود از رائے عدو پیروز ہیچ

میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے

رو[3] بکسے جو کہ ترا او ہست دوست — دوست بہر دوست لاشک خیر جوست

جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عدوم چارہ نبود کز منی — کز رہم با تو نمایم دشمنی

میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے — ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

جستن از غیرِ محل ناجستنی ست — حارسی از گرگ جستن شرط نیست

بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے — بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے

من ترا بے ہیچ شکے دشمنم — من ترا کے رہ نمایم رہزنم

بلاشبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں رہزن ہوں

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بوستاں

جو دوستوں کا ہم نشین ہو — بھٹی میں (بھی) باغ میں ہے

[1] عقلِ تحصیلی یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ گوئیہا۔ گڑھے۔ راہ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اس آفت سے محفوظ ہے۔ از درونِ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔ قصہ۔ اس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

[2] کز تردد۔ انسان تردد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرلے۔ من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔

[3] رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اس سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ بہتی۔ خودی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ.... دوستوں کی صحبت میں بھٹی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹی بنا دیتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو

ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوست[1] را ما زار از ما و منت
دوست کو تو تو میں سے نہ ستا

تا نگردد دوست تیرا خصم و دشمنت
تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہر ایزدت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر

یا برائے راحت جانِ خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے

در دلت ناید ز کین ناخوش صُوَر
تاکہ تیرے دل میں کینہ سے بُرے خیالات آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تونے دشمنی کی تو احتیاط برت

مشورت با یارِ مہر انگیز کن
مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن
اُس نے کہا اے ابوالحسن میں تجھے جانتا ہوں

کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
کہ تو میرا پُرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور بامعنی ہے

عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبع[2] خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے

عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
(لیکن) عقل، نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا دارد ش
وہ عقل آتی ہے اور اُس کو منع کرتی ہے اُسکو روکتی ہے

عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
عقل اُس کیلئے اچھے اور بُرے میں کوتوال کیطرح ہے

عقلِ[3] ایمانی چو شحنہ عادل ست
ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے

پاسبان و حاکمِ شہر دل ست
دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے

دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ برآرد موش دست
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے

نیست گربہ در بود او مُردہ است
(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مُردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے

عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

[1] دوست۔ خود غرضی کو کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیئے خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کر دا گر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کر دتا ہے۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے چونکہ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی خاص دوست سے کر۔ گفت مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور مہل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دیگی۔

[2] طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اُس کی عقل اُس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل عقل، عقلمند کی ہر اچھے بُرے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

[3] عقل۔ عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مُردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

۶۶۹
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غرّہ اُو حاکمِ درّندگاں[1] — نعرہ اُو مانعِ چرّندگاں

اُس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے — اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کنے — خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے

شہر چوروں اور کپڑے اُتارنے والوں سے بھرا ہے — کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بُود — کہ ز بیمش نفس در زنداں بُود

عقل بدن میں ایمان کا حکم چلنے والی ہے — جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل[2] و جانِ جانِ جانی توئی — عقل و جانِ خلق را سلطانی توئی

اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے — تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتۂ و حیران تُست — کُلِّ موجودات در فرمانِ تُست

عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے — تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السلام جوان ہذیلی را بر سریّہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا

کہ دراں پیراں و جنگ آموزگان بُودند

جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سریّہ می فرستاد رسولؐ — بہرِ جنگ کافرود دفعِ فضول

آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے — جنگ کافروں (لوگوں) کو دفع کرنے

یک جوانے[3] را گزید اُو از ہذیل — میر لشکر کردش و سالارِ خیل

آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا — اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بیگماں سرور بُود — قوم بے سرور تنِ بے سر بُود

یقیناً سردار لشکر کی بُنیاد ہوتا ہے — بغیر سردار کی قوم بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردہ — زاں بُود کہ ترکِ سرور کردہ

یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمُردہ ہے — اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل و ز بُخل و زما و منی — می کشی سر خویش را سر میکنی

سُستی اور بُخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے — تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اُستورے کہ بگریزد ز بار — اُو سرِ خود گیرد اندر کوہسار

اُس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے — اور پہاڑ کا راستہ لے لے

[1] درندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر اُن سے غفلت نہ برتنی چاہئے بس اِس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ۔ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اِس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بعقلست نہ بسال"۔ سریّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

[3] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اِس لشکر کا ایک بنی ہذیل نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے۔ بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ اُو کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور تعدد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صاحبش در پے دواں کائے خیرہ سر
اُس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!
ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیئے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اِس وقت میری نظر سے غائب ہوگا
پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا
کہ نہ بینی زندگانی را دگر
جسکی کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن آخر بمانی از علف
وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائیگا
آتش از بے ہیزمی گردد تلف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ
وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری ہم کہ نفست غالب ست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے
حکم غالب را بود اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا
اسپ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میر آخر بود حق را مصطفیٰ
آنحضورؐ (اللہ تعالیٰ) کے میرِ اصطبل ہیں
بہر استوران نفسِ پر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے

قل تعالوا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہدے کہ آؤ"
تا ریاضت تانِ دہم من را بضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مروض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے
زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
اِن گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے
از لگدہایش نباشد چارہ
اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اَغلب بلا بر انبیاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے
کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم یرغار روید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو
تا بوا شش مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

۵۱ صاحبش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیئے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چبا ڈالینگے آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ کالمیت بین یدی الغسال سمجھنے والے کے ہاتھ میں مُردہ بنجانا چاہیئے۔

۵۲ تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا۔ خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے (۶) جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ اُن لوگوں کو "تعالوا" کہو۔

۵۳ میر آخر۔ داروغہ اصطبل۔ پر جفا۔ ظالم۔ لاغض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اُس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک، سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ بوا شش۔ ترکی لفظ ہے، نرم رفتار گھوڑا۔

651
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت رب
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو
اے نبیؐ! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو

گوش بعضے زیں تَعَالَوْا کر ست
بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں

مُنہزم[1] گردند بعضے زیں ندا
بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے

مُنقبض گردند بعضے زیں قصص
بعض لوگ اِن قصّوں سے تنگدل ہوئے

خود ملائک نیز ناہمتا بدند
ملائک بھی (روحیں) یکساں نہیں تھے

کودکاں گرچہ بیک مکتب دراند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں

مشرقی[2] و مغربی را حشتہاست
مشرق اور مغرب والوں کی مختلف جبلتیں ہیں

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں

باز صف گوشہا را منتصبے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہو

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے

اے ستوراں مُلول اندر سبق
اے گھوڑو! میں عاجز گھوڑو!

اے ستوراں رمیدہ از ادب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

اے ستوراں فسردہ رگ و پے
اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مشو
اُن دو (چار) بے وقعت کیوجہ سے غصہ میں بھر

ہر ستورے را صطبلے دیگر ست
ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

ہست ہر اسپے طویلہ او جدا
ہر گھوڑے کا اصطبل جُدا ہے

زانکہ ہر مُرغے جُدا دارد قفص
کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

زیں سبب کر آسماں صف صف شدند
اِسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے

در سبق ہر یک ز یک بالاتر اند
مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

منصب دیدار حسِ چشم راست
دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے

جملہ محتاجانِ چشم روشن اند
سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

در سماعِ جاں و اخبار نبے
قرآن کی روح اور قصّوں کے سُننے کیلئے

ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کوئی آنکھ، سُننے سے واقف نہیں ہے

---

[1] سبق گھوڑدوڑ۔ تَعَالَوْا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حَیَّ۔ اللہ تعالیٰ کو زندہ نہ مانیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ کَفَرَ فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ اور جو شخص کفر کرے تو اُس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جاہل شقاوت ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

[2] مُنہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ پنجرہ۔ مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سُننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزار کان اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سُن سکتیں۔

جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمچنیں[1] ہر حس یک یک می شمر
اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے

ہر یکے معزول ازاں کار دگر
ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندرون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی

در صف اند اندر مقام الصافون
صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سر کشست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے

میرود سوئے صفے کاں ناخوشست
وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو[2] ز گفتارِ تعالوا کم مکن
آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں

کیمیائی بس شگرفست ایں سخن
یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو

کیمیا را ہیچ ازوے وا مگیر
کیمیا کو اس سے نہ ہٹائیے

ایں زماں کرست نفسِ ساحرش
اس وقت اس کا جادوگر نفس بہرا ہے

گفتِ تو سودش کند در آخرش
اسکے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دیگی

قُل تعالوا قُل تعالوا اے غلام
آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے!

ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ یَدعُوا بِالسَّلَامِ
آگاہ کہ بیشک اللہ (تعالیٰ) سلامتی کیطرف بلاتا ہے

خواجہ[3] باز آ از منی و از سری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا

سروری جو کم طلب کن سروری
کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان بدیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریہ

چوں پیمبر سروری کرد از ہذیل
جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا

از برائے لشکرِ منصور خیل
فتحمند گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت کرسکا

اعتراض و لانسلم بر فراشت
اعتراض اور ہم نہیں مانتے کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند
لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں

در متاعِ فانیے چوں فانی اند
فانی اسباب پر کس قدر مرمٹنے والے ہیں

---

[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حس۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ ہر کسے اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بددینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

[2] تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہوکر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ گر جیسے اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کرلے۔ اور اللہ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ یَدعُوا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھدِی مَن یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّستَقِیم۔ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کردیتا ہے۔

[3] خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہوجانا چاہیئے۔ سرور۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔ لانسلم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔ بظلمانی۔ تاریک باطن چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

653

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از تکبر جملہ اندر تفرقہ — مردہ از جاں زندہ اندر محرقہ

تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں — روح کے اعتبار سے مردہ ہیں جلانیوالی (چیز) کے باعث مردوں میں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندرست — وانکہ مفتاح زندانش بدست

یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے — جبکہ قید خانہ کی کنجی اُس کے ہاتھ میں ہے

پایِ تا سر غرقِ سرگیں آنجواں — می زند بر دامنش جوئے رواں

وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے — (حالانکہ) جاری نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار — پہلوئے آرامگاہ و پشت دار

ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے — (حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور پنہان ست و جُست و جو گواہ — کز گزافہ دل نمی جوید پناہ

نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے — کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص — نے بدے وحشت نہ دل جستے خلاص

اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا — نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں مُوکّل می کشد — کہ بجو اے ضال منہاجِ رشد

وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے — کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مگمن ست — یافتش رہینِ گزافہ جستن ست

راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے — اُس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ جوئیِ جمع اندر کمیں — تو دریں طالب رخِ مطلوب بیں

پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے — تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ برجستہ زبُن — کاں دہندہ زندگی را فہم کُن

باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں — کہ اُس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر — کے بدے گر نیستے کس مژدہ ور

اِن قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر — کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

۱؎ از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اُس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کر کے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پایِ تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہے حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کر سکتا ہے۔ دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا۔

۲؎ نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)

دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائیست
ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائیست

ہست منہاج۔ بچاؤ کی جگہ نے جرے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ مُوکّل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)

گرچہ زخمہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف داری باید دوید

۳؎ تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ محرقہ۔ فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تروتازگی وجود باری کی دلیل ہے۔ چشم ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اُس کے وجود کی دلیل ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صد[1] ہزار آلودگانِ آب جُو
لاکھوں آلودہ ، پانی تلاش کرنے والے

کے بُدندے گر نبُودے آبِ جُو
کب ہوتے ، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بر زمیں پہلوت را آرام نیست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے

زانکہ در خانہ لحاف و بستر لیست
کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے

بے خُمار اشکن نباشد ایں خمار
یہ خمار بغیر خمار اتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے یا رسول اللہ مکُن
اُس نے کہا نہیں نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنائیے

سَرورِ لشکر مگر شیخِ کہن
لشکر کا سردار سوائے پُرانے بوڑھے کے

یا رسولَ اللہ جواں ارشیر زاد
اے رسول اللہ ، جوان خواہ شیر کا بچہ ہو

غیر مردِ پیر سَر لشکر مباد
بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیئے

ہم[2] تو گفتستی و گفتِ تو گوا
آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے

پیر باید پیر باید پیشوا
(کہ) پیشوا ، بوڑھا چاہیئے ، بوڑھا

یا رسولَ اللہ دریں لشکر نگر
اے رسول اللہ ! اِس لشکر کو دیکھیئے

ہست چندیں پیر واز وے پیشتر
بہت سے بوڑھے ہیں اور اُس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زرد دَش را مَبیں
اِس درخت کو اُس کے زرد پتوں سے نہ دیکھیئے

سیبہائے پختہ اُو را بچیں
اُس کے پکے ہوئے سیب چُن لیجئے

برگہائی[3] زرد او خود کے تہی ست
اُس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں ؟

ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں موئے سپید
ڈاڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال

بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید
عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز فام
نئے اُگے ہوئے سبز پتے

شُد نشانِ آنکہ آں میوہ است خام
اِس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست
بے سروسامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے

زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست
سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی ہے

برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

---

[1] صد ہزار ا — لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ برزخ میں راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے۔ روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بیمقر گاہے بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرامگاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اُس کی طلب میں اعضاء شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اُس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیئے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ اَھْلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یا رسول اللہ اُس اعتراض کرنے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھیئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اُس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھیئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھیئے۔

[3] برگہائی۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکہ[1] اُو گُل عارضِ ست و نوخطست — اُو بمکتب گاہ مُخبرِ نوخطست

وہ شخص جو پھول کے سے رُخسار والا اور سبزہ آغاز ہے — وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہایِ خطِ اُو کژ و مژ بُوَد — مُزمنِ عقل ست اگر تن می دَوَد

اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے — عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پایِ پیر از سُرعت اَرچہ باز ماند — یافت عقلِ اُو دو پر بر اَوج راند

بوڑھے کے پاؤں، اگرچہ تیزروی سے عاجز ہیں — اُسکو عقل کے دو پر حاصل ہوگئے ہیں، بلندی پر اُڑتا ہے

گر مثل[2] خواہی بجعفرؓ در نگر — داد حق بر جایِ دست و پاش پَر

اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرؓ کو دیکھ لے — اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پَر دیدئے ہیں

گر ز اَسرارِ سخن بُوئے بَری — من سخن گویم چو زَرِّ جعفری

اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے — (تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زَر کایں سخن شد مُحتجب — ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب

سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی — میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہوگیا

زاندرونم صد خموشیِ خوش نفس — دست بر لب می زند یعنی کہ بس

میرے اندر سو خاموشیاں، خوشبودار — ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

خامُشی[3] بحرست و گفتن ہمچو جُو — بحر می جُوید ترا جُو را مجُو

خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے — تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اِشارتہایِ دریا سر متاب — ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

دریا کے اشاروں سے مُنہ نہ موڑ — ختم کردے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچُنیں پیوستہ کرد آں بے ادب — پیشِ پیغمبر سخن زاں سَرد لب

اِسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا — بات پیغمبرؐ کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن اُو بے خبر — کہ خبر ہر زہ بُوَد پیشِ نظر

باتیں اُس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا — کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظر ہا نائب ست — بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست

یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں — یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کیلئے ہیں

---

[1] آنکہ۔ جو نوجوان ہو اُس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزۂ خط نورستہ ہے۔ یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نوآموز ہے اور اُس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ یا تو پیر بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سُست پڑجاتے ہیں لیکن اُس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

[2] گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہوجانے پر پَر حاصل ہوجانے کی کوئی مثال چاہئے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوۂ مُوتہ میں جب اُن کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے اُن کو جنت میں پر عنایت فرمادیئے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دَور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ زرِ دنیاوی سونے کی بات سے اَسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہوگیا۔ دست ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

[3] خامُشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اُس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیئے۔ از اِشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہو کہ اب اِن اَسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہمچنیں۔ پھر مولانا نے مُعترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنیوالوں کو اُس چیز کی خبر دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر کہ[1] اُو اندر نظر مَوصول شُد — ایں خبر ہا پیشِ اُو مَعزول شُد

جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا — یہ خبریں اُس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں — دفع کُن دَلّالگاں را بعد ازیں

جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا — اس کے بعد دلالہ (عورتوں) کو دفع کر

ہر کہ از طِفلی گذشت و مَرد شُد — نامہ و دَلّالہ بَروے سَرد شُد

جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا — خط اور دلالہ اُس کیلئے بے ضرورت بنگئے

نامہ[2] خواند از پئے تعلیم را — حرف گوید از پئے تفہیم را

خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے — بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیشِ بینایاں خبر گفتن خطاست — کاں دلیلِ غفلت و نقصانِ ماست

دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے — کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیشِ بیناشُد خموشی نفعِ تو — بہرِ ایں آمد خطابِ اَنصِتُوا

صاحبِ بصیرت کے سامنے چپ رہنا تیرے لئے مفید ہے — اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو بَر گوئی خوش — لیک اندک گو دراز اندر مکش

اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر — لیکن بات کو طول نہ دے

وَر بفرماید کہ اندر کَش دراز — ہمچُناں شیریں بگو با اَمر ساز

اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر — اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

ہمچناں[3] کہ من دریں زیبا فسُوں — با ضیاءُ الحق حُسام الدّیں کنُوں

جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں — اب ضیاءُ الحق حُسام الدّین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کُنم من از رَشَد — اُو بصد نوعم بگفتن می کَشَد

جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں — وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حُسام الدّیں ضیاءِ ذُوالجلال — چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال

اے حسام الدّین آپ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہیں — جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں

ایں مگر باشد ز حُبِّ مُشتہی — اَسقِنی خَمراً وَ قُل لی اِنّہا

یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے — مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

---

[1] ہر کہ: جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلّالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جبتک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کرلیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

[2] نامہ خواند۔ کاملین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیشِ بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے اُن کو خبریں دینا اُن کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اَنصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحبِ مشاہدہ تم سے اُس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہہ دو اب اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کردو۔

[3] ہمچناں۔ میرا اور ضیاءُ الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اس صاحبِ مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اسکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

چونکہ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین آپکو جب مشاہدہ حاصل ہے تو محبوب کی باتیں سننے کا اسقدر شوق کیوں ہے۔ ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ ہو کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے اَسقِنی۔ مست چاہتا ہے کہ ساقی کی شراب سے صرف دہن کی لذت حاصل

ہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔

656
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بر دہانِ[1] تُست ایں دم جامِ اُو
گوش می گوید کہ قسمِ گوش کُو

اِس وقت آپ کے مُنہ سے اُس کا جام لگا ہے
کان کہتا ہے کہ کان کا حصّہ کہاں ہے؟

قسم تو گرمی ست نک گرمیت ہست
گفت حرصِ من ازیں افزوں تر ست

تیرا حصّہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے
اُسنے کہا میری حرص اِس سے بڑھی ہوئی ہے

جوابِ گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اُس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفایِ قند خُو
چوں زحد بُرد آں عرب آں گفتگو

شیریں مزاج مصطفیٰؐ کے دربار میں
جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ والنجم و سلطانِ عبس
لب گزید آں سرد دم را گفت بس

والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے
ہونٹ دبایا، اُس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بر دہاں
چند گوئی پیشِ دانایِ نہاں

اُس کو روکنے کے لئے مُنہ پر ہاتھ رکھا
واقفِ اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ[2] بینا بُردہ سرگینِ خشک
کہ بخر ایں را بجایِ نافِ مُشک

تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہے
کہ اِس کو مُشک کے ناف کی جگہ خریدلے

بعر را اے گندہ مغز گندہ مُخ
زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اُخ

اے بد دماغ گندہ مغز، مینگنی کو
ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخا خا

اَخ اَخے بر داشتی اے گیج و کاج
تا کہ کالایِ بدت یابد رواج

اے احمق بھینگے! تو آخا خا کرتا ہے
تاکہ تیرا خراب مال چالو ہوجائے

اَخ اَخے بر داشتی اے خشک مغز
تا نمائی پشکِ دوں را مُشکِ نغز

اے خشک دماغ تو آخا خا کرتا ہے
تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مُشک ظاہر کرے

تا[3] فریبی آں مشامِ پاک را
آں چرندہ گلشنِ افلاک را

تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟
آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ اُو خود را اگرچہ گول ساخت
خویشتن را اند کے باید شناخت

اُس کی بُردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنالیا ہے
(مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیئے

دیگ را گر باز ماند امشب دہن
گربہ را ہم شرم باید داشتن

اگر آج کی رات دیگ کا مُنہ کھلا رہ گیا ہے
بلّی کو بھی شرم کرنی چاہیئے

---

[1] بر دہان۔ مُنہ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصّہ مانگتا ہے۔ قسم تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصّہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اُس سے زیادہ لذّت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور۔ اُس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے اُس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم۔ اِس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۂ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اِسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی۔

[2] پیشِ بینا۔ معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اُس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اِسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آخا خا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مُشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

[3] تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے علیم۔ بڑوں کی بُردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر دیگ باز ماند۔ اِس کا جواب یہ ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر — سخت بیدار است دستارش مبر

اگر اُس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنایا ہے — وہ خوب بیدار ہے اُس کی پگڑی نہ اُتار

چند گوئی اے لجوج بے صفا — ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ

اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟ — یہ شیطانی منتر مصطفیٰؐ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ — ہر یکے حلمے ازانہا صد چو کوہ

یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں — اُن میں سے ہر بُردباری سَو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کُند — زیرکِ صد چشم را اَکمہ کُند

اُن کی بُردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے — سَو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز — نغز نغزک بر رَود بالایِ مغز

اُن کی بُردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے — جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شرابِ پُر شگفت — ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت

اِس عجیب شراب سے مست کو دیکھ — فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر — در میانِ راہ می اُفتد چو پیر

اِس زود اثر شراب سے جوان انسان — بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خُمِ نبیؐ ست — نے مئی کہ مستیِ اُو یک شبی ست

خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؐ کے لشکر کی ہے — نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نقل و نقل — سہ[3] صد و نہ سال گم کردند عقل

وہ (شراب) کہ اصحابِ کہف نقل اور سفر سے — تین سَو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[4] زنانِ مصر جامے خوردہ اند — دستہا را اشرحہ شرحہ کردہ اند

اِسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے — اُنھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سُکرِ موسیٰؑ داشتند — دار را دِلدار می پنداشتند

جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے — اُنھوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیّار[5] زاں مے بود مست — زاں گرومی کرد بیخود پا و دست

(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے — اِسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

اِس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا اُن کو پیارا لگا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی اُن کو کوئی پروا نہ ہوئی

---

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ مجرم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ بے صفا۔ بد باطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بُردباری کا معمولی حصہ سَو پہاڑوں سے زیادہ مُتحمل ہوتا ہے۔ حلمِ شاں۔ اُن میں اِس قدر بُردباری پائی جاتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حلمِ شاں۔ اُن کی بُردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

[2] مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جسکی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مردِ برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشہ سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اِس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہونگے۔

[3] اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ نہ انکو چبھنا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سَو نو سال سوتے رہے۔

[4] زاں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

[5] جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قصۂ[1] بایزید قدس سرہٗ و اعتراضِ سبحانی ما اعظم شانی گفتنِ

حضرت بایزید قدس سرہٗ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض

مریدان و جواب او مر ایشاں را بطریق گفت زباں بلکہ از راہِ عیاں

اور اُن کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مریداں آں فقیرِ محتشم	بایزیدؒ آمد کہ نیک یزداں منم
وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے	بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں
گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں	لا الٰہ الا انا ھا فاعبدون
اُس صاحب کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا	کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو
چوں[2] گذشت آنحال گفتندش صباح	تو چنیں گفتی وایں نبود صلاح
جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انھوں نے اُن سے کہا	آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے
گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ	کاردہا در من زنند آں دم ہلہ
فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں	خبردار! فوراً میرے چھرہاں گھونپ دینا
حق منزہ از تن و من با تنم	چوں چنیں گویم بباید کشتنم
اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں	جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیئے
چوں وصیت کرد آں آزاد مرد	ہر مریدے کارد ے آمادہ کرد
جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی	ہر مرید نے ایک چھری تیار کرلی
مست گشت او باز از استغراقِ رفت	آں وصیتہاش از خاطر برفت
وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہوگئے	وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں
عشق آمد عقلِ او آوارہ شد	صبح آمد شمعِ او بیچارہ شد
عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی	صبح ہوگئی تو اُن کی شمع بے کار ہوگئی
عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید	شحنۂ بے چارہ در کنجے خزید
عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا	بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا
عقل[3] سایہ حق بود حق آفتاب	سایہ را با آفتاب او چہ تاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے	سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے

---

[1] قصہ۔ حضرت بایزیدؒ کے اِس قصے سے بھی شراب معرفت کے نشہ اور سُکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے۔ سبحانی ما اعظم شانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ باطریلیں۔ استغراقِ وحدت اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپکو خدا کہہ دیا۔ تو فنون۔ بایزیدؒ گفتندش۔ جب سُکر ختم ہوا اور اُن کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے اُن سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔ گفت۔ بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اگر اِس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔

[2] چوں۔ مریدوں نے اُن کی وصیت پر چھریاں تیار کرلیں۔ مست گشت۔ پھر ایک بار اُن پر سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزیدؒ کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اِسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

[3] عقل سایہ۔ عقل کا بقا اللہ کے حجاب نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اِسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے۔

660

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[1] پری غالب شود بر آدمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے

گم شود از مرد وصفِ مردمی
آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے

زیں سری ورزاں سری گفتہ بود
اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و فانوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے

کردگارِ آں پری خود چوں بود
(تو) اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اُو[2] اُو رفتہ پری خود اُو شدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا

ترک بے الہام تازی گو شدہ
ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا

چوں پری راہست ایں ذات و صفت
جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

پس خداوندِ پری و آدمی
تو جن و انس کا خدا

ق

از پری کے باشدش آخر کمی
آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟

شرحِ راہ از کور کے پرسد بگو
بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر[3] ار خونِ نرِ شیر خورد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے

تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد
تو کہیگا (یہ کام) اس نے نہیں کیا شراب نے کیا ہے

ور سخن پرداز د از رازِ کہن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے

تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ رامی بود گر ایں شر و شور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے

نورِ حق رانیست آں فرہنگ و زور
تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہو گی؟

ق

کہ ترا از تو بکل خالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے

تو شوی پست اُو سخن عالی کند
تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کرے

---

[1] چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزیدؒ کے اس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اُس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لا محالہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

[2] اُو شد اُو۔ یعنی اُسکی ہستی۔ ترک۔ جن کے غالب آجانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اُس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اُس ترک پر سے جن اُتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اُس کی جزاء اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔

[3] شیر گیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرحِ راہ۔ اندھے سے کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفتِ انسانیت ختم ہو جائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

[4] شیر گیر نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اُس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اُس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

661

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است — ہر کہ گوید حق نگفت اُو کافر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے — (لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہُمائے بے خودی پرواز کرد — آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
جب بیخودی کے ہُما نے پرواز کی — وہ بات بایزیدؒ نے شروع کردی

عقل را سیلِ تحیّر در ربود — زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا — اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا — چند جوئی بر زمین و بر سما
(کہا) میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے — تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا؟

آں[2] مُریداں جملہ دیوانہ شدند — کارد ہا بر جسمِ پاکش می زدند
وہ سب مُرید پاگل بن گئے — اُن کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں مُلحدانِ گرد کوہ — کارد می زد بیرِ خود را بے ستوہ
گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک — اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید — باز گونہ از تنِ خود می درید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا — وہ اُلٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے بر تنِ آں ذوفنوں — واں مُریداں خستہ و غرقاب خوں
اُس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا — اور وہ مُرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر[3] کہ اُو سُوئے گلویش زخم بُرد — حلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد
جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا — اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مرا

وانکہ اُو را زخم اندر سینہ زد — سینہ اَش بشگافت و شد مُردہ اَبد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا — اُس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مُردہ ہوگیا

وانکہ آگہ بُود زاں صاحبقراں — دِل نداد اَش کہ زند زخمِ گراں
اور جو شخص اُس اِقبال مند سے واقف تھا — اُسکے دل نے اُسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دست اُو را بستہ کرد — جاں ببرد الّا کہ خود را خستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے — اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کرلیا

---

[1] گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہنِ مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ لفظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنھ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔
چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جُبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبہ میں تلاش کرلو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

[2] آں مُریداں۔ اس جملہ پر تمام مُرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھریاں چلادیں۔
ہر یکے۔ گرد کوہ، رَے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی مُستوہ۔ بفشتین، اتنگدل ہونا ہر کہ۔ جو مُرید شیخ کے چھری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔
یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہا گئے۔

[3] ہر کہ۔ جس مُرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مرگیا۔
وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہوگیا اور ابدی نیند سوگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

662
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روز[1] گشت و آں مریداں کاستہ — نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید — اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مرد و زن — کاے دو عالم درج در یک پیرہن
ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے — کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے — چوں تنِ مردم ز خنجر گم شُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا — انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] بابے خودے دو چار زد — باخود اندر دیدۂ خود خار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا — تو اُس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار — بر تنِ خود می زنی آں ہوشدار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی — سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست — تا ابد در ایمنی اُو ساکن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے — وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ — غیرِ نقشِ رُوئے غیر آنجا نہ
اُس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے — سوائے غیر کی صورت کے اُس میں کچھ نہیں ہے

گر کُنی تُف سوئے رُوئے خود کُنی — ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے مُنہ پر تھوکے گا — اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

ور بہ بینی[3] رُوئے زشت آنہم توئی — ور بہ بینی عیسیٰ مریم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے — اگر تو عیسیٰ ابن مریم کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نمانیست و نہ آں اُو سادہ است — نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے — اُس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لب در بہ بست — چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر لیا — جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب ببند ار چہ فصاحت دست داد — دم مزن واللہ اعلم بالرشاد
ہونٹ بند کر لے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو — دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند، مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو ان رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیے۔

[1] روز گشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اِس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیادار کسی بزرگ سے پھرتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار آنحضورؐ کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی تھی اُس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ تو آنکہ مقامِ فنا پر پہنچنے کے بعد اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اُس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ اُو۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بنجاتا ہے اب اُس میں خود اُس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اُس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر تُفی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے مُنہ پر تھوکنا ہے۔

[3] ور بہ بینی۔ اُسمیں جو کچھ اچھائی یا بُرائی تجھے نظر آ رہی ہو وہ خود تیری اچھائی بُرائی ہے۔ چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب بُرائیاں اِس مقام تک

663
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

۱؎ بر کنارِ بامی اے مستِ مدام
اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے

پست بنشیں یا فرود آ والسلام
نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسلام

ہر زمانیکہ مُشدی تو کامراں
جس وقت تو کامیاب ہو

آں دم خوش را کنارِ بام داں
اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ

ہمچو گنجش خفیہ کُن نے فاش تو
اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر دِلا ناگہ بلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے

ترس ترساں رَو دراں مکمن ہلا
خبردار! اُس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

۲؎ ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف

زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال
اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جاتا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز
اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے

روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
روح دیکھتی ہے، کیونکہ اُسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدست
جو عذاب اچانک آیا ہے

بر کنارِ گنگرہ شادی بدست
وہ خوشی کے گنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جُز کنارِ بام خود نبود سقوط
گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے

اِعتبار از قومِ نوح و قومِ لوط
قومِ نوح اور قومِ لوط سے عبرت حاصل کرے

اِعتبارے گیر تا یابی صفا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر

از درونِ انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سبب فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

۳؎ پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ
نبی کی لامحدود مستی کا عکس

چون بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی
جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش و گفتار بن گیا

لاجرم بسیار گو شد از نشاط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا

مست ادب بگذاشت و آمد در خباط
مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کُند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے

بے ادب را بے ادب تر می کُند
بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

۱؎ بر کنار۔ بس اس قدر لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ سے ہی اُتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیئے۔ کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ وِلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

۲؎ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اس کی روح اس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبار۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلو گے تو اُن کی طرح آئینہ بنجاؤ گے۔

۳؎ پرتو۔ آنحضورؐ کو جو قربِ الٰہی کا [illegible] مستی حاصل تھی اس مقرب پر اس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو [illegible] اعترافات شروع کر دیئے جو جا۔ اس شخص میں مستی کے جوش کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر بُود[1] عاقل نکو فرمی شود
اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان و شوکت والا بنجاتا ہے

ور بُود بد خوی بدتر می شود
اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لُباب کاسِ اُو
اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے

وز غبی کم گردد استیناسِ اُو
اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام
خالی ہشراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے

با خود از مے بے ادب گردد مدام
خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک[2] اغلب چوں بدند و ناپسند
لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں

بر ہمہ مے را محرم کردہ اند
(اسلئے) سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حُکم غالب راست چوں اغلب بدند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں

تیغ را از دست رہزن بستدند
انھوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردن رسول علیہ السلام سبب تفضیل و اختیار کردن اُو آں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ذہیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں

مذہیلی را بامیری و سر لشکری بر پیرانِ کار دیدہ و کار آزمودہ

پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت[3] پیغمبر کہ اے ظاہر نگر
پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بیں!

تو مبیں اُورا جوان و بے ہنر
تو اُس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مرد پیر
بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں

وَے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر
بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ اُورا آموزدم بارہا
میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے

کرد پیری آں جواں در کارہا
کاموں میں اُس جوان نے بوڑھاپن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے

نے سفیدی موی اندر ریش و سر
نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس اُو پیر تر خود کے بُود
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟

چونکہ عقلش نیست اولاشئی بُود
چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئی ہے

طفلِ گیرش چوں بُود صاحب کمال
اُس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو

پیر باشد در ہنر آں خوشخصال
وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہوگا

---

[1] گر بُود: جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی اُن کو اُبھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مُرید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اُس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور اُبھر جاتے ہیں۔ تمام ہمیشہ۔

[2] لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کر دی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

[3] گفت پیغمبرؐ۔ ذہیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے بسا یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ آد تلبیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا ــــ طفل۔ بچہ اگر صاحبِ کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طفلِ گیرش چوں بُود عیسیٰ نفس
اسکو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰؑ والی باتوں والا ہو

پاک باشد از غرور و از ہوس
تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

آں[1] سُفیدی مُو دلیلِ پختگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے

پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تگی ست
بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مُقلِّد چوں نداند جُز دلیل
وہ مُقلِّد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا

در علامت جوید او دائم سبیل
تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ اُو گفتیم کایں تدبیر را
اُس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو

چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را
جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سِن
لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا

می نداند مُمتحَن از مُمتحِن
جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز کرے

آنکہ[2] اُو از پردۂ تقلید جست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا

اُو بنورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست
وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں
اُس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے

پوست بشکافد در آید در میاں
کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سرد
ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا

اُو چہ داند چیست اندر قوصرہ
وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زرِّ سیہ کردہ بدُود
بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے

تا رہد از دستِ ہر دُزدِ حسود
تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مسہائے[3] اندودہ بزر
بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں

تا فروشد آں بعقلِ مختصر
تاکہ اُن کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کردے

ماکہ باطن بینِ جُملہ کشوریم
ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں

دِل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند
وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں

حُکم بر اشکالِ ظاہر می کنند
وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود
جب (کلمۂ) شہادت پڑھ لیا اور اسمیں ایمان نہ تھا

حُکمِ اُو مومن کنند ایں قوم زُود
یہ لوگ بہت جلد اُس پر مومن (ہونیکا) حکم لگا دیتے ہیں

---

[1] آں سفیدی - بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد جس کو نور بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر او مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔

[2] آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اُس کی نگاہ کھال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔ اے بسا۔ بہت سے میسح سکے کالے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

[3] مسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ تاکہ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بس[1] منافق کاندریں ظاہر گریخت — خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت

بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑلی — در پردہ انھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کن تا پیرِ عقل و دیں شوی — تا چو عقلِ کُل تو باطن بیں شوی

کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے — تاکہ تو عقلِ کل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقلِ زیبا رُو کشاد — خلعتش داد و ہزاراں نام داد

جب حسین عقل، عدم سے رُونما ہوئی — (قدرت نے) اس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمترین زاں نامہائے خوش نفس — اینکہ نبود ہیچ او محتاجِ کس

اُن بہترین ناموں میں سے کمترین نام — یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر[2] بصورت وانماید عقل رُو — تیرہ باشد روز پیشِ نورِ او

اگر عقل مجسم ہوکر رُونما ہوجائے — دن اُس کے سامنے کالا پڑجائے

ور مثالِ احمقی پیدا شود — ظلمتِ شب پیشِ او روشن بود

اگر حماقت کی تصویر پیدا ہوجائے — رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کو ز شب مظلم تر و تاری تر ست — لیک خفاشِ شقی ظلمت خور ست

کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہو — لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندک[3] اندک خوئے کن با نورِ روز — ورنہ خفاشے بمانی بے فروز

دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال — ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست — دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست

وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے — اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال ازاں جوید دلش — تا کہ افزوں تر نماید حاصلش

اُسکا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے — تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغول آں مشکل کند — وز نہادِ زشتِ خود غافل کند

تاکہ تجھے اُس مشکل میں مشغول کردے — اور اپنی بُری فطرت سے غافل کردے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامت

مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت

شقیِ مغرور لاشیٔ

اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

[1] بس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کرکے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقلِ کُل، عقلِ کامل جبرئیلؑ۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُسکی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اُس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے

[2] گر بصورت۔ اگر عقل مجسم ہوکر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑجائے۔ ور۔ اگر حماقت مجسم ہوکر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

[3] اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تاترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرلے۔ لاشیٔ۔

666

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عاقل آں باشد کہ با او مشعلہ[1] است
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے

او دلیل و پیشوای قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیرو نورِ خود ست آں پیش رو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے

تابعِ خویش ست آں بیخویش رو
وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مومنِ خویش ست و ایماں آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے

ہم بداں نورے کہ جانش زاں چریدہ
اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے[2] کہ نیم عاقل آمد او
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے

عاقلے را دیدہ خود داند او
(اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست در روے زد چو کور اندر دلیل
اُسنے اُسپر اس طرح ہاتھ رکھ لیا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر

تا بدو بیناشد و جُست و جلیل
حتی کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بنگیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے ندا شت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا

خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
اُسمیں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت

می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے

ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می[3] رود اندر بیابانِ دراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے

گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوای خود کند
شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے

نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند
اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونیکا دم بھرے

نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کند
آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مُردۂ آں عاقل آید او تمام
وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے

تا بر آید از نشیب خود بام
تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنا

در پناہِ عاقلِ زندہ سخن
زندہ دم عقلمند کی پناہ میں

[1] مشعلہ۔ یعنی نور کی مشعل۔ او۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔ مومنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔

[2] دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اُسپر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو بڑا گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلت محسوس کرتا ہے۔

[3] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اُس کو خود تو نور باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّال کردے۔ مردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردو گے تو بام عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقل کامل۔ اگر اپنے اندر کامل عقل نہیں ہو تو اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندہ[1] نے تا ہمدم عیسیٰ بود — مُردہ نے تا دَمگہِ عیسیٰ شود

نہ وہ زندہ ہے کہ (حضرت) عیسیٰ کا ہم مشرب ہو — مُردہ بھی نہیں ہے کہ (حضرت) عیسیٰ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشیٔ بود — غورہ باشد نے عنب نے مے بود

نہ زندہ ہے نہ مُردہ، وہ کچھ نہیں ہے — کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورہ کز غورگی در نگذرد — سنگ بست و خام و ترش و رد بود

کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے — وہ پتھر اگیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ[2] کورش گام ہر سُومی نہد — عاقبت بجہد و لے برمی جہد

اُس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے — عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سُود ندہد بر جہیدن آں زماں — زانکہ نازل شد بلا از آسماں

اُس وقت اُچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے — کیونکہ آسمان سے بلا اُتر چکی ہے

قصّۂ آبگیر و صیّادان و آں ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور، ابلہ، مُغفل، لاشیٔ و عاقبتِ ایشان

تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشیٔ تھی اور اُن کا انجام

قصّۂ[3] آں آبگیرست اے عنود — کہ در و سہ[4] ماہیِ اشگرف بود

اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے — جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں — قشرِ افسانہ بود و دیں مغزِ جاں

تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ — قصہ کا چھلکا تھا اور یہ رُوح کا مغز ہے

چند صیّادے سوئے آں آبگیر — برگذشتند و بدیدند آں ضمیر

اُس تالاب کی جانب چند شکاری — گذرے اور اُس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند — ماہیاں واقف شدند و ہوشمند

وہ دوڑے تاکہ جال لائیں — مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقل بود عزمِ راہ کرد — عزمِ راہِ مُشکلِ ناخواہ کرد

جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی — ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت — کہ یقیں سُستم کُنند از مقدرت

کہنے لگی میں اِن سے مشورہ نہ کروں گی — کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سست کر دینگی

[1] زندہ۔ احمق انسان زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی طرح اُس کے دم میں اثر ہو اور نہ مُردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم سے زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے ٹھٹھر کر کھٹا رہ جاتا ہے اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سُود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔

[3] آبگیر۔ تالاب، جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

[4] قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ، مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مہر[1] زاد و بود شاں بر جاں زند — کاہلی و جہل شاں بر من زند

پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی — اُن کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کریگی

مشورت با زندہ باید نکو — کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو

مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہیئے — کہ تجھے زندہ کردے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن

اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر — عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کردے گی

از دمِ[2] حُبُّ الوطن بگذر مایست — کہ وطن آنسوست جاں ایں سوئے نیست

وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، یہ ٹھہر — اے جان! وطن اُدھر ہے، اِدھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سوئے شط — ایں حدیث راست را کم خواں غلط

اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اُس کنارے پر چلا جا — اِس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرِّ حدیث حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمَانِ وکژ خواندن شخصے

اِس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں

دُعائے اِستنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحنِی رَائِحَۃَ الجَنَّۃِ بجائے

پانی لینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے

وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجعَلنِی مِنَ التَّوَّابِینَ وَاجعَلنِی

استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کردے اور مجھے پاکی حاصل کرنے

مِنَ المُتَطَھِّرِینَ وشنیدنِ عزیزے وطاقت نیاوردن و باز نمودن

والوں میں سے کردے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در وضو[3] ہر عضو را وِردے جُدا — آمدہ است اندر خبر بہرِ دُعا

وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ اِستنشاقِ بینی می کُنی — بُوئے جنت خواہ از ربِّ غنی

جب تو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا ترا آں بُو کشد سوئے جناں — بُوئے گل باشد دلیلِ گلستاں

تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ اِستنجا کنی وِرد و سخن — ایں بُود یا رب تو زنیم پاک کن

جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام — یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اِس سے پاک کر

[1] مہر۔ اِن دونوں مچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سُست کردیں گی۔ اے مسافر مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

[2] از دم۔ اِس حدیث میں وطن سے آخرت مُراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے، اِس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ مترجم۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اُس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اِسی طرح حُبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

[3] در وضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دُعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ "خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے"۔ تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اِسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے چونکہ استنجا۔ یہ دُعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دستِ من[1] اینجا رسید ایں را نشست
میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اِس کو دھو دیا

دستم اندر شستنِ جانست سست
روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے زتو کس گشتہ جانِ ناکساں
اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بنگئی ہے

دستِ فضلِ تست در جانہا رساں
تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من ایں بود کردم من لئیم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی

زاں سوئے حدّ را لقی کن اے کریم
حد کی اُس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شستم خدایا پوست را
اے خدا! میں نے ناپاکی سے کہاں کو دھو لیا

از حوادث تو بشو ایں دوست را
تو اِس دوست کو حوادث (زمانہ) سے دھو دے

آں یکے[2] در وقتِ استنجا بگفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا

کہ مرا بوئی جنت دار جفت
مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردہ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا

لیک سوراخِ دعا گم کردہ
لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دعا چوں وِردِ بینی بود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں

وِردِ بینی را تو آوردی بکوں
تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنت ز بینی یافت حُر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے

رائحہ جنت کے آید از دُبُر
مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے[3] تواضع بردہ پیشِ ابلہاں
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!

وے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!

آں تکبر بر خساں خوب و چست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے

ہیں مرو معکوس عکسش بند تست
خبردار! اُلٹا نہ چل، اُس کا اُلٹا تیری بیڑی ہے

از پئے سوراخِ بینی رست گل
پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے

بوئے گل بہر مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے

بوئے گل بہر مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے

کے از ینجا بوئی خلد آید ترا
تجھے جنت کی خوشبو اِس جگہ سے کب آئے گی؟

بوئے خلد از بینی آمد اے عتل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

جایِ آں بو نیست ایں سوراخِ زیر
یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

بو ز موضع جو اگر باید ترا
اگر تجھے (خوشبو) چاہیئے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

---

[1] دستِ من۔ اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے زتو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِّ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کر لے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

[2] آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت دو دعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کون۔ پاخانہ کا سوراخ۔ جو بُر۔ پاخانہ کا سوراخ

[3] اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اِسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ جند۔ انسان کی اُلٹی چالیں اُنکی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رست گل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عتل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے از ینجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو کہاں سے آسکتی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

همچنیں حُبُّ الوطن باشد درست[1] — تو وطن بشناس اے خواجہ نخست

اِسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے — اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے

عقلمند مچھلی کا واقف ہوجانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے

مشورت با دیگراں از حکمت

بغیر روانہ ہوجانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کنم — دل زرای و مشورت شاں برکنم

اُس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں — اُن کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں اے کُنُ — چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کُنُ

خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا — (حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

محرمِ[2] آں راہ کیاب ست و بس — شب روی پنہاں روی کُنُ چوں عسس

اُس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے — رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سوئے دریا عزم کُنُ زیں آبگیر — بحرِ جو و ترک ایں گرداب گیر

اِس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر — سمندر کی تلاش کر اور اِس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پاساخت و می رفت آں جلود — از مقامِ باخطر تا بحرِ نور

وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی — پُرخطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے اُو سگ بود — می دود تا در تنش یک رگ بود

اُس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو — وہ دوڑتا ہے جب تک اُسکے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پئے خطاست — خوابِ جو در چشمِ ترسندہ کجاست

خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے — ڈرنیوالے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت[3] آں ماہی رہِ دریا گرفت — راہِ دور و پہنہ پہنا گرفت

وہ مچھلی چلی گئی، دریا کی راہ لی — دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت — رفت آخر سوئے امن و عافیت

وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار — امن اور عافیت کی جانب چلی گئی

خویشتن افگند در دریایِ ژرف — کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف

اُس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا — جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

---

[1] درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے، ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دِل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کرونگی۔ چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہوکر آہ کرنا چاہی تو کوئی اُس آہ کا محرم نہ پایا اور کنوئیں میں مُنہ لٹکا کر آہ کی تھی۔

[2] محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اِس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رُخ کرنا چاہیئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عُقبیٰ اختیار کرنی چاہیئے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اِس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

[3] رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہوگئی اور اُس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن۔ اُسنے اپنے آپکو دریائے ناپیدا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس[1] چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اُس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا

چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اُس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

ناگہاں رفت او ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے

می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے (بھی) جلد اُس کے پیچھے جانا چاہیئے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے

چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا؟

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے

باز ناید رفتہ یاد آں ہباست
گیا وقت، نہیں لوٹتا ہے اُسکی یاد بیکار ہے

قصہ[2] آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور

اُس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخن محال باور ممکن و در تدارک وقت اندیش و

اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی

وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا

مرغ او را گفت کاے خواجہ ہمام
اُس سے پرند نے کہا کہ اے خواجہ بزرگ!

تو یکے مرغے ضعیفے ہیچ من
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو

صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا اے نیک گمان!

تو[3] بسے گاواں و میشاں خوردہ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں

تو بسے اشتر بقرباں کردہ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر ازانہا در زمن
تو زمانہ میں اُن سے پیٹ بھرا نہ بنا

ہم نگردی سیر از اجزاے من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھریگا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کرم کر کے مجھے آزاد کر دے

اے جواں مرد کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

[1] پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اُس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اُس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چلدی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اُس کے پیچھے چل دینا چاہیئے۔ ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اُس پر افسوس کرنیکی بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیئے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے۔

[2] قصہ۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اُس پرند نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کر کے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

[3] تو بسے۔ پرند نے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور اُن سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هِل مرا تا کہ سہ پندت بر دہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں

تا بدانی زیرکم یا ابلہم
حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل آں پندے دہم بر دستِ تو
اُن میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے)

بدہمت اے جان و دل سرمستِ تو
تجھے کر دونگا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش
اُن میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا

تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش
تاکہ تو اُس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر (بیٹھ کر) کرونگا

کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو اُن تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بنجائے

انچہ بر دست است اینست آں سخن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے

کہ محالے راز کس باور مکن
کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل پند رفت
اسکے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہدی گیا

گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
آزاد ہوگیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت دیگر بر گذشتہ غم مخور
(دوسری نصیحت کی گئی) گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر

چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
جب تجھ سے گذر گئی، اُس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اسکے بعد اُس نے اس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا

دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم
دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ

بود آں گوہر بحقِّ جانِ تو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُر کہ روزیت نبود
تونے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا

کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی

آنچناں کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت

نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و همیگفت آہ آہ
غمگین ہوگیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے

ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہوگیا

من چرا آزاد کردم مر ترا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟

زیں حیل از راہ بردی مر مرا
تونے اِن حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

---

۱ اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ انچہ بر دست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن احد محال بات کہے اُس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کر دی تو شکاری نے اُس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

۲ گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اُس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

۳ آنچناں۔ پرند کی اِس بات کو سُن کر وہ شکاری اِس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اِس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اُس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے تباہ و برباد کر دیا اور میں موقع کے ضائع ہو جانے سے بہت رنجیدہ ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت

پرندنے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کردی؟ — کہ کل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری — یا نکردی فہم یا نم یا کری

جبکہ رفت و گذشت ہوگئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ — یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دوم پندت بگفتم کز ضلال — ہیچ تو باور مکن قولِ محال

میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے — تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد — دہ درم سنگ اندر دنم چوں بود

میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر! — دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفتا کہ ہیں — باز گو پندِ سوم اے نازنیں

خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں — اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں — تا بگویم پندِ ثالث رائگاں

اُس نے کہا ہاں تو نے اِن (دو) پر اچھا عمل کیا — تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بر پرید و شاد رفت — سوئے صحرا سر خوش و آزاد رفت

اُس نے یہ کہا اور اُڑ گیا اور خوش (ہوکر) چل دیا — مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہولِ خوابناک — تخم افگندن بود در شورہ خاک

نادان، جاہل کو نصیحت کرنا — شورہ دار زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رفو — تخمِ حکمت کم دہش اے پند گو

حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے — اے نصیحت کرنے والے! اُس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود — چونکہ تو پندش دہی او نشنود

کیونکہ جاہل، جہل کا غلام ہوتا ہے — جب تو اُسے نصیحت کریگا وہ نہ سُنے گا

چارہ اندیشیدن آں ماہی نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اُس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مُردہ بنالینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا — چونکہ ماند از سایۂ عاقل جُدا

مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا — چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جُدا ہوگئی تھی

کو سوئے دریا شد و از غم عتیق — فوت شد از من چناں نیکو رفیق

کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہوگئی — مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

[1] مرغ۔ پرندنے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اُس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کررہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ واں دوم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کرلیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کُل وزن سارے دس ماشے بھی نہ ہوا سکے پوٹے میں تین تولے کا سوتی کیسے ہوسکتا ہے۔

[2] خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اُس نے کہا تیسری نصیحت بھی سُنا دے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سُنا کر ضائع کروں اِس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اُسکو نصیحت نہ کرنا یہی بگفت۔ اُس پرندے نے طنزاً وہ جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اُڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[3] پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا بیکار۔ حماقت اور جہل ناقابلِ اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے نہ سنیگا۔

چارہ اندیشیدن یعنی عاقل مچھلی کی تدبیر کرنے سے پہلے نیم عاقل مچھلی کی تدبیر۔ نیم عاقل۔ ازاں کہ نصیحت و قبول نکات کی تدبیر کرے نیم عقلمندی یہی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیک[1] زاں نندیشم و بر خود زنم — خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم

لیکن میں اُس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود کو تکلیف — اِس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس برآرم اشکمِ خود بر زبر — پُشت زیر و می رَوم بر آب بر

پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں — پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بر روئے چنانکہ خس رَوَد — نے بشتابی چنانکہ کس رَوَد

اُس پر اِس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے — نہ کہ تیزی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب — مرگ پیش از مرگ ایمن ست از عذاب

میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں — مرنے سے پہلے مرجانا، عذاب سے امن ہے

مرگ پیش از مرگ ایمن ست اے فتی — اینچنیں فرمودہ ما را مصطفیٰ[2]

اے نوجوان! مرنے سے پہلے مرجانا امن ہے — مُصطفیٰ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِن قَبلِ اَن — یَاتِیَ المَوتُ تَمُوتُوا بِالفِتَن

فرمایا تم سب مرجاؤ اِس سے پہلے کہ — موت آئے (اور) فتنوں سے مرو

ہمچناں مُردہ شکم بالا فگند — آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند

اِسی طرح مُردہ ہوگئی اور پیٹ اوپر کرلیا — پانی کبھی اُس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد — کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد

اُن ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا — کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شُد اُو ازاں گفتِ دریغ — پیش رفت ایں بازیم رَستم ز تیغ

اُس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی — میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند — پس بروتف کرد و بر خاکش فگند

پھر اُس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا — پھر اُس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط[3] غلطاں رفت پنہاں اندر آب — ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب

وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی — وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جست آں سلیم — تا کہ بجہد خویش بر ہاند گلیم

وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی — تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام افگندند و اندر دام ماند — احمقی اُو را دراں آتش نشاند

اُنھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی — بیوقوفی نے اُس کو اِس آگ میں بٹھا دیا

[1] لیک۔ اَب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنالوں گی۔ برآرم۔ مچھلی مرکر اُلٹی ہوکر سطحِ آب پر آجاتی ہے۔ می رَوم۔ پانی کے ساتھ اِس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ بشتابی۔ تیزی۔

[2] مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی نجات اِسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کرلو۔

[3] ۲ تَمُوتُوا بِالفِتَن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کروگے تو فتنوں میں مبتلا ہوکر مروگے۔ ہمچناں۔ جیسا اُس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

[4] ۳ غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اُس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی۔ اُس کو دیکھتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرے۔ سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اُس کو جال سے پکڑ لیا اور اُس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بر سرِ آتش بہ پشتِ تابہ — باحماقت گشت اُو ہمخوابہ

آگ پر، توے کی پشت پر — وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تُفِ سعیر — عقل[۵۱] می گفتش الم یاتک نذیر

وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی — عقل اُس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانیوالا نبی نہیں آیا تھا

اُو ہمی گفت از شکنجہ و زبلا — ہمچو جانِ کافراں قالُوا بلیٰ

وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی — کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر ایں بار من — وارہم از محنتِ گردن شکن

پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں — گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن — آبگیرے را نسازم من سکن

میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی — میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم — تا ابد در امن و در صحت روم

لامحدود پانی تلاش کروں گی امن سے ہو جاؤں گی — ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں[۵۲] می کرد با خود عہدہا — کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا

وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی — کہ اگر اِس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب — تا نیفتم در چنیں رنج و تعب

دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی — تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیان[۵۳] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتاری و ندم ہیچ سود

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا

ندارد کہ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔

کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں

ہیچ کاذب وفا ندارد

کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تو است — با حماقت عہد را آید شکست

عقل اُس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہو — حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفایِ عہدہا — تو نداری عقل رو اے خر بہا

عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے — تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

۵۱ عقل۔ عقل اُس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانیوالے نہ آئے تھے؟ آدمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ آدمی گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے۔

۵۲ ہمچنیں۔ اپنے دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

۵۳ بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اُن عہدوں اور وعدوں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر اُن کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خر بہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

۶۶۶
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونکہ عقلت نیست نسیاں میر تست — دشمن و باطل کن تدبیر تست

چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہے — وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ حسیس — یاد نارد زآتش و سوز و حسیس

کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے — آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں

چونکہ پرّش سوخت توبہ می کند — آزو نسیانش بر آتش می زند

جب اُس کے پر جلے توبہ کرتا ہے — حرص اور اُس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط و درک و حافظی و یاد داشت — عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت

ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت — عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے انکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود — چوں مذکر نے ایابش چوں بود

جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟ — جبکہ یاد دلانیوالا نہیں ہے اسکی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنا ہم ز بے عقلی اوست — کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست

یہ تمنا بھی اُس کی بے عقلی سے ہے — کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بود — نے ز عقل روشن چوں گنج بود

وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی — نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم — می نیرزد خاک آں توبہ و ندم

جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہوگئی — وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمت غم بست بار — پس کلام اللیل یمحوہ النہار

اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے — تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خویش — ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش

جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا — دل سے اُس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کند اُو توبہ و پیر خرد — بانگ لَوْ رُدُّوا لَعَادُوا می زند

وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل — پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے"

در بیانِ آنکہ وہم قلب عقل ست و ستیزۂ اوست

اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اُس کا مخالف ہے

وبا او ماند و او نیست

اور اُسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

لہ نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ آزکمی پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اُس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اُس کو جلا دیتی ہے۔

لہ ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اُس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش۔ یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اُس کو اُس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہوکر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اُس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

لہ چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت، عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہوجائیگا ندامت بھی ختم ہوجائیگی اسی لئے اُس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہوجائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی نتیجہ۔ یعنی ندامت۔ پیر خرد۔ تجربہ کار عقل۔ دربیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقل[1] ضدِ شہوت ست اے پہلواں
اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے

آنکہ شہوت می نہد عقلش مخواں
جو شہوت کا چکر کاٹے، اُس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست
اُس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے

وہم قلب و نقدِ زر عقلہاست
وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے

ہر دو را سوئے محک کُن زود نقل
دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے

چوں محک مر قلب را گوید بیا
کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آجا

تا بہ بینی[2] خویش را ز آسیبِ من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے

کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من
کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر آرہ سازد دو نیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے

ہمچو زر باشد در آتش او بسیم
وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مُجاوباتِ موسیٰؑ کہ صاحب عقل بُود با فرعون کہ صاحب وہم بُود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو عقلمند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را
عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے

عقل مر موسیٰؑ جاں افروز را
جان کو منور کرنیوالے موسیٰؑ کے لئے عقل ہے

رفت[3] موسیٰؑ بر طریقِ نیستی
(حضرت) موسیٰؑ فنا (کے مقام) کے طریقہ پر روانہ ہوئے

گفت فرعونش بگو تو کیستی
فرعون نے اُن سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال
اُنھوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں

حجۃ اللہ ام امانم از ضلال
میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن (دلانیوالا ہوں)

گفت نے خامش رہا کن ہا و ہوی
اُس نے کہا چپ، ہائے و ہُو ختم کر

نسبت و نامِ قدیمت را بگوی
اپنا پہلا نام اور نسب بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش
فرمایا میری نسبت اُس کے خاکداں سے ہے

نامِ اصلم کمترین بندگانش
میرا اصلی نام "اُس کا کمترین بندہ" ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید
اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں

زادہ از پشتِ جواری و عبید
لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

---

[1] عقل۔ شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

[2] تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا۔ بسیم مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰ م صاحب عقل تھے۔

[3] رفت۔ حضرت موسیٰ م فرعون کے پاس پہنچے اور اُس وقت وہ مقام فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزاد ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نسبتِ[1] اصلم ز خاک و آب و گل
آب و گل را داد یزداں جان و دل

میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجعِ این جسمِ خاکم ہم بخاک
مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک

میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں
ہست از خاکے و آنرا صد نشاں

ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل
خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
از غذائے خاک فربہ گردنت

کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں[2] رود جاں می شود او باز خاک
اندراں گورِ مخوف سہمناک

جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا
خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
خاک گردند و نماند جاہِ تو

تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیر ایں نسبتا میت ہست
مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست

اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
کاز و پرورد اوّل جسم و جانش

فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی

بندۂ[3] باغی و طاغی و ظلوم
زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم

تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے
بُرے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غدّاری و حق ناشناس
ہمبریں اوصاف خود می کن قیاس

تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
کز ندانستی سپاسِ ما و حق

تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور شکستہ حال رہا
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
در خداوندی کسِ دیگر شریک

انھوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و او را یار نے
بندگانش را جز او سالار نے

وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

[1] نسبت۔ میں آدم کی اولاد ہوں۔ آدم کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصلِ ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔

[2] چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصہ سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے: "فرعون کا غلام" "فرعون کے غلاموں کا غلام" کاز و۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔

[3] بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہمبریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا جو کہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدا

واضح رہے کہ مددگار کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے بندوں کا تنہا خدا ہے۔

680

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیست خلقش را دگر کس مالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے

شرکتش[1] دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونیوالے کے

نقش او کردہ است و نقاشِ من اوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے

غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا

چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ آں غدار و آں طاغی توئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے

کہ کنی باحق تو دعویٰ دوئی
جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکشتم[2] من عوانے را بسہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا

نے برائے نفس کشتم نے بلہو
تو نفس کے لئے نہیں مارا نہ کھیل سے

من زدم مشتے و ناگہ او فتاد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا

آنکہ جانش خود نہ بد جانے بداد
جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی

من سگے گشتم تو مرسل زادگاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے

صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں
لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کشتہ[3] و خونِ شاں در گردنت
قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے

تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کشتۂ ذریتِ یعقوبؑ را
تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے

برامیدِ قتلِ من مطلوب را
میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

کوریِ تو حق مرا خود برگزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چن لیا

سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید
تیرا نفس جو خیال، پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک
اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک

ایں بود حقِ من و نان و نمک
میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے

روزِ روشن بر دلم تاری کنی
اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے

گفت خواریِ قیامت صعب تر
(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے

گر نداری پاسِ من در خیر و شر
اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

---

[1] شرکتش۔ جو اسکی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔
نقش۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔
تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔
بلکہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

[2] گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا۔ خود نہ بد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔ مرسل۔ یعنی حضرت یعقوبؑ۔

[3] کشتہ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوبؑ کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

[3] کشتہ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا۔ کوری تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ، کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے برسرِ مجمع ذلیل کرتا ہے۔
گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

681
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زخمِ یکے[1] رانمی تانی کشید — زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید

جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کرسکتا — سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم — لیک خارے را گلستاں می کنم

میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں — لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مُراد در بے مُرادی و وجود در عدم و علیٰ ھٰذا

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں

بقیۃ الاضداد والازواج

اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے[2] آمد زمیں را می شگافت — اَبلہے فریاد کرد و بر نتافت

ایک شخص آیا زمین کھودنے لگا — ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کرسکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی — می شگافی و پریشاں می کنی

کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ — کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے اَبلہ برو بر من مَراں — تو عمارت از خرابی باز داں

اس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر اعتکاف نہ چلا — (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

کے[3] شود گلزار و گندم زار ایں — تا نگردد زرعِ زشت و ویراں ایں زمیں

یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ — جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر — تا نگردد نظمِ او زیر و زبر

باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں — جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریشِ چغز — کے شود نیکو و کے گردید نغز

جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے — وہ اچھا اور شفایاب کب ہوسکتا ہے؟

تا نسوزد خلطہایت از دوا — کے رود سودش کجا یابد شفا

جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں — اس کو فائدہ کب ہوسکتا ہے اور شفایاب کب ہوسکتا ہے؟

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را — کس زند آں درزیِ علامہ را

درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا — اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

[1] زخمِ یکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کرسکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیے گا۔ ظاہراً جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں ہی میری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

[2] آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا تو۔ اس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اس کی مٹی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کرسکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

[3] کے شود۔ زمین کو جب تک اُلٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ چغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو پاتا۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ چرا ایں اطلس برگزیدہ را
کہ اِس منتخب اطلس کو کیوں

بر دریدی چہ کنم بد ریدہ را
تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بنائے[1] کہنہ کاباداں کنند
جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں

نے کہ اوّل کہنہ را ویراں کنند
کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب
اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی

ہست شاں پیش از عمارتہا خراب
تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کو فتن
ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا

زاں تلف کردند معموری تن
اُس بربادی سے لوگوں نے جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا
جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا

کے شود آراستہ زاں خوانِ ما
اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جواب دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدید او

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں[2] تقاضا کرد آں نان و نمک
اُس نان و نمک نے یہ چاہا

کز شستت وا رہانم اے سمک
کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پند موسیٰ وار ہی
اگر تو موسیٰ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پا جائیگا

از چنیں شست بدِ نا منتہی
ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بسکہ خود را کردہ بندہ ہوا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے

کرمکے را کردہ تو اژدہا
کہ تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا[3] را اژدہا، آوردہ ام
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں

تا باصلاح آورم من دمبدم
تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں اژدم ایں بشکند
تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبا دے

مارِ من آں اژدہا را بر کند
میرا سانپ اِس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار[4]
اگر تو راضی ہو گیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا

ورنہ از جانت برآرد آں دمار
ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و تہدید او

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

---

[1] ہر بنائے۔ جب پرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تانکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

[2] ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلا دوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پا جائیگا۔ کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔

[3] اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اُسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت[1] الحق سخت اُستا جادوئی — کہ دَرافگندی بمکر اینجا دُوئی

اُس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے — کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خَلقِ یک دل را تو کردی دو گروہ — جادوئی زخمہ کُند در سنگ و کوہ

تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا — تیری جادو گری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السّلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا — جادوئی کہ دید با نامِ خدا

اُنھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں — خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفرست مایہ جادوئی — مشعلہ دینست جانِ موسوئی

جادوگری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے — موسیٰ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے قبیح — کز دمم پُر رشک می گردد مسیح

اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ — کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خُبُث — کز جانم نُور می گیرد کُتُب[2]

اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث — کز خدا نازل شود بر من حدیث

اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پَرِ ہوا بر می پری — لاجرم بر من گماں آں می بری

تو چونکہ ہوس کے پَروں سے اُڑتا ہے — لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر کِرا[3] افعالِ دام و دد بُود — بر کریمانش گمانِ بد بُود

جس کے پرندوں اور درندوں کے کام ہوں — اُس کا بھلوں کے بارے میں بُرا گمان ہوتا ہے

چوں تو جُزوِ عالمی پس اے مہیں — کُل را بر وصفِ خود بینی غوی

چونکہ تو دنیا کا جُزو ہے، اسلئے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت — خانہ را گردندہ بیند منظرت

اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یَمِ رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں

اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

[1] گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی چکر کر دیتا ہے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کو سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مُراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مُراد ہے۔

[2] کُتُب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

[3] ہر کِرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیادار ہے اسلئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

584

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر تو باشی تنگدل از ملحمہ ۱ — تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے — تو پوری دنیا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکام دوستاں — اینچنیں بنمایدت چوں گلستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے — یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق — اُو ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے — انھوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے — اُو ندیدہ جز مگر بیع و شرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے — انھوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں — اُو ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے — انھوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالب ۲ ہر چیز اے یار رشید — جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے — اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو — جملہ اقلیمہا را گو بجو
جبکہ اُس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے — کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں — بگذرد اُو زیں سراں تا آں سراں
بیل اچانک بغداد میں آگیا — اس جانب سے اُس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ — اُو نہ بیند جز کہ قشر خربزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں — وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بُود اُفتادہ در راہ یا حشیش ۳ — لائق سیرانِ گاوی یا خریش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس — جو گائے کی رفتار اور اُس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخ طبیعت چوں قدید — بستۂ اسباب و جانش لا یزید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کیطرح خشک ہے — وہ اسباب سے وابستہ ہے اسکی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضای خرقِ اسباب و علل — ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا — اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں — نو بنو بیند جہانے در عیاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے — تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

۱ گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔ در تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اُس کو تمام دنیا پر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

۲ طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے۔ مدرک معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اسکو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا۔ گاؤ۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اُس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

۳ کہ بُود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بین انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اُس کے مزاج کی مثال اُس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔ واں فضای۔ اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اُس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے

تو ہر لمحہ اُس کو نئی نئی چیزیں نظر آتی ہیں۔ ہر زماں اس مقام پر پہنچنے والے کو ہر لمحہ نئی کرشمہ سازی نظر آتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر بُوَد[1] فردوس و انہارِ بہشت — چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت

خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں — جب ٹھہر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے ز غفلت از مُسبّب بے خبر — بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر

اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنیوالے سے بےخبر ہے — تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بنگیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتۂ — مُضطرب احوال و مُضطر گشتۂ

لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہوگیا ہے — پریشان حال اور مجبور ہوگیا ہے

چشم بکشا و مُسبّب را نگر — تا شوی فارغ ز اسباب ضرر

آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنیوالے کو دیکھ — تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پاجائے

بیان[2] آنکہ ہر حسِّ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگر ست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جن

کہ از مُدرکاتِ آں حسِّ دیگر بیخبر ست چنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد

کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ در اُستاد دوسرے اُستاد کے کام

اعجمی از کارِ اُوستادِ دیگرے بے خبر ست و بے خبری اُو از آنکہ

سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اُس کا کام نہیں ہے

وظیفۂ اُو نیست دلیل نبُوَد کہ آں مُدرکات نیست

اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

چُنبرہ دید جہاں ادراکِ تُست — پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست

دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا اِدراک ہے — تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے[3] حسّ را بشوز آبِ عیاں — اِیچنیں داں جامہ شوئی صُوفیاں

مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھوتا رہ — صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ

چوں شدی تو پاک پردہ برکند — جان پاکاں خویش را بر تو زند

جب تو پاک ہوجائے گا پردہ اُٹھ جائے گا — پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردیگی

جُملہ عالم گر بُوَد نور و صُوَر — چشم را باشد ازاں خوبی خبر

تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہوگا — آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہوجائے گی

چشم بستی گوش می آری بپیش — تا نمائی زلف و رُخسارہ بُتیش

(اگر) تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے لائے — تاکہ تو اُس کو کسی بُت کی زُلف اور رُخسارہ دکھائے

[1] گر بُود۔ مشہور ہے۔ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"

اے ز غفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبّبُ الاسباب سے غافل ہے۔

[2] بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جداگانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔ چُنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

[3] مدّتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہیئے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہوجائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں

صورت آر بانگے[1] زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں

حسِ چشم ست آں ز دیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں

فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن، حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را
خبردار! ناک تو آ اِس حسین کو دیکھ

نیست بینی در خور ایں مطلوب را
ناک (بھی) اِس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلاب بورم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لوں گی

فنِ من اینست و علم و مخبرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رخِ آں سیم ساق
میں اُس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟

ہیں مکن تکلیف مالیس یطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اُسکی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیرِ کژ
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی

خواہ کژ غژ پیشِ او یار است غژ
خواہ تو اُس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ[2] احول از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے)

ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ نگری و زرق
تو جو فرعون ہے، مجسم مکر اور فریب ہے

مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود در من اے کژ باز تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ

تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من زمن یک ساعتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ

تا ورائے کون بینی ساحتے
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا

عشق اندر عشق بینی والسلام
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا

گوش و بینی چشم می ماند شدن
کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

[1] بانگے: سننا کان کا کام ہے۔ عالم: کان سننے کا ماہر ہے۔
بینی: ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے کہے ہے میں۔ ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس: اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشمِ احول: بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ تو کہ: حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] منگر: حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر: مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالمِ غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق: میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ چشم: جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

686
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[1]
اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے

چشم گردد مُو بمُوی عارفاں
عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں
یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی

در رحم بُود او جنینِ گوشتیں
وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ

ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر
ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پَری و دیو می بینند شبیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں

نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ
دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبُود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی

نسبتش بخشید خلّاقِ وَدُود
خلّاقِ ودود نے اُس کو نسبت عطا کی ہے

آدمؑ[2] ست از خاک کے ماند بخاک
آدمؑ خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟

جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک
بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پَری
پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ اصلش اُوست چوں می بنگری
اگرچہ اُس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مُرغ از باد ست کے ماند بباد
پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟

نامناسب را خدا نسبت بداد
غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا
اِن فروع کی اصول سے نسبت

ہست بیچوں ارچہ دادش وصلہا
بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست
آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے

ایں پسر را باپدر نسبت کجاست
اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے

ہست بیچون و خرد کے پے برد
وہ بے کیفیت ہے اور عقل اسکو کب پا سکتی ہے؟

بادؑ[3] را بے چشم اگر بینش نداد
اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو

فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد
تو اُس نے قومِ عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن را ز عدُو
اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر دیا؟

چوں ہمی دانست مے را از کدُو
اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر دیا؟

[1] شیریں زباں یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علّت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علّت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں اُن کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اُس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اُس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھدے۔

[2] آدمؑ۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مرغ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ اِن اصول اور فروع میں وہ نسبت ہو جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[3] بادؑ۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قومِ عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

688

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتشِ[1] نمرود را گر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے

با خلیلش[2] چوں تجشّم کردنی ست
اُس کے خلیل کے ساتھ اُس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی

از چہ قبطی راز سبطی می گزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ بادیدار شُد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے

پس چرا داؤدؑ را اُو یار شُد
تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں[3] را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی

از چہ قاروں را فرو خوُرد آنچناں
تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ[4] را
اگر (اسطوانہ) حنانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی

چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را
تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ[5] گر نبودے دیدہ ور
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے

چوں گواہی دادے اندر مُشت در
تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد برکش تو پَر و بالہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے

سورہ برخواں زُلزِلَت زِلزالَہا
سورۂ زُلزِلَت زِلزالَہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں

کے زنادیدہ گواہیہا دہد
بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حالَہا وَ اَخبارَہا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی

تُظہِرُ الاَرضُ لَنَا اَسرارَہا
زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں[6] فرستادن مرا پیشِ تو میر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا

ہست برہانے کہ بُد مرسل خبیر
اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

ق

کہ چُنیں دارُو چُناں ناسُور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا

ہست در خور از پئے تیسور را
سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بُودی پیش ازیں
تو نے اِس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے

کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نُور بگرفتہ بدست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر

شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست
تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

---

[1] آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا رہی تھی تجشّم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

[2] زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اسطوانۂ حنانہ حضورؐ کے فراق پر رویا اس کی وجہ اُس کی بینائی تھی۔

[3] سنگریزہ۔ اُس مٹھی کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزِلَت۔ سورۂ زِلزال میں اِس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کردے گی۔

[4] ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

689
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واقعاتے[1] سہمگیں از بہرِ ایں — گونہ گونہ می نمودت رب دیں
اِسی لئے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

در خورِ سرِ بد و طغیانِ تو — تا بدانی کوست در خورانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر — مُصلحِ امراضِ درماں ناپذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے۔ — ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی ازاں — کور و کر کا ایں ہست از خوابِ گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بچتا تھا — اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں[2] طبیب و آں منجم در لمع — دید تعبیرش بپوشید از طمع
اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اُس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ در آید غصہ در آگاہیت
اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذائے مختلف یا از طعام — طبعِ شوریدہ ہمی بیند منام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے — پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جُونہ — تُند و خونخواری و مسکیں خُونہ
کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے — تو بدمزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کُنند از مصلحت — لیک رحمت شاں فزونست از عنت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں — لیکن اُن کی محبت غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ[3] را باید کہ باشد خُوئے رب — رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب
بادشاہ کو چاہیئے کہ خدائی مزاج کا ہو — اُس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بُود مانندِ دیو — بے ضرورت خوں کُند از بہرِ ریو
نہ دیو کی طرح اُس پر غصہ غالب ہو — (اور) مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِ مُخنّث وار نیز — کہ شود زن رُو سپی زان و کنیز
بھیجڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو — کہ اُس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بُودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بُودی کینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا — تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

[1] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابد کے لئے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ درحقیقت وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالےٰ ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

[2] واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُنکی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور مضر کی خرابی اِن خوابوں کا سبب ہیں۔ پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خُلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیئے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رُو سپی۔ رنڈی، زانیہ۔

690

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاخِ[1] تیزت بس جگرہا را کہ خست — نک عصایم شاخِ شوخت را شکست

تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے — اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردِ ایں جہانیاں و تاخت بُردن براں جہانیاں

اِس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اُس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک

تا سُنُورِ دژ کہ سرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں

جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاخت آرد

جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بُردند اسپہ جسمانیاں — جانبِ قلعہ و دژِ رُوحانیاں

جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا — رُوحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فروگیرند دربندانِ غیب — تا کسے ناید ازاں سُو پاک جیب

تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کریں — تاکہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں[2] حملہ غزا چوں کم بُرند — کافراں بر عکس حملہ آورند

غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں — تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش — حملہ ناوردند بر توزشتِ کیش

غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کیوجہ سے — تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سُوئے دربندانِ غیب — تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب

تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا — تاکہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی — تاکہ شارع را بگیری از بدی

تو نے پُشتوں اور رحموں پر دست درازی کی — تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہ کہ ذوالجلال — بر کُشاد ست از برائے اِنتسال

تو اُس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جسکو خدا نے — نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سد[3] شدی دربندہا را اے بجوج — کوریِ تو کرد سرہنگے خروج

اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا — تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم — نک بنامش نام و ننگت بشکنم

اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا — اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

[1] شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالےٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوری۔ قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تمام تدبیریں اہل دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہے۔ بضم اول و ثانی ترکی رومی لغت ہے وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ دربندان۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاکباز۔

[2] غازیان۔ قدرت کیطرف سے موصل ہوتی ہے کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

[3] سد۔ بند۔ بجوج۔ جھگڑالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ ہنگت۔ قدر تو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو ہلا در بند ہا را سخت بند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کردے

چند گاہے بر سبالِ[1] خود بخند
تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلت را بر کند یک یک قدر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کرکے اکھاڑ دیگی

تا بدانی کالقدر یعمی البصر[2]
تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کردیتی ہے

سبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی

کہ ہمی لرزید از دمِ شاں بلاد
جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رو تری یا آں ثمود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود

کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود
کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو کری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے

بشنوی و نا شنودہ آوری
تو سُنی ہوئی بات کو اَن سُنی کردے گا

توبہ کردم از سخن کا نگیختم
جو باتیں میں نے اُٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں

بے سخن من دارویت آمیختم
بغیر کہے تجھ میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا پزد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے

تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی[3] کو خبیرست اے عدو
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے

می دہد ہر چیز را در خورِ اُو
ہر چیز کو اُس کے مناسب حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر
تو نے کب کبھی بُرائی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟

کہ ندیدی لائقش در پے اثر
کہ اُس کے مناسب اُس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں
تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟

نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مراقب[4] باشی و بیدار تو
اگر تو نگراں اور بیدار ہوجائے

ہر دمے بینی جزائے کار تو
ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن
جب تو نگراں ہوگا اور رسّی کو پکڑے گا

حاجتت ناید قیامت آمدن
تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہیگی

آنکہ رمزے را بداند اُو صحیح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے

حاجتش ناید کہ گویندش صریح
اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

---

[1] سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم، داڑھی۔

[2] تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کردیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

[3] مراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اُس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ فوراً ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا رہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اُس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لیگا اُس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

692
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایں[1] بلا از کودنی آید ترا — کہ نکردی فہم نکتہ و رمز را

یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد — فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد

جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی — در رسد در تو جزائے خیرگی

ورنہ وہ سیاہی خود تیرہ بن جائیگی — تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ور[2] نیاید تیرت از بخشائش ست — نے پئے نادیدنِ آلایش ست

اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت

اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیئے تو نگراں بن — اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بود — از مراقب کار بالا تر رود

اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالا تر ہو جائیگا

بیانِ آنکہ تنِ خاکی آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہرِ قابلِ آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرلے

معائنہ بنماید نہ بطریق خیال — بل بعیاں

محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس[3] چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کن صیقلی کن صیقلی

پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پُر صُوَر — اندرو ہر سُو مَلیحے سیم بَر

تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ار چہ تیرہ و بے نور بود — صیقلی آں تیرگی از وے زدود

لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کردی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رُو — تا کہ صورتہا تواں دید اندرُو

لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کرلیا — یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں

---

[1] ایں بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[2] ور۔ اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے۔ کز پئے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقب کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در۔ انسان دل کو مصفّیٰ کرلے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔

[3] پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کرلیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے

صیقلش کُن زانکہ صیقل گیرہ است
اُس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے

تا درُو اشکالِ غیبی رُو دہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں

عکسِ[1] حُورے و ملک در وے جہد
حُور اور فرشتے کا عکس اُس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں داد ست حق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اِسی لئے دیا ہے

کہ بدُو روشن شود دل را ورق
تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے

واں ہوا را کردۂ دو دست باز
اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے

صیقلے را دست بکشادہ شود
صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کآئینۂ غیبی بُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے

جملہ صُورتہا درُو مُرسل شدے
تمام صورتیں اُس میں بھیجی جاتی ہیں

تیرہ کردی رنگ دادی در نہاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر رنگ چڑھا دیا

ایں بُود یسعَونَ فِی الاَرضِ الفَسَاد
"وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنی ہیں

تا[2] کنوں کردی چنیں اکنوں مکُن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر

تیرہ کردی آب را افزوں مکُن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اِس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے

واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچوں آبجُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے

چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ اُو
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ[3] جُو پُر گوہر ست و پُر ز دُر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے

ہیں مکُن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے

چوں بگردِ آمیخت شُد پردہ سما
جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے

چونکہ گردش رفت شُد صافی و ناب
جب اُس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

[1] عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گرہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی۔ صیقل ہو جائے۔ تیرہ کر دی۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا مولانا نے اِس آیت میں فساد کے معنی قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔

[2] تاکنوں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ برمشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[3] قعرِ جو۔ انسان کی طبیعت میں زر و جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو مصفّی کر لے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانندِ ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

696 Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرو — صیقلی واللہ اعلم بالصدور

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

بازگفتن موسیٰؑ اسرارِ فرعون را واقعاتِ او بظہر الغیب تا

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتادینا تاکہ اللہ کے باخبر

بخبیریِ حق ایماں آورد و قصہ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھیر دیا

باکمال تیرگی حق واقعات — می نمودت تا روی راہِ نجات

باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

زآہنِ تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے دربو کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

تا کنی کم تر تو آں ظلم و بدی — آں ہمی دیدی و بدتر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے — تونے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشت خوابت می نمود — می بمیدی زاں و آں نقشِ تو بود

خواب تجھے بری صورتیں دکھاتے تھے — تو اُن سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید — روئ خود را زشت و بر آئینہ رید

اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھیر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس — زشتیم آنِ تواست اے کور خس

کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری بلکہ ہے

ایں جفا بر روئ زشتت می کنی — نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشم تو بر دوختہ

کبھی تونے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا منھ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ — گہ سرِ خود را بدندانِ دَدہ

کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا — کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز — گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز

کبھی بیت الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

---

۱ باز گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات ..... بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ بالکل فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات جو پردہ غیب میں ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

۲ تا کنی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔

نقشہائی۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھیر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

۳ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گہ زبامے اُوفتادہ گشتہ پست — گاہ در شکنجہ وبستہ دو دست

کبھی بالاخانہ سے گرا ہوا دبا ہوا — کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل — گاہ مغزت را زدندے چوں دہل

کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا — کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی — کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی

کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی — کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ ندات آمد صریحاً از جبال — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال

کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد

کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرود ابد فرعون و مات

کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم — تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم

اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندکے گفتم بتو اے ناپذیر — زاندکے دانی کہ ہستم من خبیر

اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تا نیندیشی ز خواب و واقعات

تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا — تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو — کوریِ ادراک مکر اندیشِ تو

تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

در بیانِ آنکہ در توبہ و استغفار باز ست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فراگیر احتراز — کہ ز بخشایش در توبہ است باز

خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب دَرے — باز باشد تا قیامت بر وَرے

مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

۱ گہ زبامے کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

۲ گہ ندات کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سُنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

۳ اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کریگا۔ در بیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری سے توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔

696

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب — باز باشد آں دراز و رُو متاب

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے — وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اُس سے رُوگردانی نہ کر

ہشت[1] جنت راز رحمت ہشت در — یک درِ توبہ است ناں ہشتے پسر

(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں — ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز — واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز

وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں — اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار در باز ست زود — رخت آنجا کش بکوریِ حسود

خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد — سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کر

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود — بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود

اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے — اسکے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سُنے گا

باز[2] گرد از کفر و ایں در باز یاب — تا نگردی از شقاوت رَد باب

کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے — تاکہ تو بدبختی سے، مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و چہار فضیلت عوض بستان و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام ست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کر لے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں ز من بپذیر یک چیز و بیار — پس ز من بستاں عوض آں را چہار

آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجالا — پھر مجھ سے اُس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[3] اے موسیٰ کدام ست آں یکے — شرح کن با من ازاں یک اندکے

اُس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ — اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار — کہ خدایِ نیست جز از کردگار

فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے — کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر علا — مردم و دیو و پری و مرغ را

جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنیوالا ہے — (اور) انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ — مُلکتِ اُو بے حد و اُو بے شبیہ

دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنیوالا ہے — اُس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

[1] ہشت جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ہیں = ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اُس کی طرف رجوع کر لینا چاہیئے اسکے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئیگی۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کر لے گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اُس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کر لے۔

[3] گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اُس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خلائق۔ انہی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل۔ مُلکت۔ مملکت۔ بے تشبیہ۔ بے مثال۔

696

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے

رازقِ ہر جانور اندر جہاں
دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے

ہم پدید آرندۂ گل از گیا[1]
گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطّلِع اُو بر ضمیرِ بندگاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے

حاکم و جبّار بر گردن کشاں
وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشاہ
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے

حکم اُو را یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء
اس کا حکم ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟

کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدہ حسن
ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے

سُست گردد چارمیخ کفرِ من
میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے

بُوکہ زاں خوش وعدہ ہائے مغتنم
ہو سکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے

برکُشاید قفلِ کفرِ صد منم
میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے

بُوکہ از تاثیرِ جُوئی[2] انگبیں
ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے

شہد گردد در دمم این زہرِ کیں
یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئی آں پاکیزہ شیر
یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے

پرورش یابد دمے عقلِ اسیر
تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پائے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خمر
یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے

مست گردم بُو برم از ذوقِ امر
میں مست ہو جاؤں، حکمِ خداوندی کا ذوق حاصل

یا بُوَد کز لُطفِ آں جُوہائے آب[3]
یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے

تازگی یابد تنِ شورہ خراب
برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرلے

شورہ ام را سبزہ پیدا شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے

خارزارم جنّۃُ المأوٰی شود
میرا کانٹوں کا کھیت جنّت الماوٰی بن جائے

بُوکہ از عکسِ بہشت و چار جُو
ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے

جاں شود از یاریِ حق یار جُو
جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

[1] گیا۔ گھاس۔ مطّلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ بر گو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ کفرِ صد من۔ بھاری کفر۔

[2] مجوی انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بُود۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ امر۔ یعنی امرِ خداوندی۔

[3] آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین جنّۃُ المأوٰی ایک جنت کا نام ہے۔ بُوکہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو۔ جنت کی چار نہریں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنچنانم کز عکسِ دوزخ گشتہ ام
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بنگیا ہوں

آتش و در قہرِ حق آغشتہ ام
آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ[1] ز عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح

گشتہ ام بر اہلِ جنت زہر بار
جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ ز عکسِ جوششِ آبِ حمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے

آبِ مظلمم کرد خلقاں را رمیم
میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے

من ز عکسِ زمہریرم زمہریر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں

یا ز عکسِ آں سعیرم چوں سعیر
یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلومم کنوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں

وایِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں
اُس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیٰ[2] باشد کہ بکشایم در
اے موسیٰؑ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھولدے

وز فضیلتہات گردم باخبر
اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم ما و منے
اے موسیٰؑ! ہو سکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں

وارہم از کثرتِ ما و منے
میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کدامست آن چہار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟

کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہتِ یافتنِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاولین آں چہار
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اُن چاروں میں پہلی یہ ہے

صحتے[3] باشد تنت را پائیدار
کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں علتہایِ کہ در طب گفتہ اند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں

دور باشد از تنت اے ارجمند
اے با اقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً باشد ترا عمرِ دراز
دوسرے تیری عمر دراز ہوگی

کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

وین نباشد بعد عمرِ مثنوی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا

کہ بناکام از جہاں بیرون روی
کہ تو دنیا سے ناکام جائے

[1] کز عکس۔ انسان کا ظلم و جور دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ زمہریر۔ پرانا، بوسیدہ۔ من ز عکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیٰ۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ امن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو تو جنت کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہونگی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰؑ نے ان چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہونگی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ وین نباشد۔ بالآخر موت آئیگی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

۶۹۹

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلکہ[1] خواہانِ اَجل چوں طفلِ شیر — نے ز رنجے کہ ترا دارد اسیر

بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رنج — بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج

تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشہ — می زنی بر خانہ بے اندیشہ

تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را

کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مردانہ را

تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

بر کنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا بروں آید مہت از زیرِ میغ

بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے[2] بنک برگے ز باغے ماندۂ — ہیچ کرمے بر گشش از رز راندۂ

اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کرم را بیدار کرد — اژدہائے جہل را ایں کرم خورد

جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد او نیک بخت

کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر[3] کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن

گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی ہیں میندیش و مایست

خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج — می تواں کردن عمارت بے رنج

ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کئے جا سکتے ہیں

---

[1] بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آکر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تابروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

[2] اے بنک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم رہ گیا ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا بیدار ہو جائیگا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

[3] تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیقِ ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آجائے تو اس ویران شدہ گھر جیسے ہزاروں اس کے ذریعہ تعمیر کر لئے جائینگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عاقبت[1] این خانہ خود ویراں شود — گنج از زیرش یقیں عریاں شود

انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا — خزانہ یقیناً اُس کے نیچے سے ظاہر ہوگا

لیک آنِ تو نباشد زانکہ روح — مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح

لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کیلئے) — وہ مُزدِ ویران (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مُزدش ہست لا — لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلّا مَا سَعیٰ

جب وہ کام نہ کیا، اُس کی مزدوری معدوم ہے — انسان کے لئے وہی ہے جو اُس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ — ایں مچنیں ماہے بُداندر زیرِ میغ

اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس — ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من[2] نکردم آنچہ گفتند از بہی — گنج رفت و خانہ و دستم تہی

جو بھلائی کی بات انھوں نے کہی میں نے نہ کی — خزانہ گیا اور گھر بھی، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بُود — حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بُود

سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا — خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے — نیست مِلکِ تو بہ بیعے یا شرے

تو نے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے — خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مدّتے اُو تا اَجل — تا دریں مُدّت کنی در وے عمل

اس کرایہ کی مدت موت تک ہے — تاکہ تو اِس مدت میں اُس میں کام کرے

پارہ[3] دوزی میکنی اندر دُکاں — زیرِ ایں دُکانِ تو مدفوں دو کاں

تو دُکان میں پیوند سی رہا ہے — اس دوکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکاں کرائی زُود باش — تیشہ بستاں و نگش را می تراش

یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر — تاکہ تو کُدال اور اُس کی تہ کو کھود

تا کہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی — از دُکان و پارہ دوزی وارہی

تاکہ تو کُدال اچانک کان پر رکھدے — دُکان اور پیوند سینے سے نجات پا جائے

پارہ دوزی چیست خود آب و نان — میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں

پیوند سینا کیا ہے؟ روٹی پانی کی خوراک — بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می دَرّد ایں دلقِ تنت — پارہ بر وے می زنی زیں خوردنت

یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے — تو اِس خوراک سے اُس پر پیوند لگاتا ہے

---

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اُس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اِس لئے کہ انسان کو اُس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کریگا۔

[2] من نکردم۔ اُس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اِس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کری۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اُس میں عمل کرلے۔

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اُس میں دو کانیں مدفون ہیں۔ تنگش یعنی اُس کی گہرائی۔ دلقِ گراں یعنی جسمِ انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اُسکی رفوگری ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اے ز نسلِ بادشاہِ[1] کام یار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے

باخود آ ازیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ اِس پیوند لگے سینے سے شرم کر

پارہ بر کن ازیں قعرِ دوکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا برآرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دو کانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زو بَرے
ختم ہو، (اور) تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[2] ترا بیروں کند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکالدے

ایں دکاں را بر کند از روئے کاں
اِس دکان کو، کان کے منھ پر سے اکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خامِ خود بر می کنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اِس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را بر دباد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہوگیا

تا ابد یا حسرتا شد للعباد
قیامت تک "بندوں کے لئے حسرت ہے" رہ گیا

غرّہ[3] شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور

ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام

علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا

لابد از معنی شدم من عور و زار
لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی

لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

[1] بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کن۔ اِس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دو دکانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں۔ یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اِسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اِسکو فنا کر دے۔

[2] پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھسے لے لیا جائیگا اور تو اس کان سے محروم ہوجائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہوگیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔ تا آبد۔ پھر تو اِس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

[3] غرّہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علمِ نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر اُس کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہوکر اُس کے خزانہ سے محروم ہوگیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہوگیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بُودم از گنجِ نہانی بے خبر — ورنہ دستنبوئے[1] من بُودے تبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا — ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرّا دادمے
افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا — اس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم — ہمچو طفلاں عشقہا می باختم
میں نے نقش (و نگار) پر آنکھ جما دی — بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس[2] نکو گفت آں حکیم کامیار — کہ تو طفلی خانہ پُر نقش و نگار
اس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے — کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش و نگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اندرز کرد — کہ بر آرا زود مانِ خویش گرد
الٰہی نامہ میں اس نے نصیحت کی ہے — کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامی شرح کردن موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلت چہارگانہ

حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدہ سوم — کہ دلِ من زاضطرابش گشت گم
اے موسیٰؑ بس کر، تیسرا وعدہ بتا — کیونکہ میرا دل اس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم ملکِ دو تو — دو جہانے خالص از خصم و عدو
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ تیسری دو ہری حکومت ہے — دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں ملک کاکنوں داشتی — کاں بداند رجنگ و ایں در آشتی
اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے — کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[3] چناں ملکے دہد — بنگر اندر صلح خوانت چوں نہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے — غور کر لے صلح میں تیرے سامنے کیا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد — در وفا بنگر چہ باشد اعتقاد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا — غور کر وفاداری میں اس کی (بھلائی) کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زود — باز گو صبرم شد و حرصم فزود
اس نے کہا اے موسیٰؑ چوتھی کیا ہے، جلد — کہدے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — موئے ہمچوں قیر و رُخ چوں ارغواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا — بال تارکول کی طرح اور چہرہ گلِ بابونہ کی طرح

(باقی)

[1] دستنبو — ایک مصنوعی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبرّ یعنی میں تبرّ کے ذریعہ اس خزانہ کو کھو دلیتا۔ تبرّا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا چشمہا۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش و نگار پر نظر رکھی۔

[2] بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔

ہمہ اندرز من بتوا ینست
کہ تو طفل و خانہ رنگینست

دودماں۔ خاندان یعنی اعضاء جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک معلوم ہوا کہ تقریر حضرت موسیٰؑ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کر دو اور تیسری بات بتاؤ۔ گفت موسیٰ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایمان آئے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

[3] در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرلے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ اعتقاد۔ بھلائی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر۔ ایک کالا رومن ہے۔ ارغواں۔ گلِ بابونہ۔

7503
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رنگ و بُو در پیشِ مابس کاسد[1] ست — لیک تو بستی سخن کردیم پست

رنگ و بُو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں — لیکن تو گھٹیا ہے اسلئے ہم نے گھٹیا بات کہی

اِفتخار از رنگ و بُو و از مکاں — ہست شادی و فریب کودکاں

رنگ و بُو اور مکان پر فخر کرنا — بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ

اِس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ

لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِکُمْ حَتّٰی لَا یُکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اُس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سر و کارم فتاد — ہم زبانِ کودکاں باید گشاد

چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا — مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے

کہ بَرَو کُتّاب تا مُرغت خرم[2] — یا مویز و جوز و فُستُق آورم

کہ مدرسہ جا تیرے لئے پرند خرید دوں گا — یا منقی یا اخروٹ یا پستہ لادوں گا

جُز شَبابِ تن نمیدانی بگیر — ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر

جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے گدھے — اِس جوانی کو اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت — تازہ ماند ایں شبابِ فرّخت

تیرے چہرے پر کوئی جھُرّی نہ پڑے گی — یہ تیری مُبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید بر بَرَو — نے قدِ چوں سَروِ تو گردد دوتو

نہ اُس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی — نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہوگا

نے شود زورِ جوانی از تو کم — نے بدندانہا خلَلہا یا اَلَم

تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا — نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئیگی)

نہ کمی در شہوت و طِمْثَت[3] و لِعال — کہ زناں را آید از ضعفت مَلال

نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی — کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پشت خَم — لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم

نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی — بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہوگا

آنچناں بکشایدت فرِّ شباب — کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہؓ باب

تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اسطرح کشادہ ہوگی — جسطرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

[1] کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔

[2] کلموا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کر دینگے۔

[3] آبرد۔ بچوں سے ایسی بچکانہ باتیں کی جاتی ہیں تشبیہ۔ پستہ۔ خرخس۔ رنجھ۔ آژنگ۔ جھُرّی۔ نژند۔ ذلت و خواری۔ اَلَم۔ تکلیف۔

[4] طمث۔ حیض، جماع، بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔ عکاشہؓ۔ حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرما دیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معنیِ حدیث مَن بَشَّرَنی بِخُرُوجِ الصَّفَرِ بَشَّرتُہ بِدُخُولِ الجَنَّۃِ وَسَبَقَ عَائِشَۃ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے ختم ہو جانے کی خوشخبری دیگا میں اسکو جنت کی خوشخبری دونگا اور حضرت عائشہ کی پیش

احمدؐ آخر زماں را انتقال — در ربیع الاوّل آمد بے جدال

(نبی) آخرالزماں احمدؐ کا انتقال — بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل — عاشقِ آں وقت گردد او بعقل

جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا — آپ دل (و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر — کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر

جب (ماہ) صفر آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے — کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ھُدے — او رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے

راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک — آپ راہ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفتؐ ہر کس کہ مرا مژدہ دہد — چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد

فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا — جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالیگا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع — مژدہ ور باشم مر او را و شفیع

کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا — میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہونگا

چوں صفر بر بست رخت و ماہِ نو — گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو

جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند — رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عائشہ صفر بگذشت و رفت — گفت جنّت مر ترا اے شیر زفت

(حضرت) عائشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا — (آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے

دیگرےؐ آمد کہ بگذشت آں صفر — گفت عائشہ ببرد از مژدہ بر

دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا — فرمایا عائشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

بس رجال از نقلِ عالم شادماں — وز بقایش شادماں ایں کودکاں

بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں — اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آب خوش ندید آں مرغِ کور — پیشِ او کوثر نماید آبِ شور

چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے — اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰ کرامت می شمرد — ہم بدیساں بے قدم رہ می سپرد

(حضرت) موسیٰ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے — اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

۱؎ احمدؐ۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

۲؎ گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دیگا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ ماہ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

۳؎ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہ ہاری لے گئے۔ بیشک رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰ وہ شمار کراتے رہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد
کہ تیرا صاف اقبال، پھیکا نہ بنے گا

ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد
تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں
قوی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا

شاد ماں مانی نگردی ناتواں
تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت اَحسَنتَ نکو گفتی و لیک
فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن

تا کنم من مشورت با یارِ نیک
میں اچھے دوست سے مشورہ کروں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ

بموسیٰ علیہ السّلام و فرمودنِ آسیہ اُورا بایمان آوردن

کرنا اور حضرت آسیہ کا اُس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت اُو ایں سخن با آسیہ
پھر اُس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں

گفت جاں افشاں بریں آں دل سیہ
انھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! ان پر جان چھڑکدے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں

زود دریاب اے شہ نیکو خصال
اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کرلے

وقتِ کشت آمد زہے پُر سود کشت
کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی

ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

برجہید از جا و گفتا نَجْ لَکَ
جگہ سے کود پیں اور کہا تجھے مبارک

آفتابے تاج گشتت اے گلک
اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیبِ کل را خود بپوشاند کلاہ
عیب تو خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے

خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ
خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں
اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سُنا تھا

چوں نگفتی آرے و صد آفریں
تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشیدا رشدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی

سرنگوں بر رُوئے آں زیر آمدے
اُس کی تمتما میں اوندھا نیچے آجاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ است او چہ داد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کسقدر سخاوت ہے

می کُند ابلیس را حق اِفتقاد
اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

۵۱ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار سوتی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اُس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

۵۲ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرلے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشقِ خداوندی میں گرم ہوگئیں۔ بجَ لَکَ۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ گل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔

۵۳ عیب۔ گل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اُڑھا کر اُس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ یہ ہے ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دل جوئی کرے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں[1] بدیں لطف آں کریمت باز خواند
جب اُس کریم نے اِس مہربانی سے تجھے بُلایا ہے

اے عجب چوں زہرہ[1] ات بجائے ماند
تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات ندرید تازاں زہرہ ات
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اِس پتے سے

بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات
دونوں جہان میں تیرا حصّہ ہوتا

زہرہ کز بہرِ حق او بر درد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے

چوں شہیداں از دو عالم برخورد
وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان سے فائدہ اُٹھاتا

غافلی[2] ہم حکمتست و ایں عمی
غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے

تا بماند لیک تا ایں حد چرا
تاکہ اُس کا وجود رہے، لیکن اِس حد تک کیوں ہے

غافلی ہم حکمتست و نعمتست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے

تا نپرد زود سرمایہ ز دست
تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسور شود
لیکن نہ اِس قدر کہ ناسور بن جائے

زہرِ جان و عقلِ رنجورے شود
ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کرسکتا ہے؟

کہ بیک گل می خری گلزار را
کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانۂ را صد درختانت عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں

حبّۂ را آیدت صد کان عوض
ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کان[3] للہ دادنِ آں حبّہ است
اِس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے

تا کہ کان اللہ لہٗ آید بدست
تاکہ "اللہ اُس کا ہو گیا" ہاتھ آجائے

زانکہ ایں ہوی ضعیفِ بیقرار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت

ہست شد زاں ہوی ربِّ پائدار
اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہوی فانی چونکہ خود با او سپرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اُسکے سپرد کر دیا

گشت باقی دائم و ہرگز نمرد
وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مریگی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک
اُس قطرے کیطرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے

کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
کہ اِن دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا

از تفِ خورشید و باد و خاک رست
تو اُس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پائی

[1] چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اُس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

[2] غافلی۔ اگر انسان ہمہ وقت استغراق میں رہے اور اُس کے حواس معطل ہوں تو اُس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بُری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختستاں۔ باغ۔

[3] کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔ ہوی۔ ذات، شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اُسکو قتل کر دیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں اُس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ظاہرش[1] گم گشت در دریا ولیک — ذاتِ او معصوم و پایندہ و نیک

اس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن — اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم — تا بیابی در بہائے قطرہ یم

اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے — تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرلے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف — در کفِ دریا شو ایمن از تلف

ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش — دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

خود کرا آید چنیں دولت بدست — قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست

یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟ — کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے لگا ہے

چوں[2] تقاضا می کند دریا ترا — پس چہ اِستادی و درماندی ہلا

جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے — تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر — قطرہ دہ بحر پُر گوہر ببر

خدا کے لئے، جلد بیچ اور خرید — قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن — کہ ز بحرِ لطف آمد ایں سخن

خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر — کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو — چونکہ بحرِ رحمت است ایں نیست جو

خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر — کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوئیِ[3] شو بیدست و پا — تا شود چوگانِ موسیٰؑ پا ترا

خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا — تاکہ موسیٰؑ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر — بر چنیں اِنعامِ عام اے بے خبر

خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر — اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا — تا نگردی در غلط بینی فنا

خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کرلے — تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

اللہ اللہ ترک کن ہستیِ خود — چونکہ خواندستت برو اے معتمد

خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے — جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کن — بر فروز از ایں اشارت بے سخن

خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر — اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا

[1] ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کر کے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[2] چوں۔ جب دریا دعوت خود دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

[3] گوئی شو۔ جس طرح موسیٰؑ کہیں وہ کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو موسیٰؑ کے بلے کی گیند بنا دینا چاہیئے۔ ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کر کے قرب حاصل کرنا چاہیئے۔ اشارت۔ موسیٰؑ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہو جانا چاہیئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اللہ اللہ تا کنوں کژ باختی
خدا سے ٹیڑھ اب تک تو نے ٹیڑھی بازی چلی

گردن اندر معصیت افراختی
تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا

اللہ اللہ چوں عنایت در رسید
سبحان اللہ جب اللہ کی مہربانی ہو گئی

بے توقف در دَوے آمیز اے عنید
اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہو جا

اللہ اللہ چونکہ عصیاناتِ تو
خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ

در نمی نالد برویت شکر گو
تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں، شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلت لطف داد
خدا کیلئے، جبکہ اس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے

سر بخاکِ پایِ او باید نہاد
اس کی خاک پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ با چُنیں کفرِ دو تو
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے

چوں قبولت می کند اکرامِ او
اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطف او کم می شود
مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے

کاسفلے بر چرخِ ہفتم می شود
کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک باز ے فتادت بو عجب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آگیا ہے

ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے

تا بہ بینی در عوض صد عز و سود
تاکہ تو بدلہ میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت با ہاماں بگویم اے ستیر
اس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا

شاہ را لازم بود رایِ وزیر
کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ہاماں مگو ایں راز را
اس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا

کوزکم پیرے چہ داند باز را
کبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ و کم پیرزن کہ در خانہ او بود

بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے

او ببُرّد ناخنش بہرِ بہی
وہ بھلائی کے لئے اس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصل کارست و شکار
وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں

کوز کم پیرے ببُرّد کوروار
کبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

---

۱ اللہ اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ ابتک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

۲ کفرِ دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اس کی قوم کا کفر۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ باز ے۔ یعنی توفیقِ خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائینگی۔

۳ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوز کم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اچپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اس کے پنجوں پر ہے۔ کوروار۔ اندھاپن

۶۵۹
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ کجا بُود ست مادر تا ترا
کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے

ناخُنان زینسان دراز ست اے کیا
ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پَرّش را بُرید
ناخن اور اُس کی چونچ اور اُسکے پَر کاٹ ڈالے

وقتِ مہر ایں می کُند زالِ پلید
ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تُہماجش دہد اُو کم خورد
جب وہ اُس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا

خشم گیرد مہر ہا را بر درد
غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چُنیں تُہماج پختم بہرِ تُو
کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا

تو تکبر می نمائی و غُلُو
تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مرہُماں اِدبار را
تو اُسی بدبختی کے لائق ہے

نعمت و اقبال کے سازد ترا
نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آسکتی ہے؟

آبِ تُہماجش دہد کایں را بگیر
اُس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے

گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر
اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آبِ تُہماجش نگیرد طبعِ باز
باز کی طبیعت اُس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے

زاں بتر رنجد شود خشمش دراز
اِس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اُسکا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوداں بر سرش
غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اُس کے سر پر

زاں فرو ریزد شود کُل مغفرش
عورت ڈال دیتی ہے، اُسکی کھوپڑی گیلی ہو جاتی ہے

اشک ازاں چشمش فرو ریزد ز سوز
سوزش سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہم پڑتے ہیں

یاد آرد لُطفِ شاہِ دل فروز
دل کو مسرور کر نیوالے بادشاہ کی مہربانی اُسکو یاد آتی ہے

زاں دو چشمِ نازنیں دلّال
اُن نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے

کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
جو شاہ کے چہرے کیوجہ سینکڑوں کمالات کہتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پُر زخمِ زاغ
اُسکی کج نہ ہونیوالی آنکھ کوّے کے زخم سے پُر ہو گئی

چشمِ نیک از چشمِ بد بادرد و داغ
اچھی آنکھ بد نظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ اُو
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے

ہر دو عالم می نماید تارِ مُو
دونوں جہان ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں

ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود
چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

۵۱ کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اُس کے ناخن اِس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اُس بوڑھی نے اِس باز کے پَر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تُہماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔ خشم گیرد۔ باز تُہماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اُسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ غُلُو۔ سرکشی۔ اِدبار۔ نحوست۔

۵۲ آبِ تُہماجش۔ اُسکو تُہماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھالے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کُل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی ٹوپی کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اُس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

۵۳ زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضورؐ کی نگاہیں صحیح پڑیں اور اُن کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چشم[1] بگذشتہ ازیں محسوسہا — یافتہ از غیب بینی بوسہا

وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے — غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من — نکتہ گویم ازاں چشمِ حسن

میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں — کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل — می ربودے قطرہ اش را جبرئیل

اس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے — کہ جبرئیلؑ اس کے قطرے کو لے اڑتے

تا بمالد در بر و منقارِ خویش — گر دہد دستوریش آں خوب کیش

تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں — اگر وہ پاک خصلت اُن کو اجازت دے

بازگوید[2] خشمِ کم پیرار فروخت — فر و نور و صبر و حلم را نسوخت

باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اٹھا ہے — میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم باز صد صورت تند — زخم بر ناقہ نہ بر صالح زند

میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کریگا — وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے

صالح ار یکدم کہ آرد با شکوہ — صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ

(حضرت) صالحؑ اگر ایک پر شوکت پھونک مار دیں — پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار — ورنہ درّانید غیرت[3] پود و تار

دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ — ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا اُدھیڑ دیگی

غیرتش راہست صد حلمِ نہاں — ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں

اس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں — ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونک دے

نخوتِ شاہی گرفتش جایِ پند — تا دلِ خود را ز پند او کرد بند

شاہی تکبر نے اس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کر لیا — حتی کہ اس نے نصیحت کیوجہ سے دل کو روک دیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت — کوست پشتِ ملک و قطبِ مقدرت

کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا — کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰ[4] را رایِ زن صدیق بس — رایِ زن بوجہل را شد بولہب

(حضرت) مصطفیٰؐ کے مشیر اللہ کے صدیق ہیں — ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد — کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد

ہم جنس ہونے کی رگ نے اسکو ایسا کھینچا — کہ وہ نصیحتیں اس کے لئے ٹھنڈی پڑ گئیں

---

[1] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف حالوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گذر کر مغیبات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ جس کو حضرت جبرئیلؑ اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ بازِ جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہو جائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرت خداوندی بڑی بردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہو جاتی کہ عالم کو تباہ کر دیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا مصطفیٰؐ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنس[1] سوی جنس صد پرّہ پرد — بر خیالش پردہ ہا را بر درد
جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے — اس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصۂ آن زن کہ طفلِ او بر سرِ ناوداں غژیدہ بود و خطرِ افتادن داشت
اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا

واز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سؤال کردن و چارہ جستن مادرِ او
اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مرتضیٰ — گفت شد بر ناوداں طفلے مرا
ایک عورت (حضرت) مرتضیٰؑ کے پاس آئی — بولی میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گر شش میخوانم نمی آید بدست — در ہلم ترسم کہ افتد او بہ پست
اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے — اگر جھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[2] عاقل تا کہ دریابد چو ما — گر بگویم کز خطر سوئی من آ
وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے — اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست — ور بداند نشنود اینہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے — اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو — او ہمی گرداند از من چشم و رُو
میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی — وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شما ئید اے مہاں — دستگیر ایں جہان و آن جہاں
اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں — اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

زود درماں کن کہ می لرزد دلم — کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے — کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت[3] طفلے را بر آور ہم زبام — تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا — تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوئی جنس آید سبک زاں ناوداں — جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کیطرف آجائیگا — ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ او — جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رُو
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچہ نے اسکو دیکھا — اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رُخ کر دیا

[1] جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالہ سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے زمین پر۔

[2] نیست۔ اس میں اتنی عقل نہیں کہ اس ٹکڑے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہو دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "برا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

[3] گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس بچہ کے پاس آگیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوئے[1] بام آمد ز متنِ ناوداں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آگیا

جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں
ہر جنس کو ہم جنس کھینچنے والا سمجھ

غرّ غرّاں آمد بسوئے طفلِ طفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آگیا

وارہید از اوفتادن سوئے سفل
نیچے گرنے سے نجات پاگیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں

تا بجنسیت رہند از ناوداں
تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے نجات پاجائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم
پس انھوں نے اپنے آپکو تم جیسا انسان کہا

تا بجنس آیند و گم گردند گم
تاکہ ہم جنس کی طرف آجائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے

جاذبش جنس ست ہر جا طالبے
جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰ[2] و ادریس بر گردوں شدند
حضرت عیسیٰؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے

باملائک چونکہ ہم جنس آمدند
چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند
پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے

جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
(چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آگئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں

جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
اُن کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ
انھوں نے لاکھوں بُری عادتیں سیکھ لیں

دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
عقل اور دل کی آنکھیں بند کرلیں

کمتریں[3] خوشاں بدستے ایں حسد
حسد اُن کی کم از کم عادت ہے

آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
وہ حسد جس نے شیطان کی گردن ماردی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد
انھوں نے اُن کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا

کہ نخواہد خلق را ملکِ ابد
جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحبِ کمال دیکھتا ہے

از حسد تو بنجش آمد در دخاست
تو حسد کی وجہ سے اس کو تو بنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو

می نخواہد شمعِ کس افروختہ
وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

[1] سوئے بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آگیا۔ جاذب۔ کھینچنے والا۔ سفل یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلبگار رہتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

[2] عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریسؑ آسمان پر بُلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیجدیئے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے اُن سے اُن کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

[3] کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے۔ ملکِ ابد یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کرچکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

613
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

هست[1] کمالے دست آور تا تو هم — از کمالِ دیگراں نفتی بغم

خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی — دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد — تا خدایت وا رہاند زیں حسد

اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ — تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیے بخشد دروں — کہ نہ پردازی ازاں سوئے بروں

تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کردے — تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد — کہ بدو مست از دو عالم می رہد

خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کردیتا ہے — کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پاجاتا ہے

خاصیت[2] بنہادہ در کفِ حشیش — کو زمانے می رہاند از خویش

ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے — کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کیلئے خود ہی سے بھلا دیتی ہے

خواب را یزداں بدانساں میکند — کز دو عالم فکر را بر می کند

نیند کو خدا ایسا کردیتا ہے — کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کردیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ یوستے — کو نہ بشناسد عدو از دوستے

مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کردیا — کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کرسکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می آرد او — کہ برادراکاتِ تو بگمارد او

وہ اس طرح کی لاکھوں (بیخودیاں) پیدا کرسکتا ہے — جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کردیتا ہے

ہست[3] میہائے شقاوت نفس را — کہ زرہ بیروں برد آں نحس را

بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں — جو اس منحوس کو گمراہ کردیتی ہیں

ہست میہائے سعادت عقل را — کہ بیابد منزلِ بے نقل را

نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں — کہ وہ منتقل نہ ہونیوالی منزل کو حاصل کرلیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش — برکند زاں سو بگیرد راہ پیش

وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو — اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کرلیتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو — ہست عیسیٰ مست حق خرمست جو

خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا — حضرت عیسیٰؑ اللہ کے مست اور گدھا جَو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بخور زیں جنبہا — مستیش نبود ز کوتہ دنبہا

ان سٹکوں سے ایسی شراب پی — اس کی مستی کوتاہ دم والوں کیلئے نہیں ہے

---

[1] ہیں۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسرے پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ افتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کرسکتا ہے مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کردیتی ہے۔

[2] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کردیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہوکر دوسروں سے غافل ہوگیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنادیتی ہیں۔

[3] ہست نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اسکو راہ مستقیم سے غافل بنادیتی ہیں۔

[4] ہست عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کرلیتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہوجاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیئے ہر مستی محمود نہیں ہے حضرت عیسیٰؑ کی مستی اور خر عیسیٰؑ کی مستی جداگانہ ہے۔ جنب۔ جَو

615 ٦١٦
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زانکہ[1] ہر معشوق چوں خُنبست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے

آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہین بچش با احتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ

تا مئے یابی مُنزّہ زاختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے

مے شناسا ہین بچش از زوی ترش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ

آں مئے صافی کزو گردی خمش
اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ

مستیت آرد کشاں تا رب دیں
مستی تجھے دین کے رب کیطرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پا جائے

بے عقالِ عقل در رقصُ الجمل
وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

انبیا[2] چوں جنسِ روح اند و ملک
انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں

مر ملک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ اُو
ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے

کہ بُود آہنگ[3] ہر دو بر علو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے

در میانِ حوض یا جوئے منہی
حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت اُو فرو ناید بہ پست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا

کہ دلش خالی ست در وے باد ہست
کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اسمیں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوی بالا بُود
چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے

ظرفِ خود را ہم سوی بالا کشد
وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

باز[4] آں جانہا کہ جنسِ انبیاست
پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں

سوی ایشاں کش کشاں چوں سایہا ست
وہ سایوں کی طرح اُن کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالب ست و بے نشک
کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے

عقل جنس آمد بخلقت با ملک
عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس غالب بر عدو
خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے

نفس جنسِ اسفل آمد شہ بدو
نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر تف ہے

---

[1] زانکہ۔ ہر شیخ کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ تے شناسا سالک کو امتیاز کرنا چاہیئے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیئے جو "آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔ تا رب دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے۔ رقصُ الجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

[2] انبیا۔ انبیا کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ باد ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں ڈالو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

[3] باز۔ جو وہیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیا کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوائے نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ تف بدو۔ اُس پر تف ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بُود قبطی جنسِ فرعونِ ذمیم — بُود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم

قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا — سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بُود ہامان جنسِ مر فرعون را — برگزیدش بُرد تا صدرِ سرا

ہامان فرعون کا ہم جنس تھا — اُس نے اُس کو منتخب کیا گھر کے بالا نشین تک لے گیا

لاجرم از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید

لامحالہ اُس نے اُسکو بلندی سے گہرائی کیطرف کھینچا — کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضدِ نور — ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور

دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں — دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن بزود — برگذر کہ نورت آتش را ربود

کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد — گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

در بیانِ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مُومن فَاِنَّ نُورَکَ اَطفَاَ نَارِی

آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورت می کشد — آتشم را چوں کہ دامن می کشد

اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے — میری آگ کو، جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نورِ ہم — زانکہ طبعِ دوزخ ست اے صنم

وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے — اے پیارے! کیونکہ اُس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں — کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں

دوزخ، مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح — مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او — ضدِ نار آمد حقیقت نورِ جو

اُس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے — نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث آمد کہ مومن در دُعا — چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا

حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں — خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں — کہ خدایا دُور دارم از فلاں

دوزخ اُس سے (دل و) جان سے پناہ چاہتی ہے — کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت ست اکنوں بہ بیں — کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں

جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے — کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

---

۱ قبطی۔ فرعون کی قوم والا۔ سبطی۔ بنی اسرائیل۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اُسکو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

۲ در بیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نور جو۔ یعنی جنتی۔

۳ در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیئے کہ اُس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر بہ[1] ہاماں مائلی ہامانیی — ور بموسیٰ مائلی سبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے — اگر تو موسیٰؑ کی طرف مائل ہے تو ربّانی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ — نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اگسایا ہوا ہے — تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو[2] در جنگند ہاں وہاں بکوش — تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
دونوں برسرِ پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر — تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آجائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰ بنوش — تا شود غالب معانی بر نقوش
(حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی — تاکہ معانی، نقوش پر غالب آجائیں

در[2] جہانِ جنگ شادی ایں بس است — کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے — کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود — گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے — خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سُنے

ایں حدیث آمد درازے ناگزیر — باز گو اضلالِ فرعونِ مشیر
یہ بات لمبی ہوگئی مجبوری تھی — فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردن فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں[3] ستیزہ رُو بسختی عاقبت — گفت با ہاماں برای مشورت
بالآخر اُس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے — مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہؑ را — گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہؑ کے وعدوں کو — اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو راز دار بنالیا

گفت با ہاماں چو تنہایش بدید — جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا — ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں — کو فت دستار و کلہ را بر زمیں
اُس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا — ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ — ایں چنیں گستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ — وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

[1] گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰؑ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اُس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغرِ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اُس پر عقل کا غلبہ رہے۔

[2] در جہاں۔ اِس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے گرچہ جس کی طبیعت فرعونی ہوگی وہ اِس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

[3] آں ستیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہؑ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہے۔ جست۔ ہامان اُچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰؑ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جملہ عالم را مسخر کردہ تو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے

کار را بابخت چوں زر کردہ تو
تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کیطرح کر لیا ہے

از مشارق وز مغارب بے لجاج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے

سوئے تو آرند سلطاناں خراج
بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لب ہمی مالند شاد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں

بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
اے عالیمقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے

رو بگرداند گریزد بے عصا
بغیر ڈنڈے کے رخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تا کنوں معبود و مسجودِ جہاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود

بودہ، گردی کمینہ بندگاں
رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے

کہ خداوندے شود بندہ پرست
کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکش اوّل مرا اے شاہ ہیں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے

تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے

تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود نبود ست و مباد ایں چنیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو

کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ماشوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں

بیدلاماں دلخراشِ ماشوند
ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمنان و دوست کور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا ہو

گشت مارا پس گلستاں قعرِ گور
تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییف سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت ہوت
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا

نرد را کورانہ کژ می باخت او
اس نے اندھے پن سے بازی الٹی چلی

۱؎ جملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنا لیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔
بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی۔۔۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

۲؎ تا کنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

۳؎ خود۔ یہ ابتک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے ہاں یہ ہوگا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشمِ روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست بیچین ہونگے اور دشمن خوش ہونگے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔ دوست۔ اس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ الٹی بازی کھیل رہا تھا۔

718
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دشمنِ[1] تو جز تُو نبود اے لعیں — بیگناہاں را مگو دشمن بکیں

اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے — کینہ سے بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت ست — کہ دوا دَو اوّل و آخر لَت ست

تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے — کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خوش خوش — ایں بہارت را ہمی آید خزاں

اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا — تیری اس بہار پر خزاں آجائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند — کہ سرِ ایشاں ز تن ببریدہ اند

مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں — جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود برقرار — چوں کنند آخر کسے را پائیدار

مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں — وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز ترس و بند — چاپلوست گشت مردم روز چند

تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے — چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بنگئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند — زہر اندر جانِ اُو می آگنند

جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں — اُس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ بر گردد ازو آں ساجدش — داند اُو کاں زہر بود و موبدش

جب وہ سجدہ کرنے والا اُس سے روگردانی کرتا ہے — وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اُس کا سردار زہر تھا

اے[3] خنک آں را کہ ذلت نفسہ — وایِ آں کز سرکشی شد چوں اُو

مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا — اُس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بنگیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست — از مئے پُر زہر گشت آں کج دمست

اِس تکبر کو زہرِ قاتل سمجھ کہ جو ہے — زہر بھری شراب کی قسم ہے (جس سے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مدبرے — از طرب یک دم بجنباند سرے

جب کوئی بدنصیب زہر ملی ہوئی شراب پیتا ہے — تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعدِ یک دم زہر در جانش فتد — زہر در جانش کند داد و ستد

تھوڑی دیر کے بعد زہر اُسکی جان میں اثر کرتا ہے — زہر اُسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہر ایں را اعتقاد — گرچہ زہر آمد نگر در قومِ عاد

اگر تو اسکے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے — اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

---

[1] دشمنِ تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیدار کیا دے سکتی ہے۔

[2] تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی رُوح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کو اُس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب اُن کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

[3] اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں تکبر۔ تکبر ایک زہر ملی ہوئی شراب ہے۔ جو تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قومِ عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

619
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چونکہ[1] شاہے دست یابد بر شہے — بکشدش یا باز دارد در چہے

جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پالیتا ہے — اسکو قتل کر دیتا ہے یا اس کو کوئیں میں قید کر دیتا ہے

در بیابد خستۂ افتادہ راہ — مرہمش سازد شہ و بدہد عطا

اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے — بادشاہ اسکی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہرست آن تکبر پس چرا — کشت شہ را بیگناہ و بے خطا

اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟ — اس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

دیں دگر را بے زخدمت چوں نواخت — زیں دو جنسِ زہر را باید شناخت

اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟ — زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیئے

راہزن[2] ہرگز گدائے را نزد — گرگ، گرگِ مردہ را ہرگز گزد

کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا — بھیڑیئے نے کسی مردہ بھیڑیئے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست — تا تواند کشتی از فجار رست

حضرت خضرؑ نے کشتی اسی لئے توڑی — تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد شکستہ شو — امن در فقرست اندر فقر رو

جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا — امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند — گشت پارہ پارہ از زخمِ کلند

وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا — وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہرِ اوست کو را گردنیست — سایہ[3] کافگند ست بر وے زخم نیست

تلوار اس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے — وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی — اے برادر چوں بر آذر می روی

اے گمراہ! سرداری نفط کا تیل اور آگ ہے — اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ او ہموار باشد باز میں — تیر ہا را کے ہدف گردد ببیں

جو چیز زمین سے ہموار ہو — وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد از زمیں آنگاہ او — چوں ہدف ہا زخم یابد بے رفو

وہ زمین سے سر ابھارتی ہے تب وہ — نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق این ما و منی ست — عاقبت زیں نردباں افتادنی ست

یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے — انجام کار اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

[1] چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ اگر نہ زہر ست۔ اس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اس کا زہر تکبر ہے۔ دیں دگر۔ اس کی خستہ حالی اس پر رحم کا سبب بنی۔

[2] راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیئے کو پھاڑتا ہے۔ خضرؑ کشتی کی شکستگی اس کی نجات کا سبب ہے۔ چوں شکستہ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر، سر بلند کی کٹتی ہے۔

[3] سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر ابھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

۶۲۵

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایں[1] فروع ست و اُصولش آں بُود — کہ ترفّع شرکت یزداں بُود

یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے — کہ تکبّر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زُو — باغیِ باشی بشرکت مُلک جُو

جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اُس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ مُلک کا جویاں ہوگا

چوں بدُو زندہ شدی آں خود دُو نیست — وحدتِ محض ست آں شرکت کجست

جب تو اُس کے ذریعہ زندہ ہو گیا وہ خود دو ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرح[2] ایں در آئینہ اعمال جُو — کہ نیابی فہم ایں از گفتگو

اِس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم در دروں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں

اگر میں وہ کہدوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست — بانگ دو کردم اگر دردہ کس ست

بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے — میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل[3] آں ہاماں بداں گفتار بد — ایں چنیں راہے براں فرعون زد

خلاصہ یہ ہے کہ اُس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ — ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لُقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں — از گلوی اُو بُریدہ ناگہاں

دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا — اچانک اُس کے گلے سے جُدا کر دیا

خرمنِ فرعون را داد اُو بباد — ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد

اُس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا — (خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چُنیں ہمراہِ بد دوری گزیں — زینہار اللہ اعلم بالیقیں

ایسے بُرے ساتھی سے دُوری اختیار کر — خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردنِ فرعون و جایافتن

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان

سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون

کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰؑ لُطف بنمودیم و جُود — خود خداوندیت را روزی نبود

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی — آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی

[1] ایں۔ تکبّر کی یہ مضرتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبّر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے چوں بدُو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔

[2] شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

گر بگویم۔ اِس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کردوں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

[3] حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی

۶۷۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آں[1] خداوندی کہ نبود راستیں — مر ورا نے دست داں نے آستیں

وہ آقائی جو سچی نہ ہو — سمجھ لے اُس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بُود — بے دل و بے جان و بے دیدہ بُود

وہ آقائی جو چُرائی ہوئی ہو — وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام — باز بستانند از تو ہمچو وام

وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے — قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لینگے

آں خداوندیِ تو از بندگی — کمتر ست ار باز دانی اندکی

تیری وہ آقائی غلامی سے — کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دہ خداوندیِ عاریت بحق — تا خداوندیت بخشد مُتّفق

عارضی آقائی خدا کے سپرد کردے — تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کردے

منازعت[2] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ

کہ مُلک را مُقاسمہ کُن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں

لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضورؐ کا اُن کو جواب دینا کہ میں اِس

را کہ من مامورم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند — نزدِ پیغمبر منازع می شدند

عرب کے سردار جمع ہو گئے — پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر — بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر

کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے — اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہر یکے[3] در بخشِ خود انصاف جو — تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشو

ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے — آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مر مرا حق داده است — سروری و امرِ مطلق داده است

آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے — (اُس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے

کایں قرانِ احمد ست و دورِ او — ہیں بگیرید امر او را اتقوا

کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دور ہے — خبردار! اُس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ کوئی میری۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا مُلک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے۔ کایں۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ یہ احمدؐ کا دور ہے اُس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

722

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قوم گفتندش[1] کہ ما ہم زاں قضا — حاکمیم و دادا امیری ماخدا

قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے — حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق مُلک داد — مر شما را عاریت از بہر زاد

آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے — تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست — میریِ عاریتی خواہد شکست

میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے — عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو — چیست حجت بر فزوں جوئی تو؟

لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ — آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سیل[2] آمدن و قضیب انداختنِ اُمرا جہتِ دفعِ شدنِ سیل

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

و غالب شدن مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے برآمد زامرِ مر — سیل آمد گشت آں اطراف پُر

فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا — سیلاب آیا اور اطراف پانی سے پُر ہو گئے

رُو بشہر آورد سیلے بس مُہیب — اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رعیب

ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رُخ کیا — شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبرؐ کہ وقتِ امتحاں — آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت — اب آگیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے

ہر امیرے[3] نیزۂ خود در فگند — تا شود در امتحاں آں سیل بند

ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا — تاکہ آزمائش کے وقت میں سیلاب رک جائے

نیزہ ہا را ہمچو خاشاکے ربود — آب تیزِ سیل پُر جوش و عنود

نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا — جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در روئے مصطفیٰ — آں قضیبِ معجز فرماں روا

پھر مصطفیٰؐ نے ایک شاخ اس میں ڈال دی — وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنے والی اور حاکم تھی

نیزہ ہا گم گشت جملہ و آں قضیب — بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب

سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ — نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

---

[1] قوم گفتندش۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی ابدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

[2] سیل آمدن۔ اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مُہیب۔ ہیبت ناک۔ رعیب۔ مرعوب، خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری ابدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[3] ہر امیرے۔ اس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عنود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔ رقیب۔ نگراں۔

723
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زاہتمامِ آں قضیب آں سَیل رفت
اُس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہوگیا

رُو بگردانید و سُوئے بحر رفت
اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وَے آں امرِ عظیم[1]
جب اُنھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا

پس مُقر گشتند آں میراں زبیم
وہ سردار ڈر سے اِقرار کرنیوالے بن گئے

جُز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بُود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا

ساحرش گفتند و کاہن از جحُود
اُنھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بُوجہلِ لعین و بولہب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب

واں سُوم ہم بُود بُوسفیانِ حرب
اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بربستہ چناں باشد ضعیف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے

مُلک بَرَستہ چناں باشد شریف
آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

نیز ہا[2] را گر ندیدی یا قضیب
اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے

نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں رائیلِ تیزِ مرگ بُرد
اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہا لے گیا

نامِ اُو و دولتِ تیزش نمُرد
اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام
ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے

ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
اِسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیثِ موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر[3] ترا عقل ست کردم لُطفہا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں

ور خری آوردہ ام خر را عصا
اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخُرت بیروں کُنم
تجھے اصطبل سے اِس طرح نکالوں گا

کز عصا گوش و سرت پُر خوں کُنم
کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کردوں گا

اندریں آخُر خراں و مردماں
اِس اصطبل میں گدھے اور انسان

می نیابند از جفایِ تو اماں
تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب
سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں

ہر خرے را کو نباشد مُستجب
ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

[1] امرِ عظیم یعنی آنحضورؐ کی شاخ سے سیلاب کا رُک جانا۔ جز سہ کس یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

[2] نیزہا۔ اے مخاطب اگر تو نے وہ نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے۔ نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نام نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[3] گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

7624
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اژدہائے[1] می شود در قہرِ تو — کاژدہائے گشتہ در فعل و خُو

تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی — جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اَماں — لیک بنگر اژدہائے آسماں

تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے — لیکن آسمانی اژدھے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی — بر تو و بر مُومن آمد رُوشنی

یہ لاٹھی دوزخ کا مزا لئے ہے — تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی — کہ ہلا بگریز اندر روشنی

تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر — خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو در زندانِ من — مخلصت نبُوَد ز در بندانِ من

ورنہ تو میری قید میں رہے گا — تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز[2] گرد از کُفر سُوی دینِ حق — ورنہ در نارِ اَبد مانی خلق

کفر سے دین حق کی طرف آجا — ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

باز گرد اے گمرہِ بدبختِ دُوں — ورنہ در دوزخ درافتی سرنگوں

اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ — ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بُود ایندم اژدہاست — تا نگوئی دوزخ یزداں کجاست

یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے — تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالیٰ نپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست[3] ایں دوزخ اما بر دلت — ہست پوشیدہ یقیں ز آب و گلت

یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر — یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کُند — اَوج را بر مُرغ دام و فخ کُند

خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے — بلندی کو، پرند کے لئے جال اور پھندا بنادے

ہم ز دندانت برآرد دَرد ہا — تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا

تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے — حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کُند آبِ دہانت را عسل — تا بگوئی کہ بہشت است و جُلل

یا تیرے لعابِ دہن کو شہد بنادے — حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

[1] اژدہا - یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہوجائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرت الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں شکوک نہیں ہوتا ہے۔

[3] ظاہرست۔ عالمِ غیب کی خبروں کے آثار اس عالم شہود میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالمِ ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے مانع ہے۔ اَوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم ز دندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کو دوزخ اور اژدھوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کُند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کردیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

725
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از بُنِ دنداں بر دیا ند شکر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمادے

تا بدانی قوّتِ حکم و قدر
تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں را مگز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ

فکر کُن از ضربتِ نا محترز
ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل را بر قبطیاں حق خوں کُند
(دریا) نیل کو اللہ تعالےٰ قبطیوں کیلئے خون کر دیتا ہے

سبطیاں را از بلا مصوں کُند
سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شود
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے

بر کلیمے قند نا ممنوں شود
کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بنجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمییز ہست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمیز ہے

درمیانِ ہوشیارِ راہ دست
راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل[2] تمییز از خدا آموختہ است
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے

کہ کُشاد آں را و ایں را سخت بست
کہ اُس نے اسکو کھولدیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لُطفِ او عاقل کُند مر نیل را
اُس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے

قہرِ او ابلہ کُند قابیل را
اُس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرمادی

عقل از عاقل بقہر خود بُرید
قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لُطف عقلے شد پدید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی

وز نکال از عاقلاں دانش رمید
عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامرِ آنجا بریخت
عقل حکم سے اُس جگہ بارش کی طرح برسی

عقل ایں سو از خشمِ حق دید و گریخت
عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر

جملہ بر ترتیب آیند و روند
سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں

کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را از انبیا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا

داش آوردند در سنگ و عصا
انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اُس کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیئے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ تا بدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جزوات ان جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔

[3] ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے معروف عمل ہیں ہر یکے۔ ہر چیز اُس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقرر وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

726

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تا جمادات[1] دگر را بے لباس — چوں عصا و سنگ دانی از قیاس

تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ — قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود — وز جمادات دگر مخبر شود

پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو — تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہے

کز یزداں آگہیم و طائعیم — ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم

کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں — موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آب نیل دانی وقتِ غرق — کو میانِ ہر دو امت کرد فرق

نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت — کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقتِ خسف — در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف

زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آگئی — قارون کے بارے میں کہ اسکے قہر نے اسکو پاک کر دیا

چوں[2] قمر کہ امر بشنید و شتافت — پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت

چاند کی طرح جس نے حکم سنا اور دوڑا — پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبیؐ — باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی

جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا — جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام — مصطفیٰؐ را گفت ظاہر والسلام

جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر — مصطفیٰؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سُنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکر الوہیت است

سُنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے

وعالم را قدیم داند

اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دگی[3] یکے می گفت عالم حادث است — فانی ست ایں چرخ و نقش ہا رث است

کہ ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے — یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی محدث — حادثِ ابر چوں داند غیوث

فلسفی نے کہا تو نے اسکے نو پیدا ہونیکو کیسے جانا — بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرہ خود نیستی از انقلاب — تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب

تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے — تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

[1] تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل عنایت فرما دیتا ہے۔ لباس۔ التباس۔ طاعت لاٹھی نے حضرت موسیٰؑ کی اور پتھروں نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔

[2] چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستون۔ استوانہ حنانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

[3] دہی۔ سُنّی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرمکے[1] کاندر حدث باشد دفیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے

کے بداند آخر و بدو زمیں
وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

این بتقلید از پدر بشنیدہ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے

از حماقت اندریں پیچیدہ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہاں بر حدوثِ این بگو
یہ بتا! اس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں

بحث می کردند روزے دو فریق
ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں

گشتہ ہنگامہ بر اں دو کس گروہ
(اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں
اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا

تا بیابم اطلاع از حالِ شاں
تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من[2] بسوئے جمع ہنگامہ شدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا

اطلاع از حالِ ایشاں بستدم
(اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے

بے گمانے این بنا را بانی ست
بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت این قدیم و بے کیست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور ازلی ہے، کسی کے بغیر ہے

نیستش بانی و یا بانی ویست
اس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر کشتۂ خلاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا

روز و شب آرندہ و رزاق را
دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت[3] بے برہاں نخواہم من شنید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیار حجت و برہاں کہ من
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں

نشنوم بے حجت این را در زمن
اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے

در درونِ جاں نہاں برہانم ست
جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

---

[1] کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اسکو ماننا چلا آتا ہے چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سنی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زور دار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوئی۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

[2] من بسوئی۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ ان میں سے ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست۔ یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنے والے اور رزاق کا منکر ہو گیا۔

[3] گفت بے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سنی نے کہا حجت ذوقی ہے" یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجودِ باری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُتَوَنمی بینی ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے

من ہمی بینم مکن بر من تُو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے

در سر و پایانِ ایں چرخِ پسیج
اِس باارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت یارا در دروں حجّتے ست
اُس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے

بر حدوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

مَن یقیں دانم نشانش آں بُود
مجھے یقین ہے، اُس کی علامت یہ ہے

مر یقیں دار اں را کہ در آتش رَود
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گئے

در زباں می ناید ایں حجّت بداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے

ہمچو حال و سرِّ عشقِ عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِّ گفت و گوئے من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے

جُز کہ زردی و نزاری رُوئے من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اَشک چوں بر رُخ روانہ می رَود
جب آنسو رُخ پر بہتے ہیں

حُجّتِ حُسن و جمالش می شُود
اُس کے حُسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حُجّتے
اُس نے کہا میں اِسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں

کہ بُود در پیشِ عامہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من کنم آنرا قبول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا

ورنہ کوتاہ کُن حدیثِ عرض و طول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند
اُس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں

کہ تو قلبی من نکویم وار جمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے

کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالِم شوند
عوام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہو جائینگے

از گمان و شک سوئے ایقاں روند
گمان اور شک سے یقین کیجانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں

نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں
اِس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

---

۵۱ تو نمی بینی۔ اِس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اُس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ اُن دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

۵۲ گفت یارا۔ سُنّی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اُس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اُس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

۵۳ اَشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حُسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ بُود۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست سُنّی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ انکو آگ میں تپایا جائے اِس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائینگے لہٰذا مجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہئے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تا من[1] و تو ہر دو در آتش رویم
میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں

حجّتِ باقی حیراناں شویم
باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یا من و تو ہر دو در بحر اوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کود پڑیں

کیں دریِ دعویٰ من و تو کو مُفتیم
کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا اندازہ کھلا کھلا دیا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند
انھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے

ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد
فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا

مُتقی را ساخت تازہ تر بکرد
متقی کو سنبلا دیا، تر و تازہ کر دیا

آں خدا گوینده مردِ مُدّعی
وہ مرد مدعی خدا کا ماننے والا

رست و سوزید اندر آتش آں دعی
بچ گیا اور وہ جھوٹا آگ میں جل گیا

آزموده بشنو ایں اعلام را
آزمودہ اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن

کورئ افزوں روانِ خام را
جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ[2] نسوزید ست ایں نام از اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا

کش مسمّیٰ صدر بودہ است و اجل
کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں رُوح شد دلدادہ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں

در رہِ او سر بسر اوفتادہ
اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا

سر گروہ و بے عصارا راویہ
سر گروہ (بنا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں

بر دریدہ پردہای منکراں
جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوں[3] گرو بستند غالب شد صواب
جب انھوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی

در دوامِ معجزات و در جواب
معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا

در حدوثِ چرخ پیر و زشت و خق
آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

حجّتِ منکر ہمارہ زرد رُو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے

یک نشاں بر صدقِ ایں انکار کو
اسکے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

[1] تا من و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کود پڑیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے عملی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

[2] کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی پلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ ریاں۔ باہمی شرط لگانا۔

[3] چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو تو پیدا کرنے والا سچا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یک منارہ[1] در ثنائے منکراں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی)

کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا

یاد آرد روزگارِ منکرے
منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

روئے دینار و درم از نامِ شاں
دینار اور درہم کا رُخ اُن کے نام سے

تا قیامت می دہد از حق نشاں
قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے

سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر[2]
احمدؐ کے سکہ کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ دیار روئے زرے
چاندی پر یا سونے پر

دانما بر سکہ نامِ منکرے
سکہ پر کسی منکر کا نام دکھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں
دنیا میں چاندی اور سونے پر

سکہ بنما بنامِ منکراں
منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب[3]
اس سورج جیسے معجزے کو لے

صد زبان و نامِ اُو اُمّ الکتاب
جو سو زبانوں والا ہے اور اُس کا نام قرآن ہے

زہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُنمیں سے ایک حرف

یا بدزدد یا فزاید درمیاں
چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بنجائے

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجّتِ منکر ہمی آمد کہ من
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں

غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن[4]
اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[5] نندیشد کہ ہر جا ظاہر ست
اُس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے

آں ز حکمتہائے پنہاں مخبر ست
وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے

ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے

تا بدانند اہلِ عرفاں در جہاں
تاکہ اہلِ عرفان دنیا میں سمجھ لیں

---

[1] منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لئے آگ روشن کردیتے تھے۔ مخبرے خبر دینے والا۔ مرادی۔ سکوں پر انبیاء کا نام اُن کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر: دائم، ہمیشہ منکرے۔ یعنی منکرِ خدا۔

[2] خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شکوک و شبہات ہیں آنحضورؐ کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ زہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہوسکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔

[3] حجت منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہوگیا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

[4] ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

731
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عُمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست — مرگِ بوتر را چہ باشد زاں بدست

گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے — کبوتر کو اُس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار — مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار

لاکھوں کبوتر مرتے ہیں — گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ پندارند کرگس باقیست — نے غلط کردند یک کس باقیست

سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے — نہیں انھوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش — می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش

وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے — اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می[2] نماند در جہاں یک تارِ مو — کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا — سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

ہر چہ پیدا کرد دہر معنی ست — باطنش بنگر بریں ظاہر مایست

اُس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے — اُس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

تفسیر آیتِ کریمہ "آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا

بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ۔ نیافرید شاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید

کیا مگر حق کے ساتھ" اُن کو صرف اِسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو

بلکہ بر معنیٰ و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگارد زیں نقش — بے امیدِ نفع بہرِ عین نقش

کوئی مصور عمدہ تصویر بناتا ہے — نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے؟

بلکہ بہرِ میہمانان و کیاں[3] — کہ بفرجہ وارہند از اندہاں

بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے — تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں

بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے — گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب

کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے،

[1] کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے، یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جملہ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہو کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصور تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اُس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصور کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اِس لئے بناتا ہے کہ اُس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

732

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیچ کاسہ[1] گر کند کاسہ تمام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے
بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام
محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے؟

ہیچ خطاطے نوید خط بفن[2]
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے
بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن
محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے؟

نقشِ ظاہر بہرِ نقشِ غائب است
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے
واں برائے غائبِ دیگر بہ بست
وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے

تا سوم چارم دہم بر می شمر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرلے
ایں فوائد را بمقدارِ نظر
ان فوائد کو نظر کے اندازے کے مطابق

ہمچو[2] بازیہائے شطرنج اے پسر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح
فائدہ ہر لعب در ثانی نگر
ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں
اس نے اس کے لئے پوشیدہ چال چلی
واں برائے آن و آں بہرِ فلاں
وہ اس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

ہمچنیں دیدہ جہات اندر جہات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں
در پے ہم تا رسی در بُردومات
پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اوّل[3] از بہرِ دوم باشد چناں
پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ
کہ شدن بر پایہای نردباں
سیڑھی کے در جو پر چڑھنا

واں دوم بہرِ سوم می داں تمام
دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے
تا رسی تو پایہ پایہ تا بہ بام
تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے
واں منی از بہرِ نسل و روشنی
اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نہ بیند غیرِ ایں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے
عقلِ او بے سیر چوں نبتِ زمیں
اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہو

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا
ہست پایِ او بگِل درماندہ
اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبت زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

[1] کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔ نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیش نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

[3] اوّل۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقہ سے ذریعہ ہے جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کُند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اس کے نزدیک مقصود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر سرش[1] جنبد بباد تیز رو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سر ہلے

تو بسر جنبانیش غرہ مشو
تو اُس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سمعنا یا صبا
اُس کا سر کہتا ہے ہم نے باد، صبا کی اطاعت کی

پایِ او گوید عصینا خلنا
اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے

بر توکل[2] تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

بر توکل کردنِ اصحاب نرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظرہائی کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں

جز روندہ جز درندہ پردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ در دہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اِس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اِسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سدِ پیش و سدِ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بنگیا اور اُسنے غیب کی تختی

چوں[3] نظر پس کرد تا بدوِ وجود
جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک

آخر و آغازِ ہستی رُو نمود
وجود کا آخر اور آغاز رُونما ہوگیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث

در خلیفہ کردنِ بابایِ ما
ہمارے آبا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید
اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا

انچہ خواہد بود تا محشر پدید
ہر اُس چیز کو جو حشر تک رُونما ہوگی

پس ز پس می بیند او تا اصلِ اصل
پس وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے

پیش می بیند عیاں تا رودِ فصل
سامنے کی جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازہ رُوشندلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے

غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

---

[1] گر سرش۔ گھاس کے ہلنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سر لبیک کہتا ہو اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اُس کو آفاق اور انفس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔

[2] بر توکل۔ اسباب کو ترک کرکے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظرہای۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کردیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں اُن کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہوجاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہونیوالے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

[3] چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتداء آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائک نے جو گفتگو کی اُسکو یہ سن لیتے ہیں۔ در پیش۔ اب تک جو واقعات ہونے والے ہیں اُنکو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور اُنکا علم اگرچہ علمِ خداوندی کیطرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرتِ حق اُنکو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے۔ (مؤلف)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کرلی اُس نے زیادہ دیکھا

بیشتر آمد بر و صورت پدید
اُس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے

نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطاست
نیز اس صیقل کی توفیق اُس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دعا
وہ کوشش اور دُعا ہمت کے اندازے سے ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ ہمت خداوندست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے

ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا

مانعِ طوع و مُرادو اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف

اُو بگزراند بکُفراں رُخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرلیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے

رُخت را نزدیک تر رَوا مے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بدد لاں از بیم جاں در کارزار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اَسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اُسباب اختیار کرلئے

پُردلاں در جنگ ہم از بیم جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سُوی صَفِّ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کردیا

رستمان را ترس و غم واپیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بہ خود مرگیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اُس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسے ہر جانب سے جدا ہوگیا

از قضا ہم در قضا باید گریخت
اُسکو قضاءِ (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے

قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں تو انھوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہے۔

۱؎ گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کردیتا ہے۔

۲؎ واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفانِ کائنات کا ارادہ نہیں کرسکتا نیز تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ وزاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کرلیتا ہے بزدلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور اسکے اختیار ہی کی بنیاد پر ہیں۔

۳؎ رستماں۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مرجاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچکر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیئے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وحی کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے

کہ خالق اَم تُرا دوست دارم

والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دل خدا — **کاے گزیدہ دوست می دارم ترا**

اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰؑ سے کہا — کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم — **موجبِ آں تا من آں افزوں کنم**

(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے صاحب کرم! کونسی عادت ہو — اُس کا سبب، تاکہ میں اُس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ — **وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ**

فرمایا (تو) ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے — جو اُس کے غصہ کے وقت (بھی) اُس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز اُو دیّار ہست — **ہم از و مخمور و ہم از اُوست مست**

وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اُس (ماں) کے سوا کوئی — اُسی سے وہ مخمور ہے اور اُسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بر وے زند — **ہم بمادر آید و بر وے تند**

اگر اُس کی ماں اُس کے طمانچہ مارے — ماں کے پاس آتا ہے اُس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ اُو — **اُوست جملہ شرِّ اُو و خیرِ اُو**

اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا — اُس کا اچھا بُرا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو ہم زمادر خیر و شر — **التفاتش نیست جاہائے دگر**

بھلائی اور بُرائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے — اُس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ است و کلوخ — **گر صبی و گر جوان و گر شیوخ**

میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے — خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ در حنیں — **در بلا از غیرِ تو لَا نَسْتَعِیْن**

جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے — مصیبت میں تیرے غیر سے "ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے

ہست ایں اِیَّاکَ نَعْبُدُ حصر را — **در لغت داں از پئے نفیِ ریا**

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کیلئے ہے — عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن ہم بہر حصر — **حصر کردہ استعانت را و قصر**

"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کے لئے ہے — جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مخصوص کر دیا ہے

---

۱ وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اُس میں اور اضافہ کر لوں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اُس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

۲ خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیر من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابل التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

۳ اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

736

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ[1] عبادت مر ترا آریم و بس — طمع یاری ہم ز تو داریم و بس

کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مغضوب

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا

علیہ را و از پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع راو رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کرلینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہوجانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وے برآرد دود و گرد

ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف — تا زند بر وے جزائے آں خلاف

بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس[2] را زہرہ نے تا دم زند — یا شفیعے بر شفاعت برتند

کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰ وارانہ خاص

سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

برجہید و زود در سجدہ فتاد — در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد

وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھدی

گفت اگر دیوست من بخشیدمش — ور بلیسی کردمی پوشیدمش

اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہو تو میں نے اسکو — اگرچہ اسنے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کردی

چونکہ[3] آمد پایِ تو اندر میاں — راضیم گر کرد مجرم صد زیاں

چونکہ تیرا قدم بیچ میں آگیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تا نم شکست — کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ منست

تیری خوشامد کو میں رد نہیں کرسکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

[1] کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ نقشہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گذری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہیئے ندیم۔ مصاحب۔ خود۔ یعنی اسکو قتل کردے۔ خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔

[2] ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کردیا۔

[3] چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آگیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہٖ میرا خوشامد کرنا ہے۔

737
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر زمین[1] و آسماں را برہم زدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے

زانتقام ایں مرد بیروں نامدے
یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرہ بذرہ لابہ گر
اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا

اُو نبردے ایں زماں زیں تیغ سر
وہ تلوار سے اسوقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می ننہیم منت اے کریم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں

لیک شرحِ عزتِ تست اے ندیم
ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں
یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے

اے صفاتت در صفاتِ ما فنیں
اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہو گئی ہیں

تو دریں مستعملی نے عاملی
تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنیوالا نہیں ہے

زانکہ محمولِ منی نے حاملی
کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیتَ[2] اِذ رَمَیتَ گشتہ
تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا "بنگیا ہے

خویشتن در موج چوں کف ہشتہ
تو نے اپنے آپ کو جھاگ کیطرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لاشدی پہلوی اِلّا خانہ گیر
تو لا بن گیا، اِلّا کے پہلو میں مقیم ہو گیا

اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر
تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

انچہ دادی تو ندادی شاہ داد
جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے

اُوست بس وَاللہُ اَعلَم بِالرَّشاد
بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں[3] ندیم رستہ از زخم و بلا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر

زیں شفیع آزُردہ و برگشت از دلا
اِس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف

دوستی ببرید زاں مخلص تمام
اُس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی

رُو بحایط کرد تا نارد سلام
دیوار کی طرف کو مُنہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شد
اپنے اُس سفارشی سے بیگانہ بن گیا

زیں تعجب خلق در افسانہ شد
اِس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

---

[1] گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ استعمال کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

[2] مَا رَمَیتَ۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگِ بدر میں آنحضورؐ کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کیطرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ سمہ طیبہ میں لا الٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور الا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا ترفانی بھی ہے اور باقی بھی۔

[3] اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کیطرف منسوب ہوگا۔ ——— واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اُس کو پاگل کہتا کوئی اُسکی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیئے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

738

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر نہ مجنون ست یاری چون برید
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اُس نے دوستی کیوں توڑی؟

از کسے کہ جانِ اُو را وا خرید
ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

واخرید ش آں دم از گردن زدن
اُس وقت اُس نے اُس کو گردن کٹنے سے بچایا

خاک نعلِ پاش بایستے شدن
اُسکو تو اُس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیئے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت
اُس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی

با چُنیں دلدار کیں داری گرفت
ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بس[1] ملامت کرد اُو را ناصحے
اُس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی

کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے
کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص
اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی

آں دم از گردن زدن کرد ت خلاص
اُس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیئے تھا

خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اُس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں
اُس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے

اُو چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لی[2] مع اللہِ وقت بُود آندم مرا
اُسوقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا

لا یسعُ فیہ نبیٌ مُجتبیٰ
جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جُز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں

من نخواہم غیرِ آں شہ را پناہ
میں اُس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ[3] شہ را بہرِ آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اِسی لئے نفی کی ہے

کہ بسوئے شہ تولا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر ببُرّد اُو بقہرِ خود سرم
اگر وہ (شاہ) اپنے غصے سے میرا سر قلم کرے گا

شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

کارِ من سر بازی و بیخویشی ست
میرا کام سر دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے

کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش بُرد
وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے

ننگ آں سر کہ بغیرے سر بُرد
وہ سر (باعثِ) ذلت ہے جو اُسکے غیر کے آگے جھکے

---

[1] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اُس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر نہ جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے گفت۔ اُس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لئے تھی یہ بیچ میں آکر بچانیوالا کون تھا۔

[2] لی مع اللہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی۔ اُس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہِ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جنابِ باری حاصل ہوتا تھا، لہٰذا اعادالملک کی اسمیں گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیرِ شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اُس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اُس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شب[1] کہ شاہ از قہر در قیرش کشید — ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید

وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا — عید کے ہزاروں دنوں سے نفرت محسوس کرتی ہے

خود طوافِ آنکہ اُو شہ بیں بُود — فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بُود

جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا — غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در جہاں — کہ نہانست و نہانست و نہاں

اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے — کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے، پوشیدہ

زانکہ ایں اسما و الفاظِ حمید — از گلابہ[2] آدمی آمد پدید

اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ — انسان کے جسم سے نکلے ہیں

علّمَ الاسماء بُد آدمؑ را امام — لیک نے بُد در لباسِ عین و لام

علم الاسماء آدمؑ کا امام تھا — لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گل بر سر کلاہ — گشت آں اسمای جانی رُوسیاہ

جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی — وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید — تا شود بر آب و گل معنیٰ پدید

کیونکہ ان (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا — تاکہ پانی اور مٹی پر معنیٰ واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد اُو خلاص — لیک ہم شہ شد مرا حقّا مناص

اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا — لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست — لیک از دہ وجہ دیگر مُکنِف ست

گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے حقیقت کو ظاہر کرنیوالی ہے — لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰى اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا

تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و اُو جبرئیل — من نخواہم در بلا اُو را دلیل

میں (اپنے) زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیل ہے — میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ متن خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

---

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہوا وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذاتِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقامِ مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علّم الاسماء۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اس مادی حروفِ تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو انکی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنا دیا گیا تا کہ مادی انسان انکے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریز گاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا

765

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُو ادب[1] ناموخت از جبریلؑ راد — کہ بپرسید از خلیلِ حق مُراد

اُس نے عقلمند جبرئیلؑ سے ادب نہ سیکھا — کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تا یاری کُنم — ورنہ بگریزم سُبکباری کُنم

کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں — ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رَو از میاں — واسطہ زحمت بُود بعدَ العیاں

ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا — کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ — مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ

اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے — مومنوں کے لئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بُدے وحیِ نہاں — حرف و صوتے کے بُدے اندر جہاں

اگر ہر دل مخفی وحی کا سُننے والا ہوتا — تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ[2] اُو محوِ حق ست و بے سَراست — لیک کارِ من ازاں نازُک تر است

اگرچہ وہ (جبرئیلؑ) اللہ (تعالیٰ) میں فنا اور بیخود ہو — لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ اُو کردۂ شاہ است لیک — پیشِ چشمِ من نمایندہ است نیک

اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن — لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

آنچہ[3] عینِ لُطف باشد بر عوام — قہر شُد بر عشق کیشانِ کرام

جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے — شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید — عامہ را تا فرق را تا ننگرید

بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں — عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار — پیشِ واصل خار باشد خارِ خار

اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف — واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف — تا دمد آں روحِ صافی از حروف

بہت سی بلائیں اور رنج اور (انہیں) سہنا چاہئے — تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کُلّی رَہید — باز بعضے صافی و برتر شُدند

لیکن بعض اِس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہوگئے — بعض صاف اور زیادہ بلند ہو گئے

مقولہ ہو حسنات الابرار سیئات المقربین جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہوتے بس بلا بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اِس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیک مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہو ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

---

[1] اُو ادب۔ عماذا لملک کو جبرئیلؑ کے اِس فقرہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے تھی کہ مراد حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے آکر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کر دیا اور فرمادیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہرِ ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے انکو جبرئیلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سُن سکے اِسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

[2] گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اِس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردۂ۔ جبرئیلؑ کا کام مقامِ فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون ہیں اللہ کی جانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔

[3] آنچہ۔ اِسطرح کی مدد عوام کے لئے عین لُطفِ خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمچو آبِ نیل[1] آمد ایں بلا — سعد را آبست و خوں بر اشقیا

یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے — جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہو

ہر کہ پایاں بیں تر اُو مسعود تر — جد تر اُو کار دکہ افزوں دید بر

جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہو زیادہ نیک بخت ہے — زیادہ محنت سے وہ بوئیگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہان کاشتن — ہست بہرِ محشر و برداشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا — محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے

ہیچ[2] عقدے بہرِ عینِ خود نبود — بلکہ از بہرِ مقامِ رِبح و سُود

کوئی معاملہ بعینہ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے — بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

ہیچ نبود منکرے گر بنگری — منکریش بہرِ عینِ منکری

اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے — (کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بل برائے قہرِ خصم اندر حسد — یا فزونی جستن و اظہارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے — یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے

واں[3] فزونی ہم پئے طمعِ دگر — بے معانی چاشنی ندہد صُوَر

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے — (محض) صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی — کہ صُوَر زیت است و معنیٰ روشنی

اسی لئے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟ — کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست — چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے — جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست — جز برائے ایں چرا گفتن بد ست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہو — اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا برا ہے

از چہ رُو فائیدہ جوئی اے امیں — چوں بُود فائیدۂ ایں خود ہمیں

اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ — جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو

پس نقوشِ آسماں و اہلِ زمیں — نیست حکمت کاں بُود بہرِ ہمیں

تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں — (ان میں) کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں

---

[1] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا۔ ہر کہ۔ جو اُن مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بین سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

[2] ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اُس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیشِ نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[3] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صُوَر۔ یعنی کام کی محض صورت اُس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اُس میں کوئی مقصد مُضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو اُن کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صُوَر معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھو کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے اُن کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ اُن کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

7462

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر حکیمے نیست[1] ایں ترتیب چیست
اگر وہ (خالق) صاحبِ حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے

کس نسازد نقشِ گرمابہ خضاب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہو

جزپئے قصدِ صواب و ناصواب
کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہرِ معنیی و حکمتے
وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت[2] کردنِ موسیٰؑ از حضرتِ عزت کہ لِمَ خلقت خلقا

حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے

فأهلكته واحترقته وجواب آمدن از حضرتِ عزت

پھر تو اس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰؑ اے خداوندِ حساب
(حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا) اے حساب کے مالک

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت[3] حق دانم کہ ایں پرسش ترا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت وز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پرسش ترا آزردمے
اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

باز جوئی حکمت و سرِ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کنی مر عام را
تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے

پختہ گردانی بدیں ہر خام را
اس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی
وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ارچہ تو زاں واقفی
عوام کے لئے، اگرچہ تو اس سے واقف ہو

زانکہ نیمِ علم آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے

ہر برونے را نبا شد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

---

[1] گر حکیمے حکمت دان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنے والا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہر چیز۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

[2] مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمتِ الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوندِ حساب۔ یعنی یومِ حساب کے مالک۔

[3] گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار و غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دینا تو اسلئے معلوم کر رہا ہو تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کر دے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰؑ حکمتوں سے واقف تھے۔

763
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم[1] سوال از علم خیزد ہم جواب
سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے

ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی

ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندے
جیسا کہ تری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا
یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے

وز غذائے خوش بود سقم و شفا
بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

مستفید[2] اعجمی شد آں کلیم
وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنانیوالے بنے

تا عجمیاں را کند زیں سر علیم
تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں

ما ہم از وے اعجمی سازیم خویش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں

پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش
بیگانوں کی طرح اُس کا جواب پیش کرتے ہیں

خر فروشاں خصم یکدیگر شدند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے

تا کلید قفل آں عقدہ آمدند
یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کیلئے کنجی بنگئے

پس بفرمودش خدائے ذوالجلال
پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمند!

چوں بپرسیدی بیا بشنو جواب
جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سُن

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں
اے موسیٰ! زمین میں بیج بودے

تا کہ تو خود وا دہی انصاف ایں
تاکہ تو خود اس کا انصاف کرلے

چونکہ موسیٰ کشت شد کشتش تمام
جب حضرت موسیٰ نے کھیتی بوئی آنکی کھیتی پوری ہوگئی

خوشہایش یافت خوبی و نظام
اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

داس بگرفت و مر آں را می برید
اُنھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا

پس ندا از غیب در گوشش رسید
تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی

کہ چرا کشتے کنی و پروری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟

چوں کمالے یافت آں را می بری
جب وہ مکمل ہوجاتی ہے تو اسکو کاٹتا ہے

گفت یارب زاں کنم ویران و پست
(موسیٰ نے) عرض کیا اے خدا! میں (کھیت کو) ویران

کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست
کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

---

[1] ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہوجانے کے بعد ہی اُس کے بارے میں سوال و جواب ہوسکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لئے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اُس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کردیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آجائے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم کھیتی بودو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو اُنھوں نے اس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جلا دینا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کردیا جائے۔

766
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے

کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ
بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو را آمیختن
اِن دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے

فرق واجب می کند در بیختن
وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بناتی ہے

گفت[1] این دانش تو از کہ یافتی
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟

کہ بدانش بیدرے بر ساختی
کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت تمییز منم تو دادی اے خدا
(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی

گفت پس تمییز چوں نبود مرا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہای پاک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں

روحہای تیرہ و گلناک ہست
کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں[2] صدفہا نیست در یک مرتبہ
یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں

در یکے دُرست و در دیگر شبہ
ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہارِ ایں نیک و تباہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے

ہمچناں کاظہارِ گندم از کاہ
جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہار ست ایں خلقِ جہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے

تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں
تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ[3] کنزاً گفت خفیاً شنو
سُن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا

جوہرِ خود گم مکن اظہار شو
تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اُس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثالِ دو غند

اِس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

در روحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغنِ پنہاں

اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اُس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا

ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ
جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

---

[1] گفت۔ حضرتِ حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[2] ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کنج کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ اِن روحوں کو بھی اِسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے، تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں۔ بہرِ اظہار۔ پہلی حکمت تو مارنے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[3] کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہرِ صفاتِ خداوندی ہے۔ جوہرِ خود۔ انسان کے جسم میں جو موتی ہے اُس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اُس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مکھن چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسمِ فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

745
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آں دروغت ایں تنِ فانی بُود
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے

راستست[1] آں جانِ ربانی بُود
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے

روغنِ جاں اندرو فانی و لاش
روح کا روغن اُس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد حق رسولِ بندہ
یہانتک کہ اللہ (تعالےٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے

دُوغ را در خُمرہ جُنباننده
چھاچھ کو مَٹکی میں ہلانے والے کو

تا بجُنباند بہنجار و بفن
یہانتک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے ہلائے

تا بدانم من کہ پنہاں بُود من
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جُزوِ اُوست
یا اُس بندہ کا کلام جو اُس (نبی) کا جزو ہے

در رود در گوش آنکو وحی جوست
اُس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذُنِ[2] مُومن وحیِ ما را واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے

آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے

پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طفل را گوشِ رشد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو

گفتِ مادر نشنود گنگے شود
وہ ماں کی بات نہیں سُنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً ہر کرّ اصلے گنگ بُود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے

ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں (بات) سُنتا ہے

وانکہ[3] گوشِ کرّ و گنگ از آفتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے

زانکہ در گوشش رسیدہ علتے ست
کیونکہ اُسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہوگئی ہے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

لاجرم مر نُطق را تسلیم نیست
(تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

کہ صفاتِ اُو ز علّتہا جُداست
کیونکہ اُسکی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خُدا
یا آدمؑ جیسا، جس کو خدا نے پڑھایا

بے حجابِ مادر و دایہ وُرا
اُس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

---

[1] راستست۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ فاش۔ لاشی معدوم۔ تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو ہلو کر روح کا مکھن اُس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مٹکی۔ من۔ اِس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مُراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جُزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اُذُن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور یاد رکھے وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔ واعی یعنی رسول یا وہ شخص جو اُن کا جزو ہے۔ تام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائماً۔ عموماً بہرا، گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

[3] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سُنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سُن کر بولنے پر ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذاتِ خداوندی ہے۔

آدم علیہ السلام کے ماں باپ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے براہ راست تعلیم دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یا مسیحے[1] کو بہ تعلیمِ وَدُود
یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے

در ولادت ناطق آمد در وجود
پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برائے دفعِ تہمت در ولاد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے

کہ نہ زادست از زنا و از فساد
کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اجتہاد
کوشش میں حرکت چاہیئے

تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
تاکہ چھاچھ مکھن کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم
مکھن، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے

دوغ در ہستی برآوردہ علَم
چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے

وانکہ فانی می نماید اصل اوست
جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغِ روغن ناگرفت ست و کہن
مکھن، نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ

تا نہ بگزینی بنہ خرجش مکن
جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں[2] بگردانش بدانش دست دست
خبردار، سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا

تا نماید آنچہ پنہاں کردہ است
تاکہ وہ اُس کو نمایاں کردے جو اُسنے چھپایا ہے

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے

لابہ مستاں دلیلِ ساقی ست
مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغن[3] اندر دوغ پنہاں میشود
مکھن چھاچھ میں چھپ جاتا ہے

ہر چہ می سازی تو اش آں میشود
تو جو اُس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنیٰ
دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہای آں شیرِ علَم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود

مُخبرے از بادہای مکتتم
چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جُنبشِ آں بادہا
اگر اُن ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی

شیرِ مُردہ کے بجُستے در ہوا
بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[1] یا مسیحے۔ حضرت مسیحؑ بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔

[2] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح ہلانا چاہیئے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اُس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اُس روح باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہوجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی لابہ مستاں ہست ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے

[3] روغن۔ روح، جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اُس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زاں[1] شناسی بادرا کہ آں صباست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے

یا دَبور ست ایں بیانِ آں خفاست
یا پچھوا ہے، یہ اُس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علَم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے

فکر می جُنباند اُو را دمبدم
فکر اُس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکرکاں از مشرق آمد آں صباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے

وانکہ از مغرب دَبور باد باست
اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگرست
تیرے فکر کی اِس ہوا کی مشرق دوسری ہے

مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست
تیرے اِس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور[2] جمادست و بُودشرقش جماد
سورج جماد ہے، اُس کی مشرق جماد ہے

جانِ جانِ جاں بُود شرقش فؤاد
جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز
اُس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنیوالا ہے

قشر و عکسِ آں بُود خورشیدِ روز
دن کا سورج اُس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُود تن بے لہب
اِس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے

پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب
اُس کے سامنے نہ دن روشن ہوتا ہے نہ رات

ورنہ باشد آں چو باشد ایں تمام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو

بے شب و بے روز دارد انتظام
تو بغیر شب و روز، وہ منظم رہے گا

ہمچنانکہ[3] چشم می بیند بخواب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے

بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نوم ما چوں شد اَخُ الموتے فلاں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے

زیں برادر آں برادر را بداں
اِس بھائی کو اُس بھائی سے سمجھ لے

ور بگویند[4] کہ ہست آں فرع ایں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اِس کی فرع ہے

مشنو آں را اے مقلدِ بے یقیں
اے بے یقین مقلد اُس کو نہ سُن

می بہ بیند خواب جانب وصف حال
تیری روح نیند میں اُس حال کے اوصاف دیکھتی ہے

کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

---

[1] زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اُس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں اُن کو صبا اور جو مغرب سے آئیں اُنکو دبور کہنا چاہیئے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

[2] خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اُس کا مشرق بھی بے روح ہے، روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اُس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ رُوح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اُس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ورنہ۔ سورج نہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اُس کا کام منظم ہوتا ہے۔

[3] ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے

[4] ور بگویند۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند، سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اُس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

در[1] پے تعبیر آں تو عمرہا
تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں

میدوی سوئے شہانِ بادہا
عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا (پھرتا) ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست
کہ بتائیے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟

فرع گفتن اینچنیں سرِ اسگی ست
اس طرح کے راز کو فرع کہنا کُتا پن ہے

خوابِ عام ست این و خود خوابِ خواص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب

باشد اصلِ اجتبا و اختصاص
برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خُسپد اُو ستاں
ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چت سوئے

خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر[2] نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے

خر ز ہندوستاں نکردہ ست اغتراب
گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے

تا بخواب اُو ہند تاند رفت نفت
تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جاسکے

ذکرِ ہندوستاں کُند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے

پس مُصوّر گردد آں ذکرش بشب
تو اُسکی یاد شب میں مُصوّر ہوجاتی ہے

اُذکُروا اللہ کارِ ہر اوباش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے

اِرجِعی بر پایِ ہر قلاش نیست
مت لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کیلئے نہیں ہے

لیک[3] تو آں پیل مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن

ورنہ پیلی در پئے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را ببیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ

بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
ہر وقت صناعوں کی آواز سُن

نقشبند اند در جوِّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں

کارساز اند بہرِ ما و لک
وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کررہے ہیں

گر نہ بینی خلق مُشکیں جیب را
اگر تو مُشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے

بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے، اِس اثر کو دیکھ لے

---

[1] در پے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خواب عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کررہے تھے، خواص کا خواب تو اُن کو اس سے بھی زیادہ اَسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے۔ جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہوجاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اَسرارِ غیبی بھی اُس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔

[2] خر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہوجائے اُس کو یہ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کیطرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر۔ ہاتھی ہندوستان کو یاد کرتا ہے تو اُس کی یاد اور مناظر خواب میں اُسکے لئے مصوّر ہوجاتے ہیں۔ اُذکُروا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنادیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ اِرجِعی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاک روح اور نفسِ مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرجِعی

[3] لیک۔ اگرچہ ہاتھی کیطرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت۔ مینا گراں۔ صناعوں۔ نقشبندان۔ اولیاء۔ گر۔ یعنی۔ اگر تجھے اولیا نظر نہیں آتے ہیں تو تگ

إلى ربك راضية مرضية۔ اپنے خدا کیطرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔

کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہوجائیگی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔ نقشبندان۔ اولیاء۔ گر۔ یعنی۔ اگر تجھے اولیا نظر نہیں آتے ہیں تو تگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر دمے[1] آسیب ست بر ادراکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے

نبتِ نو نورستہ بیں از خاکِ تو
مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے

زیں بُد ابراہیم ادہمؒ دید خواب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادہمؒ نے خواب دیکھا

بسطِ ہندوستانِ دل را بے حجاب
دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لاجرم زنجیرہا را بر درید
لامحالہ انھوں نے زنجیریں توڑ دیں

مملکت برہم زد و شد ناپدید
سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دیدِ ہندوستاں بُود
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے

کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے

می[2] فشاند خاک بر تدبیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے

می دراند حلقہ و زنجیرہا
حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلکِ دنیا سر بسر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے

جُملگی برہم زند بے دردِ سر
بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبرؐ ز نور
جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے

کہ نشانش آں بُود اندر صدور
کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جوید از دار الغرور
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے

ہم انابت آرد از دار السرور
آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰؐ
آنحضورؐ کی اِس حدیث کی تشریح میں

داستانے بشنو اے یارِ صفا
اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

حکایت[3] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہیِ حقیقی بوے رُو نمود و یوم یفرّ المرء من اخیہ و امّہ و ابیہ نقدِ وقت او شد

اُس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آگئی " اور جس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے " اُس کے سامنے آگیا

بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام شد
اِس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعے فتح کرنا کہتے ہیں

کنند آں کودکے کہ خیرہ آید بر سرِ خاکِ تودہ برآید و لاف زند کہ
وہ بچہ جو غالب آجائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

[1] ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی روح الہٰی بنی اُنھوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ... ہندوستان یعنی روح۔ اصلی وطن عالمِ غیب۔ آں نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

[2] می نشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں حضورؐ نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دار الغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دار السرور۔ خوشی کا گھر، عالمِ آخرت۔ بہرِ ایں۔ اِس مضمون کی تشریح کے لئے حسب ذیل قصہ سُن لو۔

[3] حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اُس کے سامنے آگیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قلعہ مراست کو دکان دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیع

قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار ہے

الصبیان آں بادشاہزادہ چوں از قید رنگہا برست گفت

وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں

من این خاکہای رنگیں را ہماں تودۂ خاک دوں میگویم وزرو

اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[1] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سو

اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسوں سے نجات پاگیا اور ایک دم

جستم و اتیناہ الحکم صبیاً ارشادِ حق را مرور سالہا حاجت نیست

کود گیا اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

در قدرتِ کن فیکون کس سخنِ قابلیت نگوید

کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

بادشاہے داشت یک نسیا پسر

ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا

ظاہر و باطن مزین از ہنر

جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید او کاں پسر ناگاہ بمرد

اس نے خواب دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے

صافی عالم بر آں شہ گشت درد

اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تاب آتش مشک او

آگ کی گرمی سے اس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی

کہ نماند از تف آتش اشک او

آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پر شد ز دود درد شاہ

بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پر ہو گیا

کہ تہی یا بید در وے راہ آہ

کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مردن قالبش بیکار شد

وہ مرنے لگا اس کا جسم بیکار ہو گیا

عمر ماندہ بود شہ بیدار شد

کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے آمد ز بیداریش پیش

بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی

کو ندیدہ بود اندر عمر خویش

کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن

وہ خوشی سے مرنے کو تھا

پس مطوق آمد اینجاں با بدن

(لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

---

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ بیک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

[2] خواب۔ اس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشک او یعنی اس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔ شادیے۔ بیدار ہو کر اس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ حتیٰ۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از دمِ غم می بمیرد ایں[1] چراغ — وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ

یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے — اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہے یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ اُو زندہ است[2] — ایں مطوّق شکلِ جایِ خندہ است

وہ اِن دو موتوں کے درمیان زندہ ہے — یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ با خود گفت شادی را سبب — آنچناں غم بود از تسبیبِ رب

بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب — ایسا غم، اللہ (تعالیٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جزو از یک روی مرگ — واں زیک روی دگر احیا و برگ

یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے — وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں[2] یکے نسبت بداں حالت ہلاک — باز ہم از سوئے دیگر امتساک

ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے — پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سوئے دنیا وی کمال — سوئے روزِ عاقبت نقص و زوال

جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے — آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں — گریہ گوید با دریغ و اندہاں

خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے — افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح — ہست در تعبیر اے صاحب مرح

خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت — تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[3] اندیشید کایں غم خود گذشت — لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت

شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا — لیکن اِس جیسی چیز سے جان بدگمان ہوگئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم — گر رود گل، یادگارے بایدم

اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے — اگر پھول جاتا رہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چشمِ زخمے زیں مبادا کہ شود — یادگارے بایدم گر او رود

خدا کرے اِس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے — اگر وہ مرجائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چوں فنا را شد سبب بے منتہا — پس کدامیں راہ را بندیم ما

جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں — تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

---

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغِ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے اِن دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اِس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہوگئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اُس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیئے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اُس کی یاد دلانے والا اُس کا لڑکا چشمِ زخمے۔ خدا کرے لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اُس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہیئے۔ چوں۔ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں اُن پر قابو پانا مشکل ہے۔

752

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صد دریچہ[1] و در سوئے مرگ لدلغ
ڈسنے والی موت کیلئے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں

می کند اندر کشادن ژلغ ژلغ
جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژلغ ژلغ تلخ آں درہائے مرگ
موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں

نشنود گوشِ حریص از حرص برگ
ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سوئے[2] تن درد ہا بانگ درست
جسم کی جانب سے درد دروازے کی آواز ہیں

وز سوئے خصماں جفا بانگ درست
مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو بر خواں کتاب طب را
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ

تا شمار ریگ بینی رنجہا
تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر بر خواں دمے فہرست طب
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے

نار علتہا نظر کن ملتہب
بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے

ہر دو[3] گامے پر ز کژدمہا چہ است
ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تندرست و چراغم ابتر ے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے

زود بگیرانم چراغ دیگرے
میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کرلوں

تا[4] بود کز ہر دو[5] یک وافی شود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے

گر بباد آں یک چراغ از جا رود
اگر ہوا سے ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تن ناقص چراغ
جیسا کہ عارف (باخدا) نے جسم کے ناقص چراغ سے

شمع دل افروخت از بہر فراغ
فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کرلی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مرجائے

پیش چشم خود نہد او شمع جاں
وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

اونکرد ایں فہم پس داد از غرر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا

شمع فانی را بفانی دگر
فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے

گفت با خود نیست بیروں رفتنے
خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عروس خواستن بادشاہ از بہر پسر از خوف انقطاع نسل
نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دلہن کا چاہنا

[1] صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو ان کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژلغ۔ ان کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

[2] از سوئے تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمار ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ ملتہب۔ شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

[3] تا بود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ اونکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اس کی گفتگو مصیبت سے باہر نکلنے کی نہ تھی عروس۔ دلہن۔

753
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس عروسے خواست باید بہرِ او
اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہیئے

تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ او
تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر

فرخِ او گردد ز بعدِ باز باز
اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر ز ینجا رود
اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چلی جائے

معنیِ او در ولد باقی بود
اُس کی معنویت، بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ
اِسی لئے فرمایا ہے اُس شریف شاہ

مصطفیٰؐ کہ الولد سرّ ابیہ
مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف
اِسی لئے تمام لوگ شوق سے

می بیاموزند طفلاں را حرف
بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں

چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست و جد[2]
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا

بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مُستعد
ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[3] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے

جُفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤنگا

دُخترے خواہم ز نسلِ صالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا

نے ز نسلِ بادشاہے طالحے
نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ او
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے

نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلو ست
نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[4] را لقب کردند شاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے

عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
بالعکس جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام
خونخوار جنگل کا نام، مفازہ بنا

نیک بخت آں پیس را گویند عام
کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

---

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا بمعنیِ اُو۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو بو ہوتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ "بچہ باپ کا راز ہے"۔۔۔ حِرَف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالےٰ نے والدین میں یہ جذبہ اِسی لئے رکھا ہے کہ اُنکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دُلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیئے دنیادار تو شرمگاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیران۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں، حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنی ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمل — بر نوشتہ میر یا صدرِ اَجل[1]

ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو — میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اَجل را عام داد — نامِ میرانِ اَجل اندر بلاد

اُن موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے — شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صَفِّ نعال — جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال

اُس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں — جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

اِختیار کردنِ پادشاہ دختر زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خوش جہت — بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہفت

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی — بادشاہ نے مچلکے مچلکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں باز اہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید

بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا — یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کفویت بُوَد در عقل و نقل

عقل کی کمی کیوجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا — عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شُحّ[2] و بُخل خواہی وز دہا — تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا

تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے — کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کو غنیُّ القلب از دادِ خداست

اس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے — کیونکہ وہ خدا کی دین سے دل کا مالدار ہے

در قناعت[3] میگریزد از تقیٰ — نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا

پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے — نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلتے کاں از قناعت وز تقاست — آں ز فقر و قلتِ دُوناں جداست

وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے — وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جداگانہ ہے

حبّہ[4] آں گر بیابد سر نہد — دیں ز گنجِ زر بہمت مے جہد

وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے — یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

[1] اَجل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے، دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پسر۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

[2] شُحّ۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو طرح سے ڈور کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے

[3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اس کو گدا نہیں کہا جاسکتا۔

[4] حبہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہ[1] کہ اُو از حرص قصدِ بر حرام — میکند اُو را گدا گوید ہمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قلاع اُو را جہیز — یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُسنے کہا شہر اور قلعے اُسکے پاس جہیز میں دینے کو کہاں ہیں؟ یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار کہاں ہیں؟

گفت رَو ہر کو غمِ دیں بر گزید — باقیِ غمہا خدا ازوے بُرید

اُسنے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا باقی غموں کو خدا نے اُس سے جُدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دختری — از نژادِ صالحے خوش جوہری

بادشاہ غالب آیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت — چہرہ اَش تاباں تر از خورشید چاشت

حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں — کز نکوئی می نگنجد در بیاں

لڑکی کا حُسن (اور) اُس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبع — حُسن و مال و جاہ و بختِ منتفع

دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[3] قطارِ اُشتر داں عمو — در تبع دنیا ش ہمچوں پشک و مُو

اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شتر نبود ترا — ور بود اُشتر چہ قیمت پشم را

اگر تو اُون پسند کریگا، اونٹ تیرے نہ ہونگے اور اگر اونٹ ہیں تو اُون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کبیر کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں برآمد ایں نکاح آں شاہ را — با نژادِ صالحان و اولیا

جب اُس شہزادے کا نکاح ہو گیا نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کبیرکِ جادو کہ بود — عاشقِ شہزادہ با حُسن و جود

قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کرد ش عجوزِ کابلی — کہ بَر دزاں رشک سحرِ بابلی

اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی) اُس پر رشک کرے

[1] شہ - جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملک نے کہا اُن لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں.... گفت رَو۔ شاہ نے ملک سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

[2] غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملک کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حُسن بیان سے باہر ہے۔ صیدِ دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے دوسری چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[3] آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض اُنکے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اُسپر عاشق ہو گئی تھی اور اُسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ بابلی۔ بابل کے علاقہ کا جادو مشہور تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیرِ زشت[1]
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا

تا عروس و آں عروسی را بہشت
یہاں تک کہ اُس نے دُلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت

گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار
اُس کلموئی، خبیث، نابکار کی وجہ سے

گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

آں نو دسالہ عجوزِ گندہ پیر
اُس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے

نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر
اُس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے[2] بود شہزادہ اسیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا

بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
بڑھیا کی جوتی کا تلا اُس کی بوسہ گاہ تھی

صحبتِ کمپیر او را می ربود
بڑھیا کی صحبت اُس کو تباہ کر رہی تھی

تا زکاہش نیم جانے ماندہ بود
یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر
دوسرے اُس کی کمزوری کے درد سر میں تھے

او ز سکرِ سحر از خود بے خبر
وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی

ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شدہ
یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ[3] بس بیچارہ شد در بُردو مات
اُس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا

روز و شب می کرد قربان و زکات
دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا

عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر
بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سر است
تو اُسکو یقین ہو گیا کہ یہ مطلقاً اُس (اللہ) کی جانب سے ہے

چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست
اُسکے بعد اُس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں ترا است
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے

غیرِ حق بر ملکِ حق فرماں کراست
اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے

دست گیرش اے رحیم و اے ودود
اے رحم کرنیوالے! اے محبوب! اُسکی دستگیری کر

---

[1] کمپیر: بڑھیا، بوڑھا، کابولی کابلی۔ زاں: شہزادہ اُس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔ گندہ پیر: بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ ملک: یعنی شہزادہ۔ ضمیر: دل۔

[2] تا بسالے: ایک سال تک شہزادہ اُسکی قید میں رہا اور اُس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت: یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر کوڑھا رہ گیا تھا۔ دیگراں: دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر: بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

[3] شاہ: بادشاہ اُس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ: اگر وہ اُس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اُسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیئے لہٰذا اُسنے اللہ کی عبادت اور دعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُستجاب[1] شُدن دعای بادشاہ دَر خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دُعا قبول ہونا

تا زیارب یارب و افغانِ شاہ
یہانتک کہ بادشاہ کی یارب یارب[2] فریاد کیوجہ سے

ساحرے اُستاد پیش آمد زراہ
ایک اُستاد جادوگر، سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیدہ بُود از دور ایں خبر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی

کہ اَسیرِ پیرہ زن شُد آں پسر
کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجُوزہ بُود اندر جادوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں

بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دَست[2] بر بالایِ دستت اے فتیٰ
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے

در فن و در زور تا ذاتِ خدا
ہُنر اور طاقت میں اللہ (تعالےٰ) کی ذات تک

مُنتہایِ دستہا دستِ خداست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے

بحر بیشک مُنتہایِ جویہاست
یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم ازو گیرند مایہ ابرہا
ابر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں

ہم بدُو باشد نہایت سَیل را
اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا

گفت اینک آمدم درمانِ رفت
اُسنے کہا اب میں زبردست علاج آگیا ہوں

نیست[3] ہمتازاں رااِیں ساحراں
اِن جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے

جُز مَنِ داہی رسیدہ زاں کراں
سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اُس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰؑ بہ اَمرِ کردگار
اللہ (تعالےٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح

نِک برآرم من ز سِحر اُو دِمار
اب میں اُس کے جادو کی تباہی پچھا دوں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف سے آیا ہے

نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا برکُشایم سِحرِ اُو
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھولدوں

تا نماند شاہزادہ زرد رُو
تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سُوئے گورستاں برو وقتِ سحُور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا

پہلویِ دیوار ہست اسپید گور
ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

---

[1] مُستجاب — قبول شدہ

[2] دست — مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہُنرمند ہے تمام ہُنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ بحر تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ ہم ابر و سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں۔

گفت — بادشاہ نے اُس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔

آمدم — اِس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

[3] نیست — اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کفِ موسیٰ یعنی طرح حضرت موسیٰؑ کے یدبیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا۔ کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مُستخف۔ ذلیل۔ سِحر۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوئے[1] قبلہ باز کاوآں جائے را — تا بہ بینی قدرت و صنعِ خدا

اُس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود — تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس دراز ست ایں حکایت لول — زُبدہ را گویم رہا کردم فضول

یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے — خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوئے گورستان رفت آں شاہ زود — گور را آں شاہ آں دم بر کشود

وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا — بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادو یہا دید پنہاں اندرو — صد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مو

بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا — ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں[2] گرہ ہائے گراں را بر گشاد — پس ز محنت پورِ شہ را راہ داد

اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا — شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شد دواں — سوئے تختِ شاہ با صد امتحاں

وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا — بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن — در بغل کردہ پسر تیغ و کفن

سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی — لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد — واں عروسِ نا امید و بے مراد

شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہوگئے — اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز — اے[3] عجب آں روز روز امروز

دنیا از سرِ نو زندہ اور پُر رونق ہوگئی — تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ اورا چناں — کہ گلاب و قند بد پیشِ سگاں

بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی — کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوی کمپیر از غصہ بمرد — روی و خوی زشت با مالک سپرد

جادوگرنی بڑھیا رنج سے مرگئی — چہرہ اور بری عادت مالک کے سپرد کردی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز — راز گفتے با خدائے کارساز

شاہ نے جشن منایا اور نیازمندی اختیار کی — خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود — کز من او عقل و نظر چوں در ربود

شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا — کہ وہ (بڑھیا) میری عقل و نظر کس طرح اُچک لے گئی

---

[1] سوئے قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائیگی۔ زبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادو یہاں۔ اُس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اُس قبر میں سے نکلا۔

[2] واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولدیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ در تعجل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئین بست۔ جشن منایا۔

[3] اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جارہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسی یعنی ولیمہ۔ کلاب سگاں پیش سگاں یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالےٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہوگیا تھا اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

۶۵۹

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نوعروسے[1] دید ہمچوں ماہِ حُسن — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حُسن

اُس نے حُسن کا چاند جیسی دُلہن دیکھی — جو حسینوں پر حُسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و بروا اندر فتاد — تا سہ روز از صدمۂ او کم شد قواد

وہ بیہوش ہو گیا اور مُنہ کے بل گر پڑا — تین دن تک اُس کا دل بسنے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز او بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشیِ او پُرجوش گشت

تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اُسکی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد

وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد[2] سالے شاہ گفتش در سخن — کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کہن

ایک سال کے بعد گفتگو کے درمیان میں بادشاہ نے اس سے کہا — کہ اے بیٹا! پُرانے دوست کو (بھی) یاد کیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدیں حد بیوفا و مُرمباش

اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رو من یافتم دارالسُّرور — وا رہیدم از چہ دارالغُرور

اُس نے کہا جایئے میں نے خوشی کا گھر پالیا — میں دھوکے کے گھر کے کنوئیں سے نجات پاگیا

ہمچناں[3] باشد چو مومن راہ یافت — سوئے نورِ حق ز ظلمت روی تافت

ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پالیا — اللہ (تعالےٰ) کے نور کی جانب اُسنے تاریکی سے مُنہ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام — تا بدانی مقصدِ خود والسلام

میں نے اِس قصہ کا پورا خلاصہ بتادیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صفی خلیفہ

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مُراد) ہے اور اُس (شہزادے) کا باپ حضرت

حق مسجودِ ملائکہ وآں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر

آدم برگزیدہ اللہ (تعالےٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے

ببرید بسحر وانبیا و اولیا آں طبیبِ تدارک کنندہ اند

آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کردیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنیوالے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی — در جہانِ کہنہ زادہ از نوی

اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے — پُرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

[1] نوعروسے۔ اب اپنی دُلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

[2] بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُراد۔ کڑوا۔ دارالغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

[3] ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اُس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اُس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمتکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

اے برادر۔ ہم نے اِس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اُس سے ہر آدم زاد (انسان) مُراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مُراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

760
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کابلیؔ جادو ایں دنیاست کُو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے

کردہ مَرداں را اَسیرِ رنگ و بُو
انسانوں کو (اپنے) رنگ و بُو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں در افگندت دریں آلودہ وَذ[51]
جبکہ اُسنے فوراً تجھے اِس گندگی میں ڈال دیا ہے

دَمبدم میخواں و میدم قُلْ اَعُوذ
ہر وقت قُلْ اَعُوذ پڑھ اور دَم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی وزیں قلق
تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پائے

اِستعانت خواہ از ربُّ الفلق
صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را سَحّارہ خواند
اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے

کُو بافسوں خلق را در چہ نشاند
کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے

کردہ شاہاں را دمِ گرمش اَسیر
بادشاہوں کو اُسکے گرم دَم نے قیدی بنا لیا ہے

دَر درونِ سینہ نَفّاثات[52] اُوست
وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنیوالی ہے

عُقدہ ہائے سِحر را اِثبات اُوست
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست
جادوگرنی دنیا، بہت عقلمند عورت ہے

حَلِّ سِحر اُو بپائے عامہ نیست
اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

وَرکُشادے عُقدہ اُو را عقلہا
اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں

اَنبیا را کے فرستادے خدا
اللہ تعالےٰ نبیوں کو کب بھیجتا!

ہیں طلب کُن خوش دَمے عُقدہ کُشا
آگاہ! اگرہ کھولنے والا اچھا دم کرنیوالا تلاش کرلے

رازدانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی بستہ اَستت اُو بہ شَست[53]
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے

شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت
شہزادہ ایک سال (پھنسا) رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ اُو در محنتی
تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے

نے خوشی نے بر طریقِ سُنّتی
تو نہ خوش ہے، نہ سنّت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب
تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے

نے رہیدہ از وَبال و از ذنوب
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ اُو ایں عُقدہ ہا را سخت کرد
اُس کے پھونکنے نے اِن گرہوں کو مضبوط کردیا ہے

پَس طلب کُن نفخۂ خلّاقِ فرد
خالقِ اَحد کی پھونک کا طلبگار بن

---

[51] وَذ۔ اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوذ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو ربّ الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ ناں آنحضورؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنوئیں میں بند کردیتی ہے۔ سحّارہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم۔ تیز جادو۔

[52] نفاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حَلِّ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ورکشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدراتِ خداوندی

[53] ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا شصت۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخِ اُو۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی کھل سکے گی۔

761
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تا نفختُ[1] فیہِ من رُّوحی تُرا
تاکہ "نفختُ فیہِ من رُّوحی" تجھے

وا رہاند زین و گوید برتر آ
اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جُز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سحر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے

نفخِ قہر ست این و آں دمِ نفخِ مہر
یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ اُو سابق ست از قہرِ اُو
اُس کی رحمت اُس کے قہر سے پہلے ہے

سابقی خواہی برُو سابق بجُو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رسی اندر نفوسِ ذُوجَنَّت
تاکہ تو ذُوجَنَّت والے نفسوں میں داخل ہو جائے

کاے شہِ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے! یہ تیرے نکلنے

باوجودِ[2] زال نایدِ انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہوں کا) کھلنا حاصل

درشبیکہ در برآں پیرِ دلال
(اور) وہ نازوں بھری جمال اور بغل میں (نہ آنیگی)

نے کہ فرمود آں سراجِ اُمتاں
کیا اُمتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا

اینجہان و آنجہاں راضرتاں
اِس دنیا اور اُس جہان کو دو سوتیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بُود
تو اِس کا وصال اُس کا فراق ہے

صحتِ ایں تن سقامِ جاں بُود
اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں مُمَر
اِس گذرگاہ کی جُدائی سخت لگتی ہے

پس فراقِ آں مقرداں سخت تر
تو اُس قیامگاہ کی جُدائی زیادہ سخت ہے

چوں[3] فراقِ نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جُدائی سخت لگتی ہے

تا چہ سخت آید ز نقاشش جُدا
تو اُس کے نقاش کی جدائی کسقدر سخت ہو گی!

اے کہ صبرت نیست از دنیایِ دوں
اے وہ کہ تجھے اِس کمینی دنیا سے صبر میسّر نہیں

چونت صبر ست از خدا اید دوست چوں
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کسطرح صبر آ گیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ
جبکہ اِس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے

چوں صبوری داری از چشمہ آلہ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شربِ کم داری سکون
جبکہ اِس کوثر کے بغیر تجھے سکون نہیں ہے

چوں ز ابراری جدا و ز یشربُون
تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جُدا ہے

---

[1] نفختُ فیہِ من رُّوحی۔ میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آ جائے۔ مجز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمتی اُو۔ حدیث قدسی ہے۔ سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ ذُوجَنَّت۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

[2] باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اُس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دُلہن یعنی آخرت اُس کے پہلو میں آئے گی۔ نہ تماں۔ حدیث شریف ہے۔ اَلدُّنیا وَالْآخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔ پس اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔

[3] چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اِس نقشِ دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آبِ سیاہ یعنی دنیا۔ چشمہ آلہ۔ یعنی آخرت۔ زابراری۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر بہ بینی[۵۱] یک نفس حسنِ وَدود — اندر آتش افگنی جان و وجود

اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شرب را — چوں بہ بینی کرّ و فرّ و قرب را

اس کے بعد تو اس پینے کو مردار سمجھے گا — جب تو (خدا کی) شان و شوکت اور قرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رسی در یارِ خویش — پس بروں آری ز پا تو خارِ خویش

تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکالدے

جہد کن در بیخودی خود را بیاب — زود تر واللہ اعلم بالصواب

اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے[۵۲] ہیں مشو با خویش محفت — ہر زماں چوں خر در آب و گل مئیفت

ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصور چشم باشد آں عثور — کہ نہ بیند شیب و بالا را ز دور

وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے

بوئے پیراہانِ یوسف کُن سَنَد — زانکہ بوئش چشم روشن می کند

(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں

پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نورِ آں رخسار بر ہاند ز نار[۵۳] — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار

اُس رخسار کا نور نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشمِ را ایں نورِ حالی بیں کند — چشمِ عقل و روح را گرگیں کند

یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نورست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست از بے بدار

اُس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی اور روشنی چاہتا ہے اُس سے دستبردار ہو جا

دمبدم در رُو فتد ہر جا رود — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بود

جس جگہ جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُور بینِ بے ہنر — ہمچناں کہ دور دیدن خواب در

بے ہنر دُور بین ایسا ہی دُور بین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

---

۵۱ گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قُرب۔ یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دُلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جہد کن۔ اس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرلے۔

۵۲ ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ از قصور۔ جب نگاہ بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بوئے۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہو گئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ کر نظر روشن ہو جائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

۵۳ نور۔ اس نور کا مشاہدہ نار شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقلی کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دمبدم۔ عارضی نور دائمی نہیں ہوتا ہے کبھی کبھی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دور بیند۔ اس نور والے کی دور بینی ایسی ہی ہے جیسے کہ سوئے ہوئے انسان کی دور بینی ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خُفتہ[1] باشی بر لبِ جُو خشک لب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے

می دَوی سُوئے سَراب اندر طلب
جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دُور می بینی سَراب و می دَوی
تو سراب کو دُور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے

عاشقِ آں بینشِ خود می شَوی
اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

میزنی در خواب با یاراں تو لاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے

کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نِک بداں سُو آب دیدم ہیں شتاب
یہ میں نے اُس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو

تا رویم آنجا و آں باشد سَراب
تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

ہر[2] قدم زیں آب تازی دُور تر
تو ہر قدم پر اُس پانی سے زیادہ دُور بھاگتا ہے

دَو دَواں سُوئے سَراب با غرر
دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عَزمت حجابِ آں شُدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اُس کا حجاب بن گیا

کہ بتُو پیوستہ است و آمدہ
جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بَس کسا عَزمے بجائے می کُند
بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے

از مقامے کاں غَرَض در وے بُود
اُس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لاف خُفتہ می ناید بکار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے

جُز خیالے نیست دست از وے بدار
وہ صرف خیال ہے اُس سے دستبردار ہو جا

خوا[3] بنا کی لیک ہم بر راہ خُسپ
تو نیند کا متوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو

اللہ اللہ بر رہِ اللہ خُسپ
خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بُود کہ سالکے بر تو زند
ہو سکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے

از خیالاتِ نُعاست برکند
نیند کے خیالات سے تجھے جُدا کر دے

خُفتہ را گر فکر گردد ہمچو مُوی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو

اُو ازاں دِقّت نیابد راہِ کُوی
وہ اُس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا

فکرِ خُفتہ گر دو تا و گر سہ تاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دُہرا ہو یا تہرا

ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بیں و باضیاست
اگرچہ اُس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو

ہم ہَبا اندر ہَبا اندر ہَباست
خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

[1] خُفتہ۔ سوئے ہوتے کی دُور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آرہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نِک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

[2] ہر قدم۔ ٹھہر کر چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دُور ہو رہا ہے یعنی سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اُس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اسکے قریب تھا۔ بَس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم اُن کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کر دیتا ہے خُفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

[3] خوا بنا کی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سر راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دُور کر دے خُفتہ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر سے راہ یاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔

764

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موج[1] بروئے می زند بے احتراز
بغیر بچاؤ کے موج اُس پر پڑ رہی ہے

خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہائی شدید
سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے

آب اَقْرَبُ مِنْہُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
پانی اُس کی شہ رگ سے زیادہ اُس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مفلسی و

اُس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مفلسی اور بہت عیالداری کے

بسیاریِ عیال و خلق می مُرد ند از گرسنگی، باو گفتند کہ ہنگام

مسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تعزیت

تعزیت ست نہ شادی گفت مرا با کے نیست

کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اُس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[2] کاں زاہد اندر سالِ قحط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال

بود او خنداں و گریاں جملہ رہط
مسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے!

قحط بیخِ مومناں برکندہ است
قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں

زآفتابِ تیز صحرا سوختہ است
تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں

در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب
اِس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں

دہ[3] دہ و صد صد چو ماہی دور از آب
دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا

مومناں خویشند یک تن شحم و لحم
(حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جزوے ز تن رنجِ ہمہ است
جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے

گردمِ صلح ست یا خود ملحمہ است
خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں
اُس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے

پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

---

[1] موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کنارتا ہے اور پانی بالکل اُس کے قریب ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق اُن سے قریب تر ہے لیکن وہ اُس تک نہیں پہنچ پاتے۔

[2] ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے شخص کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن لوگوں کی حالت ہے جو اُس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

[3] دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اُس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا[1] اَنبُہ رسیدہ تا میاں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا
بالیں پُردا ہوا سے لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

زآزموں من دست بر وے میزنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھوتا ہوں

دست و چشمِ خویش را چوں برکنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم! تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مر شما را نیل خوں
اِس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِ خرد گردید زود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ

تا نماند خون و بینید آبِ رُود
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر[2] بر تو جفائے چوں رود
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
وہ باپ تیری نگاہ میں کُتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کُتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے

کہ چُناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دید ند یوسف را بچشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صُلح کردی خشم رفت
جب تو نے باپ سے صلح کرلی غصہ ختم ہوا

آں سگی شد گشت بابا یار زفت
وہ کُتا پن (بھی) ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

دربیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژ

اِس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کیساتھ ٹیڑھا

روی جفا[3] کردی صورتِ عالم ترا عَلَم فزاید اغلب احوال چنانکہ با

چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا عَلَم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر ترا عَلَم فزاید و نتوانی اُورا دیدن اگرچہ

بُرائی کی باپ کی صورت تیرا عَلَم بڑھائے گی اور اُسکو دیکھ نہ سکیگا، اگرچہ

پیشِ ازاں نورِ دیدہ بُودہ باشد و راحتِ جاں

اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

---

[1] خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ زآزموں۔ آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلادوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خِرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

[2] از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کردیتی ہے۔ اگر انسان باپ سے ناراض ہوجائے تو وہ اُس کو کُتا نظر آنے لگتا ہے۔ گُرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

[3] جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اِس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

66
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کُلِّ عالَم صورتِ عقلِ کُل[1] ست — کوست بابای ہر آں کاہلِ قُل ست

پورا عالم عقلِ کُل کی صورت ہے — وہ ہر اُس شخص کا باپ ہے جو قُل والا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزود — صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود

جب کوئی عقلِ کُل کی نافرمانی کرے — کُل کی صورت اُس کو کتا نظر آتی ہے

صُلح کُن با ایں پدر عاقی بہل — تا کہ فرشِ رز نماید آب و گِل

اِس باپ سے صلح کرلے، نافرمانی کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد — پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدَل شوَد

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو — تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

منکہ صالحم دائماً با ایں پدر — ایں جہاں چوں جنّتستم در نظر

میری ہمیشہ اِس باپ سے صلح ہے — یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے

ہر زماں[2] نو صورتے و نو جمال — تازہ نو دیدن فرو میرد مَلال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حُسن ہے — نئی نئی مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم — آبہا از چشمہا جوشاں مقیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں — چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من — مست می گردد ضمیر و ہوشِ من

پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے — میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شدہ چوں تائباں — برگہا کف زن مثالِ مُطرباں

شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں — پتے گویّوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برق آئینہ است لامع از نمد — گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد

آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے — اگر آئینہ نظر آجائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں[3] من نمی گویم یکے — زانکہ آگندہ است ہر گوشِ از شکے

میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں — کیونکہ ہر کان مشک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادست — عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست

وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے — عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری جان ہے

ہیں، پیشِ وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

---

[1] عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالےٰ مراد ہے۔ اہلِ قُل۔ یعنی وہ روحیں جنھوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کا قول کیا تھا چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اُس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیئے جائینگے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنت نظر آتا ہے۔

[2] ہر زماں۔ لمحہ بہ لمحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ نعیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتوں کا بجنا گویّوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برق آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر نامتو کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

[3] از ہزاراں۔ ہزار حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سننے والے اہل نہیں

766

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قصّہ[1] فرزندانِ عُزیر علیہ السّلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی) باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اُس کو دیکھا ہے، پیچھے آرہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش

ہوگئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست و ایں حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پوراں[2] عُزیر اندر گذر — آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر

(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں — آکر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں — پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں

وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے — تو انکے والد اچانک۔ سامنے آگئے

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر — از عُزیرِ ما عجب داری خبر

تو انھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر! — ہمارے عجیب، عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سَند — بعدِ نومیدی ز پیروں می رسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا — مایوسی کے بعد باہر سے آجائے گا

گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید — آں یکے خوش شد چو ایں مژدہ شنید

اُن (عزیرؑ) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا — انہیں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سُنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مُبشر باش شاد — واں دگر بشناخت بیہوش اوفتاد

شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ — دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا

کہ چہ جاے مژدہ است اے خیرہ سَر — کہ در اُفتادیم در کانِ شکر

کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؛ — ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد — زانکہ چشمِ وہم شد محجوب فقد

وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ — کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

---

[1] قصّہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سَو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو انکی اولاد نے سُنا کہ ہمارے باپ زندہ ہوکر آرہے ہیں وہ انکی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آرہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد انکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبریں معلوم کرنی چاہیں انھوں نے فرمادیا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اِس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے اُن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہوگئے۔

[2] پوراں۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہوگئی تھی حضرت عزیرؑ تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے۔ سَند یعنی حضرت عزیرؑ۔

[3] گفت۔ چونکہ یہ اولاد نے پہچانی تو انھوں نے اُن پر طنز کیا اور فرمادیا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے انہی کو اِس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جاے۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کرسکتی ہے عقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

768

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کافراں را درد و مومن را بشیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والی

لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقد ست مست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے

لاجرم از کفر و ایماں برتر ست
لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست
کفر اور ایمان دونوں اُس کے دربان ہیں

کوست مغز و کفر و دیں او را دو پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اسکے دو چھلکے ہیں

کفر قشرِ خشک رُو برتافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے

باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہائے[52] خشک را جا آتش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے

قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برتر ست
مغز اپنے مرتبہ کی وجہ سے بالا ہے

برتر ست از خوش کہ لذت گستر ست
(بلکہ) اچھے سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ

تا بر آرد موسیِ ما از بحر گرد
تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا

از سخن باقی آں بنہفتہ شد
اس کی بقیہ بات پوشیدہ کردی گئی ہے

زرِ[53] عقلت ریزہ است اے مُتّہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے

بر قراضہ مُہرِ سکہ چوں نہم
بُرادے پر سکہ کی مُہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے

بر ہزاراں آرزوی و طمّ و رم
ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیئے

تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع کردی اشتباہ
دہم کو اگر جَو کرکے تو جمع کرلے

پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ
تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

والرّم یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا بعشق عشقِ خداوندی عقلِ انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کردیتا ہے۔ سمرقند سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطہ دمشق اور سغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائینگے۔

---

۵۱ کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایمان۔ کفر اور رسمی ایمان اُس عاشق کے در کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اسکے چھلکے ہیں۔ کفر۔ اِن دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

۵۲ قشرہائے خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اِس نیک شخص کی باتیں۔ موسیٰ۔ میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر یعنی بحرِ معارف۔ معارف کا پورا ایمان۔ در خورِ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

۵۳ زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے بُرادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جاسکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکیگا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل۔ انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طمّ و رمّ۔ عرب کا محاورہ ہے جاء بالطمّ والرمّ

۶۶۹

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ور[1] زر مثقالے شوی افزوں تو خام
اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا

از تو سازد شہ یکے زرّینہ جام
تو بادشاہ تیرا زرّیں جام بنالے گا

پس برو ہم نام و ہم القاب شاہ
تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی

باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ
ہوگا، اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند!

تا کہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو

ہم چراغ و شاہد و نُقل و شراب
چراغ بھی اور شاہد بھی نُقل اور شراب بھی

جمع کُن خود را جماعت رحمت است
اپنے آپ کو جمع کرلے، جماعت رحمت ہے

تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برائے باوریست
اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے

جانِ شرک از باوریِ حق بریست
شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جانِ[2] قسمت گشتہ در جوِّ فلک
(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہوگئی ہے

در میانِ شصت سودا مشترک
بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اورا ثبوت
خاموشی اس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے

پس جواب احمقاں آمد سکوت
احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستیِ تن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی

می کُشاید بے مُرادِ من دہن
بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ و از خامیاز
جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے

ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز
تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث[3] اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

حدیث کی تفسیر کہ میں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر زگفت و از نثار
پیغمبر کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے

توبہ آرم روز من ہفتاد بار
میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن
لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے

منسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن
یہ کپڑے چاک کرنیوالی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمتِ اظہارِ تاریخ در آز
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت

مستی انداخت بر دانایِ راز
ایک رازداں پر مستی طاری کردیتی ہے

[1] ور زر مثقالے۔ اور اگر اسکو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرلے گا تو پھر اس کا زر زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کردی جاتی تھی تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرت حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

[2] جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے۔ پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیِ تن۔ یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستیِ من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

[3] اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ آنحضور کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہوجاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرارِ معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم آخرت کی دراز تاریخ لوگوں کو معلوم ہو اسلئے وہ بعض رازداں بندوں پر مستی طاری کردیتا ہے تاکہ وہ اسرار کو ظاہر کردیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رازِ پنہاں[1] باچنیں طبل و علم — آب جوشاں گشتہ از جفّ القلم

پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کیساتھ — جفّ القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں — خفتہ ایدا ز درکِ آں اے مردماں

لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے — اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خفتہ خورد از جُوئِ آب — خفتہ اندر آب جویایِ سَراب

سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے — پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میرود آنجایِ بُوئِ آب ہست — زیں تفکر راہ را بر خویش بست

وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے — اِس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دُور شُد — بر خیالے اُو ز حق مہجور شُد

جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہوگیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہوگیا

دور بینانند و بس خفتہ رواں — رحمتے آرید شاں اے رہروواں

سوئی ہوئی روح والے فقط دُور بین ہیں — اے سالکو! اُن پر رحم کرو

مَن ندیدم تشنگی خواب آورد — خواب آرد تشنگیِ بے خرد

میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سُلائے — بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید — نے خردکاں را عطارد آورید

عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقلِ[3] جزوی تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مُقلّدِ انبیا و اولیاست

اِس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بُود — وانِ صاحبدل بنفخ صُور بُود

اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے — صاحبدل کی ملکیت صور پھُونکنے تک ہے

ایں خرد از گور و فا کے نگذرد — ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد

یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عقل رو بیزار شو — چشمِ غیبی جُوی و برخوردار شو

اس قدم اور اس عقل سے (ہٹ) جا بیزار ہو جا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اسکی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اسکے بعد کے احوال اسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتا سکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حسی قدم۔ عقل ناقص بیکار ہے۔ غیب ہیں

---

[1] راز پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے جفّ القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامۂ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اُسپر گرتی ہیں اور اُس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اس دریا سے اور دور کر دیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے اِدھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند۔ جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہروان یعنی سالکین راہ معرفت۔ مَن ندیدم۔ پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلا دیتی ہے۔ بخرد عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشو و نما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقل جزوی۔ دنیاوی عقل

661
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

همچو موسیٰؑ نور کے یابد ز جیب
(حضرت) موسیٰؑ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟

زیں[1] نظر وین عقل نا ید جز دوار
اس غور و فکر اور اس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل

از سخن گوئی مجو ئید ار تفاع[2]
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو

منصب تعلیم نوعے شہوتست
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہشِ نفسانی ہے

گر بفضلش پے ببرد ہر فضول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پالیتا

عقلِ[2] جزوی همچو برق ست و درخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے

نیست نورِ برق بہر رہبری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے

برقِ عقلِ ما برائے گریہ است
ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے

عقلِ[3] کودک گفت بر کتاب تن
بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا

عقلِ رنجور آردش سوئے طبیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے

نک شیاطیں سوئے گردوں می شدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے

می ربودند اند کے زاں رازہا
اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے

شجرۂ استاد و شاگرد کتیب
اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

منتظر را بہ ز گفتن استماع
منتظر کے لئے کہنے سے سُننا بہتر ہے

ہر خیالے شہوتی در رہ بُتست
نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

کے فرستادے خدا چندیں رسول
تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

در درخشی کے تواں شد سوئے دشت
چمک میں دشت تک کہاں جایا جاسکتا ہے

بلکہ امرست ابر را کہ می گری
بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو

تا بگرید نیستی در شوق ہست
تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

لیک نتواند بخود آموختن
لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

لیک نبود درد و اعقلش مصیب
لیکن دوا تجویز کرنے میں اگلی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

گوش بر اسرارِ بالا می زدند
(عالمِ) بالا کے رازوں پر کان لگایا

تا شہب می راندشاں زود از سما
تو شہابوں نے فوراً انھیں آسمان سے بھگا دیا

---

[1] زیں نظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کرتا کہ تجھے نورِ موسوی میسّر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔ منصبِ تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رُتبہ ہے جو خواہشِ نفس ہے اور خواہشِ نفس کو پورا کرنا راہِ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد براسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ درخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رُو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل۔ عقلِ انسانی کی کوند بھی اسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اُس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اس کی دوا تجویز نہیں کر سکتی اسی طرح عوام کی عقل انکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک شیاطین۔ براہ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

که روید آنجا رسولے آمده است — هر چه می خواهید از و آید بدست

کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے — تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

گر همی جوئید دُرِّ[1] بے بہا — اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو — گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقه در و بر بابِ الست — کز سوئے بامِ فلک تاں راه نیست

دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر — اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راهِ دراز — خاکیئے را داده ایم اسرارِ راز

اِس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے — ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیئے ہیں

پیشِ او آئید اگر خائن نه اید — نیشکر گردید از و گرچه نے اید

اگر تم خائن نہیں ہو تو اُس کے سامنے آؤ — اُس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نَے نہ ہو

سبزه[2] روید از زمینِ خاکت آں دلیل — نیست کم از سُمِّ اسپِ جبرئیلؑ

وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا — وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے

سبزه گردی تازه گردی از نوی — گر تو خاکِ اسپِ جبرئیلے شوی

تو از سرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا — اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بنجائیگا

سبزهٔ جاں بخش کاں را سامری — کرد در گوسالہ تا شُد گوہری

جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامری نے — بچھڑے میں رکھ دیا یہانتک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزه او — آنچناں بانگے کہ شُد فتنه عدو

اُس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا — اِس طرح بولا، کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا

گر[3] آئید سوئے اہلِ راز — وارهید از سر کله مانندِ باز

اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے — تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سر کلاهِ چشم بند و گوش بند — کاز و باز ست مسکین و نژند

وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو — جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

کہ همه میلش سوئے جنسِ خود ست — زاں کله بر چشم باز اول شدست

کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے — وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداء سے آئی ہے

چوں بُرید از جنس باشه گشت یار — بر کُشاید چشم اورا باز وار

جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا — تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھولدے گا

---

[1] دُرِّ بے بہا۔ یعنی اسرار معرفت۔ ابواب ہا۔ اسرار حاصل کرنیکا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے می زن۔ دروازہ سے داخل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جاکر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا بیٹھ۔ اُسنے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتادیئے ہیں اُس سے جاکر سیکھو تم نرگل ہو اُس کی محبت سے گنا بن جاؤ گے۔

[2] سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو اُنکے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اٹھا کر گئو سالے میں ڈالی جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔ حدیث میں وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔

[3] گر آئید۔ اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کروگے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سر کلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اُسکے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اُسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اسلئے اڑھائی جاتی ہے کہ اسکا میلان مالک کیطرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کیطرف ہوتا ہے جو کہ بازوں کی خریداری کے وقت مالک کیلئے مضر ہوتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رانده[1] دیواں را حق از مرصادِ خویش
اللہ (تعالیٰ) نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا

عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

کہ سری کم کن نہ تو مستبد
کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے

بلکہ شاگردِ ولی و مستعد
بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحبِ استعداد ہے

زُو بر دل رَو کہ تو جزوِ ولی
جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو ولی کا جز ہے

ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگی[2] اُو بہ از سلطانی است
اُس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے

کہ اَنَا خَیرٌ دمِ شیطانی است
"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بین و برگزیں تو اے حَسیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر

بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
آدم کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ اُو
جو راہ کا سورج ہے اُس نے کہا ہے

حرفِ طُوبیٰ ہر کہ ذَلَّت نَفسُہٗ
طوبیٰ کا لفظ ہر اُس شخص کیلئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طُوبیٰ ببین و خوش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو

سر بنہ در سایۂ سرکش نخسپ
سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظِلِّ[3] ذَلَّت نَفسُہٗ خوش مضجعے ست
ذَلَّت نَفسُہٗ کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے

مُستعدانِ صفا را مَجمَعے ست
صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایہ روی سوئے منی
اگر تو اِس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا

زود طاغی گردی و رہ گم کنی
فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ
آیت کریمہ کا بیان — اے مومنو! — پیش قدمی نہ کرو

یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ
اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے — اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست
حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز اُمت باش
جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن

چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے رعیت بن

پس رو خامشاں و خامش باش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن

وز خودی رای زحمتی مَتراش
اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر

[1] رانده۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیئے اور خود سری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔
زُو۔ زود کا مخفف ہے۔ دل۔ یعنی صاحبِ دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

[2] بندگی۔ اُس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ اَنَا خَیرٌ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔
گفت۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔

[3] ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ مَنی۔ خودی۔
از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس[1] رَوی خاموش باش از انتقاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چُپ رہ

زیرِ ظلِّ امرِ شیخ و اُوستاد
اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامت شو و خاموش باش
تو پیرو ہے، چُپ ہو جا اور خاموش رہ

از وجودِ خویش والی کمتراش
اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ گرچہ مُستعدی و قابلی
ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے

مَسخ گردی تو زلافِ کاملی
تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائیگا

ہم ز استعداد و آمانی اگر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر

سَرکشی ز اُستادِ باخبر
تو عقلمند، باخبر اُستاد سے سرکشی کرے گا

صبر[2] کُن در موزہ دوزی و بسُوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر

وَرشوی بے صبر مانی پارہ دُوز
اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگا نیوالا رہ جائیگا

کُہنہ دوزاں گر بُدے شاں صبر و حلم
پُرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بُردباری (حاصل) ہوتی

جُملہ نو دوزاں شُدندے ہم بعلم
ہُنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بنجاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر

خود بخود گوئی کہ اَلعَقلُ عِقال
خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف[3] روزِ مرگ
اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن

عَقل را می دید بس بے بال و برگ
عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے[3] غرض می کرد آندم اِعتراف
اُس وقت اُس نے اِخلاص سے اقرار کیا

کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سَر کشیدم از رِجال
میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سرکشی کی

آشنا کردیم در بحرِ خیال
خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے

نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوحؑ
وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کو آشنا ناموختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا

تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

ایں چنیں فرمود آں شاہِ رُسل
رسولوں کے شاہ نے اِسی لئے فرمایا ہے

کہ منم کشتی دریں دریایِ کُل
کہ اِس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

---

[1] پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے۔ مُرید کا کام چُپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحب استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائیگی۔

[2] صبر کُن۔ پورا موچی اُس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کُہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنرمند بن کر موچی بن جاتے۔ اَلعَقلُ عِقال۔ عقل رسّی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔

[3] مُفلسِف۔ اِس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

[3] بے غرض۔ شیخ بوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقل گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے اہلُ اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑانا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ ایں چنیں۔ آنحضورؐ نے اِس لئے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دریائے روح کی کشتی ہوں اِس لئے میرے ذریعہ پار کر سکتے ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

[1] یا کسے کو دربصیر تہائی من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں

شد خلیفہ راستیں بر جائی من
میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا
میں دریا میں نوحؑ والی کشتی ہوں، ہر گز

رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
اے نوجوان! تو کشتی سے رو گردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سوئے ہر کوہے مرو
کنعان کی طرح ہر پہاڑ کی جانب نہ جا

از نبے لا عاصم الیوم شنو
قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

[2] می نماید پست ایں کشتی زبند
پرزے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے

می نماید کوہِ فکرت بس بلند
تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را
خبردار خبردار! اس نیچی کشتی کو نیچا نہ سمجھ

بنگر آں فضلِ خدا ایں پست را
خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ

کہ یکے موجش کند زیر و زبر
کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری باورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کریگا

گر دو صد چندیں نصیحت آورم
خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟

کہ بر و مہرِ خدا ایست و ختام
کیونکہ اس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے

کے گذارد موعظت بر مہرِ حق
نصیحت اللہ (تعالیٰ) کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟

کے بگرداند حدثِ محکمِ سبق
نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

[3] لیک می گویم حدیثِ خوش پئی
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں

بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نۂ
اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا

ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں
پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

می توانی دید آخر را مکن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا

چشمِ آخر بینت را کور و کہن
اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پرانا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے

نبود شش ہردم بر رہ رفتن عثار
اسکو راستہ چلتے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

[1] یا کسے یعنی صحابہ کرام جو آنحضورؐ کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے کشتیِ نوحیم۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کرلوں گا۔ آز نبے۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا۔ لا عاصم الیوم آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

[2] می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضلِ خدا۔ جبکہ فضلِ خداوندی اس کے شاملِ حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہرِ خداوندی لگی ہوئی ہے بنامِ مہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امرِ نو پیدا یعنی نصیحت۔ محکمِ سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مہر لگ جانیکا حکم۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے۔

اگر تو کنعانی نہ ہے تو اس لئے کہ تو کنعان نہیں ہونا چاہتا ہے تو وہاں لفظ کے تغیر کے بجائے معنی کے تغیر کے سمجھنا چاہیئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کن زخاکِ پایِ مردے چشم تیز

اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا — کسی مردِ خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرلے

کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سرِ او باش را

اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹکرائے

کہ[1] ازیں شاگردیِ وزیں افتقار — سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار

کیونکہ اِس شاگردی اور اِس احتیاج سے — اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کن تو خاکِ ہر بگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را

ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے — وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کُن زخاکِ اولیا — تا بہ بینی زابتدا تا اِنتہا

اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشم اُشتر زاں بُود بس نُور بار — کو خورد از بہرِ نورِ چشم خار

اونٹ کی آنکھ اِسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے — کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گُل بروید اندر تُرا — چشمِ تو روشن شود جاں باصفا

کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے — تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہوجائیگی

خار را از چشمِ دل گر بر کنی — چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی

اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکالدے گا — اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصہ[3] شکایت اُشتر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُومی اُفتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں

وتو کم می اُفتی چون است وجواب گفتنِ شتر مر اُشتر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشتُرے را دید روزے اُستُرے — چونکہ با اُو جمع شُد در آخُرے

ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا — جبکہ وہ ایک اصطبل میں اُسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم بر رُو — در گریوہ وراہ و در بازار و کُو

اُس نے کہا میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں — ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُومی فتم بسیار من — در رہِ ہموار و ناہموار من

میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟ — ہموار اور ناہموار راستہ میں

---

[1] کہ آزیں۔ اہلُ اللہ کے اِتباع سے تھوڑی سی اِستعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذُوالفقار حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہلُ اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہوگئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و محبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گُل اور بوٹے اُگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہوجائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکالدوگے تو نورِ بصیرت علیٰ الدوام ہوجائیگا۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے مولانا نے دُور بینی کے فوائد اور دُور بیں کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ آخُر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاصہ[1] از بالائے کُہ تا زیرِ کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک

در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں مُنہ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست
کیا سبب ہے ؟ تو مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے

یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان (غیب سے) مالا مال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا

پوز و زانو زاں خطا پُر خوں کنم
اُس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رختم بر سرم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر اُلٹا ہو جاتا ہے

وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ
اُس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے

بشکند توبہ بہر دم از گناہ
گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سُخرۂ[2] ابلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتا ہے

از ضعیفی رائے آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اُشتلنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت مُنہ کے بل گرتا ہے

کہ بُود بارش گران و راہ سنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم او
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے

از شکستِ توبہ آں اِدبار خو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کُند بارائے سُست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے

دیو یک پُف کرد توبہ را شکست
شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

ضُعف اندر ضُعف و کبرش آنچناں
کمزوری در کمزوری اور اُس کا تکبر اُس قدر

کہ بخواری بنگرد در اصلاں
کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے[3] شُتر کہ تو مثالِ مُومنی
اے اونٹ ! تو مومن کی طرح ہے

کم فتی در رُو و کم بینی زنی
مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چُنیں بے آفتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے

بے عثاری و کم اندر رُو فتی
بغیر لغزش کے ہے اور مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت گر چہ ہر سعادت از خداست
اُس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے

در میانِ ما و تو بس فرقہاست
ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود پالاں۔ مُنہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آجاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے۔

[2] سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر مُنہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ آز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اُس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر مخبر کی بات شروع کی ہے، مخبر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو مُنہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا اثر بلند اور میری آنکھیں دُور رس ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سَر بُلندم من دو چشمِ من بُلند
میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں

بینشِ عالی اَمان ست از گزند
بلندی سے دیکھنا تکلیف سے اَمن (کا سبب) ہے

از سَرِ کُہ من بہ بینم پایِ کوہ
میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں

ہر گو و ہموارہ را من تو تو ہ[1]
تو بہ تو ہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچُناں کہ دید آں صدرِ اجل
جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا

پیش کارِ خویش تا روزِ اجل
پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بُود بعدِ بست سال
جو بات بیس سال بعد ہوگی

داند اندر حال آں نیکو خصال
وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں مُتقی
اُس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا

بلکہ حالِ مغربی و مشرقی
بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نُور[2] در چشم و دلش سازد سکن
نور، اُسکی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے

بہرِ چہ سازد، پئے حُبُّ الوطن
کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب
جس طرح (حضرت) یوسفؑ کہ انھوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا

کہ شجودش کرد ماہ و آفتاب
کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر
دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں

انچہ یوسفؑ دید بُد بر کرد سَر
جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا

نیست[3] آں مَنظُر بنُورُ اللہ گزاف
"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے

نورِ رَبّانی بُود گردوں شگاف
خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نُورِ رَو
جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے

ہستی اندر حِسِّ حیوانی گرو
تو حیوانی حِس میں پھنسا ہے

تو ز ضُعفِ چشم بینی پیشِ پا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے

تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا
تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پایِ را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے

کُو بہ بیند جایِ را نا جایِ را
کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من رَوشن تَرست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے

دیگر آنکہ خِلقتِ من اَطہر ست
علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

[1] تو تہ۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامیؒ ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے اَحوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مُطلق ولی مُراد ہے۔ انچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ۔ بعض مستقبل میں ہونیوالے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں

[2] نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُسی عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سر بسجود ہوئے۔

[3] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف عام انسان جسکی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی جسکی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اسکو صرف سامنے کا اور تھوڑی دُور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ

779

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زانکہ ہستم من زاولادِ حلال — نے زاولادِ زنا و اہلِ ضلال

کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں — نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو زاولادِ زنائی بے گماں[1] — تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں

تو یقیناً زنا کی اولاد ہے — تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اشتر جوابہای اشتر را و اقرار آوردن بلمفضلِ او

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا

برخود و از و استعانت خواستن و بدو پناہ گرفتن بصدق و نواختنِ

اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا

اشتر او را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ

اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت[2] اشتر راست گفتی اے مشتر — ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر

خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا — یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد — گفت اے برگزیدۂ ربُّ العباد

تھوڑی دیر رویا اس کے پاؤں پڑا — کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی — در پذیری تو مرا در بندگی

کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے — تو مجھے غلامی میں قبول کر لے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار — ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار

تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے — اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کر لے

گفت[3] چوں اقرار کردی پیشِ من — رَو کہ رستی تو ز آفاتِ زمن

اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کر لیا ہے — جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا — تو عدو بودی شدی زاہلِ ولا

تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا — تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

خوئے بد در ذاتِ تو اصلی نبود — کز بدِ اصلی نیاید جز جحود

تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی — کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ او — آرد اقرار و شود او توبہ جو

وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو — (خطا کا) اقرار کرلے اور توبہ کی جستجو کرے

[1] تو زاولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔

[2] گفت اشتر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر لیجئے۔

[3] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کر لیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پا گیا ہے۔ تو تیری بد، تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد تو کر لیتا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمچو[1] آدمؑ زلّتش عاریہ بود
جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی

لاجرم اندر زماں توبہ نمود
لامحالہ (اُنھوں نے) فوراً توبہ کرلی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی

رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
(اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رستی از خودی و از خوئے بد
جا کہ تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا

وز زبانہ نار و ز دندانِ دَد
آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست در دولت زدی
جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے

در فگندی خود بہ بختِ سرمدی
تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کرلیا ہے

اُدخُلی چوں فی عبادی یافتی
جب تو نے تیرے بندوں میں داخل ہوجا" کو پالیا

اُدخُلی فی جنّتی دریافتی
تو نے "داخل ہوجا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے

در عبادش[2] راہ کردی خویش را
(جب) تو نے اپنا راستہ اُس کے بندوں میں بنالیا ہے

رفتی اندر خُلد از راہِ خفا
تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھدِنا گفتی صراطَ المستقیم
تو نے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے، کہا

دست تو بگرفت بُردت تا نعیم
اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز
اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا

غورہ بودی گشتی انگور و مویز
تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقیٰ بن گیا

اَختَرے بودی شدی تو آفتاب
تو تارا تھا سورج بن گیا

شاد باش واللہ اَعلَمُ بالصّواب
خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے[3] ضیاء الحق حُسام الدّیں بگیر
اے ضیاء الحق حُسام الدین! تو لے

شہدِ خویش اندر فگن در جوئے شیر
اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملادے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم
تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہوجائے

یا بداز بحرِ مزہ تکثیرِ طعم
اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

متّصل گردد بداں بحرِ اَلَست
وہ "اَلَست" کے سمندر سے مل جائے گا

چونکہ شُد دریا ز ہر تغییر رَست
جب وہ دریا بن جائیگا ہر تغیر سے بچ جائیگا

---

[1] ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی اُنھوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اسکو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ تردد سا ہوتا ہے نے کہا اب جبکہ تو نے توبہ کرلی تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ ورنہ دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تو نے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدخُلی۔ قرآن پاک میں ہے فَادخُلِی فِی عِبَادِی وَادخُلِی جَنَّتِی یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہوجانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

[2] در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہے جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ ——— وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اِھدِنا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیم ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کردیتا ہے نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

[3] اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد

۱؎ دودھ تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہوجائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کُل میں داخل ہوجائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہوجائے گا۔

781
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُنفذے یابد دراں بحرِ عسل[1]
اس شہد کے دریا میں راستہ پائے گا

آفتے را نبود اندر وے عمل
اُس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرّہ کُن شیروار اے شیرِ حق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرّا

تا رود آں غرّہ بر ہفتم طبق
تاکہ وہ ڈڑوک ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ مَلولِ سیر را
کاہل سُست کی جان کو کیا خبر؟

کے شناسد موش غرّہ شیر را
چوہا شیر کی ڈڑوک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بر نویس احوالِ خود با آبِ زر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے

بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر
ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا
یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے

یا رب ش در چشمِ قبطی خوں نما
اے خدا اُسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

[2] لا بہ کردن قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر
ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر لے

کن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری بشنو کہ شماں
اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے مُنہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کنند از نیل آبِ صاف ست و بشنو
سمجھا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ سمجھا

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست
کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شنیدم کہ در آمد قبطیے
میں نے سُنا ہے کہ ایک قبطی آیا

از عطش اندر وثاقِ سبطیے
پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویش و ندِ تو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں

گشتہ ام امروز حاجتمندِ تو
میں آج تیرا محتاج ہوں

[3] زانکہ موسیٰؑ جادوئی کرد و فسوں
کیونکہ موسیٰؑ نے جادو ٹونا کر دیا ہے

تا کہ آبِ نیل ما را کرد خوں
یہاں تک کہ اُس نے ہمارے لئے (دریائے) نیل کو خون

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند
سبطی اُسی سے صاف پانی پیتے ہیں

پیشِ قبطی خوں شد آب از چشم بند
نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

[1] عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اُس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کُن اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرّائیے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی ڈڑوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اُس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے اُحوال شکل مثنوی لکھ ڈالیئے۔ ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے اُحوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

[2] لا بہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانیکا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیرو۔ عطش پیاس۔ وثاق۔ گھر۔ خویش و ند۔ رشتہ دار۔

[3] زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبطیاں نک می مُرند از تشنگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں

از پئے[1] اِدبارِ خود یا بدرگی
اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن
ایک کٹورا اپنے لئے پانی سے بھر لے

تا خورد از آبت ایں یارِ کہن
تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

چوں برائے خود کنی ایں طاس پُر
جب تو یہ کٹورا اپنے لئے بھرے گا

خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
وہ خون نہ ہوگا، پاک و صاف پانی ہوگا

من طُفیلِ تو بنوشم آب ہم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا

کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم
کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

گفت[2] اے جانِ جہاں خدمت کنم
اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا

پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی! میں لحاظ برتوں گا

برمُرادِ تو روم شادی کُنم
تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا

بندۂ تو باشم و آزادی کُنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل اُو پُر آب کرد
اُس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا

بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
مُنھ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را اکثر کرد سوئے آب خواہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا

کہ بخور تو ہم شد آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شُد
پھر اُس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا

قبطی اندر خشم و اندر تاب شُد
قبطی غصہ اور پیچ و تاب میں پڑ گیا

ساعتے[3] بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا

بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت
اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اِس عقدہ کا کیا حل ہے؟

گفت ایں را آں خورد کو مُتقی ست
اُس نے کہا اُس کو وہ پیتا ہے جو پرہیزگار ہے

مُتقی آنست کو بیزار شُد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا

از رہِ فرعون و موسیٰؑ وار شُد
فرعون کے راستہ سے، اور موسیٰ جیسا بن گیا

قومِ موسیٰؑ شو بخور ایں آب را
موسیٰؑ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے

صُلح کُن با مہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

---

[1] از پئے۔ یہ خون تنہا ہماری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰؑ بدفطرتی ہے۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھرلے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک و صاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ میں طفیلی تو میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا یعنی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اُس سبطی نے کٹشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے کٹشلا قبطی کی طرف جھکایا تو اُس کٹشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اُس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

[3] ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت سبطی نے کہا یہ پانی مُتقی پی سکتا ہے۔ مُتقی مُتقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰؑ کی بات مان لے۔ تو تم تو موسیٰؑ کی اُمت میں میں داخل ہو کر مُتقی بنو اور پانی پی لے گا۔

783
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صد[1] ہزاراں ظلمت است از خشمِ تو
لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے

بر عبادِ اللہ اندر چشمِ تو
اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو
غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا

عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو
دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیلِ من شوی در اعتراف
پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟

چوں ترا کفر است ہمچوں کوہِ قاف
جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ[2] در سوراخِ سوزن کے رود
پہاڑ، سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے؟

جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود
سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کہ کُن باستغفارِ خوش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے

جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش
بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں
تو اس دھوکے بازی سے اسکو کیسے پی سکتا ہے؟

چوں حرامش کرد حق بر کافراں
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ ترا
چالبازی کا خالق تیری چالبازی

کے خرد اے مفتریِ مفتریٰ
میں کب آسکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست
موسیٰؑ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی فائدہ نہیں ہے

حیلہ آت بادِ تہی پیمود نیست
تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپتا ہے

زہرہ[3] دارد آب کز امرِ صمد
پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے

گردد و با کافراں آبی کند
رُو گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کا کام کرے؟

یا تو پنداری کہ تو ناں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟

زہرِ مار و کاہشِ جاں می خوری
سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے

ناں کجا اصلاح آں جانے کند
روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟

کو دل از فرمانِ ناں دہ برکند
جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف

چوں نخوانی رائگانش بشنوی
جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا؟

یا کلامِ حکمت و سرِّ نہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز

اندر آید سہل در گوشِ کہاں
آسانی سے ناقصوں کے کان میں آجائیگا

[1] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اعتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف یعنی عظیم۔

[2] کوہ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کُن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مفتریٰ۔ اسم مفعول ہے جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰؑ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کہ میں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اُس میں سے پی لے۔

[3] زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہے بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اُس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت کیسی ہی دانائی کی

784
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندر[1] آید لیک چوں اَفسانہا
اندر آتا ہے، لیکن افسانوں کی طرح

پوست بنماید نہ مغز و دانہا
چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رُو در کشیدہ چادرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے

رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے

ہمچناں باشد کہ قرآں از عتوّ
ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

فرق[2] آنگہ باشد از حق و مجاز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے

کِت کُند کُحلِ عنایت چشم باز
کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پشک و مُشک پیشِ اَخشمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مشک

ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہو دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از مَلال
تکلف سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا

باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال
اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے

کاتشِ وسواس را و غصّہ را
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو

زاں سخن بنشاند و سازد دوا
اُس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہرِ[3] ایں مقدارِ آتش شاندن
آگ کی اِس مقدار کو بجھانے کے لئے

آبِ پاک و بول یکساں شد بفن
پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہوگئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی

ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک
لیکن اگر تو اِس پاک پانی سے واقف ہو جائے

کہ کلامِ ایزد ست و رُوحناک
کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلّی ز جاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے

دل بیابد رہ بسُوی گلستاں
اور دل گلستاں کا راستہ پالے

زانکہ در باغے و در جُوئے پرد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے

ہر کہ از سرِّ صُحُف بُوئے برد
جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحف صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

---

[1] اندر۔ وہ محض اُس کو افسانہ سمجھے گا اُس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اُس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کہ معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اُس کے حُسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ عتوّ۔ یعنی اپنے تکبر کی وجہ سے اِن سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

[2] فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اُس کو بصیرت حاصل ہو۔ اَخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حِس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کاتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اُس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

[3] بہرِ ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آبِ پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر

795
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یا تو پنداری کہ رُوئے اولیا — آنچنانکہ ہست می بینیم ما

یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ — جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں — چوں نمی بینند رُویم مُومناں

پیغمبر اس سے تعجب میں تھے — کہ ایمان لانیوالے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق — کہ سبق بُرد ست بر خورشیدِ شرق

لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ — جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست — تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست

اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟ — یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوئے تو ماہ است و سُوئے خلق ابر — تا نہ بیند رائگاں رُوئے تو گبر

آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے — تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است و سُوئے خلق دام — تا نہ نوشد زیں شراب خاص عام

آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کیجانب جال — تاکہ اس خاص شراب کو ہر عام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ — نقشِ حمّام اند ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

خدا نے فرمایا کہ تو انکے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ — وہ تو حمام کی تصویر ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست — کاں دو چشمِ مُردہ او ناظر ست

اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے — کہ اُس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ چشمِ نقش می آری ادب — کہ چرا پاسم نمی دارد عجب

تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے — تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پاسخست ایں نقش نیک — کہ نمی گوید سلامم را علیک

یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے — کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجُنباند سر و سبلت زجُود — پاس آنکہ کردمش من صد سجُود

مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے — اس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سر نجُنباند بروں — پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں

اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے — اسکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

لہ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضورؐ کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند ابر سے پوشیدہ ہے۔

لہ سوئے تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بت پرست بت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

لہ پیش چشم۔ بت پرست اسکی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجالاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بت میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجُنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

که دو صد جنبیدن سر ارزد آں
کہ دو سو سر ہلانا اُس کی قیمت ہے

سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں
عقل اور جان اِس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کنی در اجتہاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے

پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد
عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہو

حق نجنباند بظاہر سر ترا
اللہ (تعالےٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے

لیک سازد بر سراں سرور ترا
لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مر ترا[1] چیزے دہد یزداں نہاں
خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے

کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں
کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر
جیسا کہ اُس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا

تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر
کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ[2] آبے بیابد لطفِ حق
پانی کا قطرہ اللہ (تعالےٰ) کی عنایت پا جاتا ہے

گوہرے گردد بر دازِ زر سبق
موتی بنجاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاکست و چو حق تابش داد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اُس میں چمک دیدی

در جہانگیری چو مہ شد اوستاد
دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح اُستاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مردہ ایست
خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے

احمقاں را چشمش از رہ بردہ ست
اُسکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند
وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے

ابلہاں سازیدہ اند آں را سند
بیوقوفوں نے اُس کو دلیل بنایا ہے

در خواستنِ[3] قبطی دعایِ خیر و ہدایت از سبطی و دعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اُس دعا کا مقبول ہونا

قبطی را بخیر و مستجاب شدنِ آں دعا از اکرم الاکرمین حق تعالےٰ

گفت قبطی تو دعایِ کن کہ من
قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں

از سیاہی دل ندارم آں دہن
دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بود کہ قفلِ ایں دل وا شود
ہو سکتا ہے کہ اِس دل کا قفل کھل جائے

زشت را در بزمِ خوباں جا شود
بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

---

[1] مر ترا - اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اُس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں عباد تگذار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[2] قطرہ - اللہ تعالےٰ اہ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بُت اور بُت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بُت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بُت کی چشم دابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بُتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[3] درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اُس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

786
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

از تو مسخے صاحبِ خوبی شود
تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے
یا بلیسے باز کرّوبی شود
یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بلفرِ دستِ مریمؑ بوئے مُشک
یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مُشک کی خوشبو
یا بدو تری دمیوہ شاخِ خشک
اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

سبطی آں دم در سجود اُفتاد و گفت
سبطی اُس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا
کائے خدائے عالم جہر و نہفت
کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تو اند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں
عاجزِ امرِ تو اند و مُستمند
تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو پیش کہ برآرد بندہ دست
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟
ہم دعا و ہم اجابت از تو است
دعا بھی تیری جانب سے ہو اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہی)

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دُعا
ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے
تو دہی آخر دُعا ہا را جزا
بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی مادر میاں
اوّل و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں
ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
ایسے ناچیز ہوں کہ بیان نہیں ہو سکتا

اینچنیں می گفت تا اُفتاد طشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا
از سرِ بام و دلش بیہوش گشت
بالاخانہ پر سے اور اُس کا دل بے ہوش ہو گیا

باز آمد اُو بہوش اندر دُعا
پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہو گیا
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جس کی اُس نے کوشش کی

در دُعا بُود اُو و ناگہ نعرہ
وہ دعا میں مصروف تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ
از دلِ قبطی بجست و غرّہ
اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایماں عرضہ کُن
کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر
تا ببرّم زود زُنّارِ کہن
تاکہ پرانا زنار، جلد کاٹ دوں

مر بلیسے را بجاں بنواختند
(مجھ) شیطان کو جان سے نوازا
آتشے در جانِ من انداختند
انھوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے

حمدُ للہ عاقبت دستم گرفت
اَلْحَمْدُ لِلّٰہ انجام کار میری دستگیری کی
دوستیِ تو زحبِّ ناشگفت
تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ (غنچہ) سے

۱؎ از تو۔ قبطی نے اپنے آپکو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بلفرِ قبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہو گئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سربسجود ہو گیا اور دُعائیں کرنے لگا۔ مُستمند۔ محتاج، ضرورتمند۔

۲؎ جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دُعا دراز کر سکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے

ذکس می دہاند نہ کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد

اُفتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنیٰ میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہو جانے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دُعا قبول ہو گئی۔

۳؎ در دُعا۔ سبطی تو دُعا میں مصروف تھا اُس کی... قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنان قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ابتدائی دوستی نے میری دستگیری کی۔

788
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیمیائے[1] بود صحبتہائے تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں

کم مباد از خانۂ دل پائے تو
خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بدی از نخلِ خلد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا

چوں گرفتم اُو مرا تا خلد بُرد
جب میں نے اسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لیگئی

سیل بود آنکہ تنم را در ربود
بہاؤ تھا، جو میرے جسم کو بہا لے گیا

بُرد سیلم تا لبِ دریائے جود
مجھے بہاؤ، سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من ببوئے آب رفتم سوئے سیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا

بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس[2] آوردش کہ اکنوں آبگیر
وہ (سبطی) اُس کے پاس طشتلا لایا کہ اب پانی لے

گفت رو شد آبہا پیشم حقیر
اُس نے کہا جائیے، پانی میرے لئے حقیر ہوگئے ہیں

شربتے خوردم ز اللہ اشتری
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے

تا بہ محشر تشنگی نابد مرا
قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے

چشمہ اندر درونِ من کشاد
اُس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بود گرم و آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا

گشت پیشِ ہمتِ اُو آب خوار
اُس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہوگیا

کافِ[3] کافی آمدہ بہرِ عباد
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے

صدقِ وعدہ کھٰیٰعٓصٓ
کھٰیٰعٓصٓ کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دیسکتا ہوں

بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں

بے سپاہ و لشکرت میری دہم
بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے دارُو یت درماں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں

کوہ را و چاہ را میداں کنم
پہاڑ کو اور کنوئیں کو میدان بنا دیتا ہوں

تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جسمیں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر اُستاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

---

[1] کیمیائی قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہوگیا۔ دریائی جُود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ۔ کیل کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

[2] طاس۔ سبطی اُس قبطی کے پاس پانی کا طشتلا لایا اور کہا اب پانی پی لے، اُس نے کہا اب مجھے اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اشتری۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اُس کے لئے ناچیز ہے۔

[3] کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھٰیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنی ہیں کافِ ھَوَلَکُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً وعدہ اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے

789
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے بہارت نرگس و نسریں دہم
بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں
بے کتاب و اُستا تلقیں دہم
بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰ[1] ئرا دل دہم با یک عصا
تا زند بر عالمے شمشیرہا
میں موسیٰ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں
تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلادیں

دستِ موسیٰ رادہم یک نور و تاب
کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
میں موسیٰ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں
جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر
کہ نہ زاید مادہ مار اُورا نہ نر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں
جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من
خود کنم خوں عینِ آبش را لبفن
میں (دریائے) نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں
میں حکمت سے بعینہٖ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل
کہ نیابی سوئے شادیہا سبیل
نیل کے پانی کیطرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں
کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی
باز از فرعون بیزاری کنی
پھر جب تو ایمان از سرِ نو لے آتا ہے
پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٰئے رحمت بہ بینی آمدہ
نیلِ خوں بینی از و آبے شدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰ آگیا ہے
خون کا (دریائے) نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں
نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تو جب (ہمارے تعلق کا) سرِ رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے
تیرے ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بُردم کہ ایماں آورم
تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں
تاکہ خون کے اِس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کُند
در نہادِ من مرا نیلے کُند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا
میرے اندر، مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

سوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں
برقرارم پیشِ چشمِ دیگراں
(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں
دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبیؐ
غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما ابی
جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے
تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

[1] موسیٰئے۔ حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اُس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دست حضرت موسیٰ کو یدِ بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

[2] خوں۔ دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت۔ اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اُس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا ہمچنانکہ۔ ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضورؐ اُن کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیشِ[1] چشمش ایں جہاں پر عشق و داد
پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد

اُسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہو — دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہو

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رو
از گلوخ و سنگ اُو نکتہ شنو

نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے — وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ
زیں عجب تر من ندیدم پردہ

عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں — میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گور ہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما
روضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا

ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں — اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر ترش
از چہ گشتہ است و شد سُست اُو ذوق کُش

عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کر دینے والے (بنگئے)

خاصہ[2] گفتندے کہ پیشِ چشمِ تاں
می نماید اُو ترش اے اُمتاں

خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں — اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا
خندہا بینید اندر ھَلْ اَتیٰ

تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ — ھَل اتیٰ کے اندر مسکراہٹیں دیکھو

از سرِ امرود بُن بنماید آں
مُنعکس صورت بزیر آ اے جواں

امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے — اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

آں درختِ ہستیت امرود بُن
تا بر آنجائی نماید نو کہن

تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے — جب تک تو وہاں ہے نیا پُرانا نظر آتا ہو

تا بر آنجائی[3] بہ بینی خار زار
پُر ز کژدمہائی خشم و پُر زمار

جبتک تو اُس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا — غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں
یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں

جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں — ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید ترا
در دروں اسرارِ فیضِ کبریا

جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے — اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

---

[1] پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشقِ الٰہی سے پُر تھی دوسرے اُس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ تُرش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کُش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوقِ خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[2] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مسکراہٹیں دیکھو گے۔ ھَل اَتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَل اَتیٰ نازل ہوئی یا ھَل اتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے اُنپر آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ از سرِ امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اُسکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پُرانی نظر آئیگی۔

[3] تا بر آنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مُراد دنیاوی اشیاء ہیں اور گلرخاں اور دایگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرود بُن می نماید چشمِ آدمی را، از سرِ امرود بُن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اُتر آ تاکہ وہ خیالات

بر رود و اگر کسے[1] گوید کہ آنچہ مرد می دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں

دُور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل و در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سرِ امرود بُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مَوَّل[2] خود — برزند در پیشِ شوی گولِ خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — بلے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کای نیکبخت — من برآیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے خوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں برآمد بر درخت آں زن گریست — چوں زبالا سوئے شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اُس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رَد[3] — کیست آں لوطی[4] کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ او چو زن بغنودہ — اے بغا تو خود مخنث بودہ

تو اس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے — اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوی بگشت — ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت

شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے — ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کای بابر طلہ — کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ

عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے! — خبردار! تیری پشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرو آ از درخت — کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت

اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا — کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

---

[1] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اُس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اُس میں بہت فرق ہے، ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُلٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[2] مَوَّل۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اُبنی کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

[3] لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوط والا کام کرے۔ بغا۔ جیز و مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ بر طلہ۔ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔

792

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں فرود آمد برآمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مُول را اندر برش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں آزوپسی[1]
شوہر نے کہا ارے رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ ببالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیر من
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سرت برگشتہ شد ہرزہ متن
خبردار! تیرا سر پھر رہا ہے، بکواس نہ کر

اُو مکرر کرد بر زن آں سخن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن ایں ست از امرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت (کے اثر سے) ہے

از سرِ امرود بُن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از امرود نیست
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو
سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اسکو حقیقت سمجھ

تو مشو بر ظاہرِ ہزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہزل[2] جدے ہزلست پیشِ ہازلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے

ہزل ہا جدست پیشِ عاقلاں
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں امرود بُن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن

تا بداں امرود بُن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

نقل کُن از امرود بُن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا

گشتہ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں[3] منی و ہستیِ اوّل بُود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کہ ازو دیدہ کژ و احوَل بُود
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں امرود بُن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئیگا

کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درخت سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بنگیا ہے

شاخِ اُو بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

---

[1] آزوپسی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔ ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اُس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا لفظ تعلیم کے لئے سُنا دیا ہے تم اس کے ظاہر کو نہ دیکھو اس سے جو نصیحت مقصود ہے اُس پر نظر کرو۔

[2] ہزل جدے۔ جو لوگ ہزل کے مادی ہیں اُن کو تو جدّ بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔

کاہلاں۔ کاہل لوگ اُس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو ان کو صبح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ نقل کُن۔ پہلے اِس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اِس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

[3] ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اُس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال، آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اسکا پھیلاؤ بہت تھا۔

793
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوں فرود آئی ازو گردی جُدا
جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا

مُبدلش[1] گرداند از رحمت خدا
خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا
اِس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا

راست بینی بخشد آں چشمِ ترا
تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا

مُصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں
تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جُزو جُز از فوق و پست
کہا، اوپر اور نیچے سے جُزو جُزو کو دکھا

آنچنانکہ پیشِ تو آں جُزو ہست
جیسا کہ وہ جُز تیرے سامنے ہے

بعد ازاں[2] بر رو بر اں امرود بُن
اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا

کہ مُبدّل گشت و سبز از امرِ کُن
کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰ والا درخت بنگیا

چوں سُوئے موسیٰ کشانیدی تو رخت
جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُورا سبز و خُرّم می کُند
آگ اُس کو سبز اور بھلا بنائے گی

شاخِ اُو اِنّی اَنَا اللّٰہ می زند
اُس کی شاخ "انی انا اللہ" کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلّش جُملہ حاجاتت رَوا
تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی

ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں[3] منی و ہستیت باشد حلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے

کہ درو بینی صفاتِ ذُوالجلال
جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوّم حق نما
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا

اَصلُہٗ ثَابِتٌ وَّفَرعُہٗ فِی السَّمَا
اُسکی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصّۂ موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہیم
اُن (موسیٰؑ) کو مہتم باشان وحی کے ذریعہ پیغام آیا

کہ کژی بگذار اکنوں فاستقیم
کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقیم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اِس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اُسکے جلوے نظر آئے اسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصا موسیٰؑ ہے اسکو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اُس کے جلوے دیکھنا

[1] مُبدلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبلی لے کی تھی۔ راست بینی حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ "اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ" اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں" دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جُز اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آجائیگی اُس کو اختیار کر لے۔ چوں آپ یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اُلٹا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ اِنّی اَنَا اللّٰہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آتی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیرِ ظلّش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

[3] آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ باقی قصہ۔ مولانا کبھی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت

796
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایں درخت تن عصایِ موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے

کارش آمد کہ بیندازش ز دست
اس کا موقع آگیا کہ تو اُس کو ہاتھ سے زمین پر ڈالدے

تا بہ بینی خیرِ اُو و شرِ اُو
تاکہ تو اُس کی بھلائی اور اُسکی بُرائی دیکھ لے

بعد ازاں برگیر اُورا از امرِ ہُو[۵۱]
پھر اُس کو اللہ (تعالےٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبود اُو غیرِ چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی

چوں بامرش برگرفتی شد جذوب
جب تو نے اُس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بنگئی

اوّل اُو بُد برگ افشاں برّہ را
پہلے وہ بکری کے بچّہ کے لئے پتّے جھاڑنے والی تھی

گشت مُعجز آں گروہِ غرّہ را
وہ غافل جماعت کے لئے مُعجزہ بن گئی

گشت[۵۲] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی

آب شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سر پیٹنے والوں پر اُس کا پانی خون بنا دیا

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ
اُن کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہوگئی

از ملخہائے کہ آں خوردند برگ
اُن ٹڈیوں کی وجہ سے جنھوں نے پتّے کھائے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دُعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ سے دعا نکلی

چوں نظر اُفتادش اندر منتہا
جبکہ اُن کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چرا ست
یہ مُعجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟

چوں نخواہند ایں جماعت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر[۵۳] آمد کاتّباعِ نوحِ کُن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوحؑ کی پیروی کر

ترکِ پایاں بینی و مشروحِ کُن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعی رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہِ (حق) کی طرف بلانے والے ہو

امرِ بلّغ ہست نبود آں تہی
بلّغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمترینِ حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اِس اصرار سے

جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائیگی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالےٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا

فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بُود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا

باید شش از پند و اغوا آزمود
تو اُسکو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہئے

---

۵۱ امرِ ہُو۔ امرِ خداوندی۔ پیش حضرت موسیٰؑ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اُسکو پھر اُٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا۔ (قتل)۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتّے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے مُعجزہ بن گئی۔

۵۲ گشت۔ اب جبکہ امرِ خداوندی سے اُس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سر پٹخنے والوں کے لئے اُس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔ آندر منتہی۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لامحالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو مُعجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔

۵۳ آمر آمد۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطع نظر کرکے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہو خواہ وہ ایمان نہ لائیں۔ کمترین۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور بہکانے سے جانچا جائے تاکہ ظاہر ہو جائیں۔

795
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیو[1] الحاحِ غوایت می کُند
شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے

شیخ الحاحِ ہدایت می کُند
شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصۂ قبطی بگو
واپس لوٹ، اور قبطی کا قصہ کہہ

گردِ کُفر از باطنِ خود زُود شو
اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شحوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا

نیل می آمد سراسر جُملہ خوں
(دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدن کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰؑ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰ سے سفارش چاہنا

تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش[2]
یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا

لابہ می کرد و دُو تا گشتہ قدش
خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے

نیست مارا رُوئے ایراد سخن
ہمارا مُنہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کرد مت فرماں پذیر
میں نے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنایا ہے

من بعزت خُو گرم سختم مگیر
میں عزت کا عادی ہوں میری سخت پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجُنباں لب بر حمت اے امیں
آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلائیے

تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں
تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت[3] یارب می فریبد اُو مرا
(حضرت موسیٰ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب دے رہا ہے

می فریبد اُو فریبیدہ ترا
(آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش
میں مان جاؤں، یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں

تا بداند اصل را آں فرع کش
تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکر و حیلت پیشِ ماست
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے

ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم بآں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتا اِسکے بھی لائق نہیں ہے

پیش سگ انداز از دُور استخواں
کُتے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

---

[1] دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اِصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اِصرار سخوں۔ قوی، یعنی جب حضرت موسیٰ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

[2] تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ انچہ ہم نے جو کیا وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے نیت۔ ہمارا مُنہ تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔

[3] گفت یارب۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتائیں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے.... کاصل۔ حضرت موسیٰ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی ہیں

اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہے کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اُگل دیگی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

۶۹۶

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلادے، تاکہ زمینیں

وا دہد ہر چہ ملخ کردش فنا
وہ واپس کردیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

وآں ملخہا در زماں گردد تباہ[۵۱]
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی

تا بہ بیند خلق تبدیل الٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے

آں سبب بہر حجابست و عطا
یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کردے

تا منجم رو بستارہ کند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

تا منافق از حریفی بامداد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح

سوئے بازار آید از بیم کساد
بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی[۵۲] ناکردہ ناشستہ رو
عبادت کئے بغیر اور منہ دھوئے بغیر

لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جو
لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا بھی ہے

ہمچو آں برّہ چرندہ از حطام
اس بکری کے بچہ کیطرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برّہ و قصاب شاد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے

کہ برائے ما چرد برگ مراد
کہ مقصد کے پتے ہمارے لئے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے

بہر او خود را تو فربہ میکنی
تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کارِ خود کن روزیِ حکمت بچر[۵۳]
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا

تا شود فربہ دلِ با کر و فر
تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خوردنست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے

جاں چو بازرگان و تن چوں ہر زنست
جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمع تاجر آنگہ ہست افروختہ
تاجر کی شمع اس وقت روشن ہے

کہ بود رہزن چو ہیزم سوختہ
جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر سمجھ اور جسم کو ڈاکو، تاجر کا مال ڈاکو اڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

۵۱ وآں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی ہر جانبگی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سببہا۔ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو لپٹا ہوا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذاتِ خداوندی ہے منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

۵۲ بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیادار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے۔ جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

۵۳ کارِ خود۔ انسان کی اپنی لئے خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

۶۹۶
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خویشتن را گم مکن یاوہ مکوش
اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر

کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش
کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمر ست و چو بنگ
سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کیطرح ہے

پردۂ ہوش ست و عاقل زو ست دنگ
ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اُس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستیِ ہوش
شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے

ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش
جو چیز بھی نفسانی ہو وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش
اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے

دانکہ شہوت بندد ہم چشم و گوش
سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیگی

آں بلیس از خمر خوردن دور بود
وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا

مست بود او از تکبر و ز جحود
وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست آں باشد کہ آں بیند کہ ہست
مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے

زر نماید آنچہ مس و آہنیست
سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

لب بجنباں تا بروں آید گیا
ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اُگ آئے

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن کشت زار ہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں کردند ہم اندر دم زمیں
اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً

سبز گشت از سنبل و حب نعیم
سنبل اور قیمتی غلّہ سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر
لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ

قحط دیدہ مردہ از جوع البقر
جو قحط زدہ، جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا
عطاءِ (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا

آں دمی و آدمی و چار پا
پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پُر گشت و بر نعمت زدند
جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی

واں ضرورت رفت پس طاغی شدند
وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفسِ فرعونیست ہاں سیرش مکن
نفس فرعون ہے، خبردار! اُس کا پیٹ نہ بھر

تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن
تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

---

۵۱ خویشتن۔ انسان کی ذات، اُس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اسکے ہوش گم کرنیوالی ہیں۔ دانکہ۔ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھو بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشے سے مدہوش تھا۔

۵۲ مست۔ مست تو اُسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ ختم دعا کر دو تاکہ گھاس وغیرہ اُگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

۵۳ ہمچناں۔ حضرت موسیٰؑ نے وہی کیا جس کا اُن کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حب نعیم۔ قیمتی غلّہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اُس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرند۔ چوپا۔ اُن فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفش۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اُسکا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔

۶۹۸
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے

تا نشد آہن چو آخگر ہیں مکوب
خبردار! جبتک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اسکو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن مجنبش کنان
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے

آہنِ سرد است میکوبی بداں
ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے

اُو نخواہد شد مسلماں ہوشدار
وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

اُو چو فرعون ست در قحط آنچنان
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے

پیشِ موسیٰ سر نہد لابہ کناں
جو موسیٰؑ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد اُو طاغی شود
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے

خر چو بار انداخت اسکیزہ زند
گدھے نے جب بوجھ اتار دیا دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں پیش رفت
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے

کارِ اُو از آہ و زاریہای خویش
اُس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا[2] مردے کہ در شہرے بود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے

یک زماں کش چشم در خوابے شود
تھوڑی دیر جب اُس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند اُو پُر نیک و بد
وہ دوسرا شہر بھلے اور برے سے بھرا دیکھے گا

ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
اُس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہر نو
میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر

نیست آنِ من در ینجا ام گرو
میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ اُو
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اُس سے وابستہ ہے

ہمدریں شہرش بود ابداع و خو
اسی شہر میں اسکی پیدائش اور (پیدائش کی) عادت تھی

چہ[3] عجب گر روح موطنہای خویش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو

کہ بدنتش مسکن و میلاد پیش
جو پہلے اُس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے

می فرو پوشد چو اختر را سحاب
(اسکو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را
تو نے نیند کو کئی بار آزمایا ہے

خوابِ دنیا را ہماں بیں زانتبلا
آزمائش سے، دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

---

[1] آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گڑگڑیدن۔ نفس کی آہ وزاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اُس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا۔ نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بھلا دیتا ہے۔ شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بق۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے۔ اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کرلو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاصہ[1] چندیں شہرہا را کوفتہ — گردہا از درگہ اُو نارُوفتہ

خصوصاً (جبکہ اُس نے) بہت شہروں کو روندا ہو — اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اِجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا — دل شود صافی و بیند ماجرا

سخت کوشش نہ کیئے ہوئے ہے کہ — دل صاف ہوجائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سَر بروں آرد دلش از بحرِ راز — اوّل و آخر بہ بیند چشم باز

راز کے سمندر سے اُس کا دل سر اُبھارے — کھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اَطوار و منازلِ خِلقتِ آدمی از ابتدارِ خِلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اُوفتاد

پہلے وہ (روح) جماد کی اقلیم میں آئی — اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آئی

سالہا اندر نباتی عُمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از نبرد

سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی — اور سرکشی کیوجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلادیا

وز نباتی[2] چوں بحیوانی فتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آئی — اُس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جُز ہُماں میلے کہ دارد سُوئے آں — خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں

سوائے اُس میلان کے جو اُس کی جانب ہے — خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں — سرِّ میلِ خود نداند در لباں

جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان — کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مُفرطِ ہر نو مُرید — سُوئے آں پیرِ جواں نختِ مجید

جیسا کہ ہر نئے مُرید کا بڑھا ہوا میلان — بزرگ جواں نصیبہ والے پیر کی جانب

جُزوِ[3] عقلِ ایں ازاں عقلِ کُل ست — جُنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست

اِسکی جُزوی عقل اُسی کُلّی عقل سے ہے — اِس سایہ کی حرکت اُسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اَش فانی شود آخر دُرُو — پس بداند سرِّ میل و جستجو

اُس کا سایہ بالآخر اُسمیں فنا ہوجاتا ہے — تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

---

[1] خاصہ۔ رُوح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اِس کے شہروں میں رہے ہیں۔ گرد ہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو صفا نہیں رکھا اگر اُسکو مجاہدات کے ذریعہ صُفّی کر لیتے تو وہ روح کے پُرانے واقعات تمھیں دکھا دیتا۔ سَر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ ...

وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی رہا سہا۔ عرصہ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اُسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اُسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہُماں۔ ہاں صرف اِس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور نر و مادہ کے پھولنے کے وقت اُسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اُس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اُس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میلِ مُفرطِ نئے مُرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے

[3] جُزو۔ اب مُرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اُس کی عقل شیخ کی عقل کا جُزو ہے یہ سایہ ہے اور شیخ شاخِ گل ہے۔ سایہ اَش۔ ایک وقت وہ آئیگا کہ یہ مرید فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سایۂ[۵۱] شاخِ درخت اے نیک بخت — کے بجُنبد گر نجُنبد ایں درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ — کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سُوئے انسانیش — می کشد آں خالقے کہ دانیش

پھر اسکو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب — وہ اللہ (تعالےٰ) اُس کو کھینچتا ہے جس سے تو واقف ہے

ہمچُنیں اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل و دانا و زرفت

وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی — یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہوگئی

عقلہائے اوّلینش یاد نیست — ہم ازیں عقلش تحوّل کرد نیست

اُس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں — اِس عقل سے بھی اُس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد[۵۲] زیں عقلِ پُر حرص و طلب — صد ہزاراں عقل بیند بو العجب

تاکہ اِس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے — وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خُفتہ گشت و شُد ناسی ز پیش — کے گذارندش دراں نسیانِ خویش

اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے — وہ اُس کو اُس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند — تا کُند بر حالتِ خود ریشخند

اُس کو پھر اُس کی نیند سے بیدار کرینگے — تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اُڑائے

گرچہ غم بُود آنکہ می خوردم بخواب — چوں فراموشم شُد احوالِ صواب

اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا — مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال — فعلِ خوابست و فریب و خیال

میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟ — خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچُنیں[۵۳] دنیا کہ حُلمِ نائمست — خُفتہ پندارد کہ ایں خود دائمست

اِسی طرح دنیا جو کہ ایک سونیوالے کا خواب ہے — سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا برآید ناگہاں صُبحِ اَجل — وارہد از ظلمتِ ظن و دَغل

یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے — اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اَش گیرد ازیں غمہائے خویش — چوں بہ بیند مُستقر و جائے خویش

اُس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے — جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد — روزِ محشر نیک بیند شود

تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور بُرا دیکھتا ہے — قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائیگا

---

۵۱ سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ بازاز حیواں۔ اللہ تعالےٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچُنیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اِس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحبِ عقل ہوگئی ہے۔ عقلہائی۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اُس کی اِس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

۵۲ تا رہد۔ روح کو اِس دنیاوی حرص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اُس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہوجائیں گی۔

گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اُڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اُس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

۵۳ ہمچُنیں۔ دنیا دار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اَش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو بُرائی یا اچھائی کی ہو وہ قیامت میں سامنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے

گردد ت ہنگامِ[1] بیداری عیاں
تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری

اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی

روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو

شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!

گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر

می درانند از غضب اعضائے تو
غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعدِ مرگت در قصاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سو

تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سا زیست[3]
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے

پیشِ زخمِ آں قصاص ایں با زیست
اُس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواند ست دنیا را خدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے

کایں جزا لعب ست پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اُس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں[4] جزا تسکینِ جنگ و فتنہ است
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے

آں چو اخصاء ست دیں چوں ختنہ است
وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
ہاں اِن گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند
تاکہ سب اُس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں

ہیں کہ گرگانند مارا خشم مند
خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

---

[1] ہنگامِ بیداری یعنی قیامت کے وقت تا نہ پنداری انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اُس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اُٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بُری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خون۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔

[3] ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا گیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اُس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[4] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے لے لیا گیا ہے۔ اِس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونیوں کو دنیا کے مزے اُڑا لینے دو۔ تا ہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں قرآن کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

802
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اند و از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالےٰ سے چاہتی ہے

کہ کو زیہای ما را فربہ گردان و زود بمارساں کہ ما را صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنا دے اور جلد ہمارے پاس پہنچا دے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہو گیا ہے

نالۂ[1] گرگانِ خود را مُوقنیم — ایں خراں را طُعمۂ ایشاں کنیم

ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے ہم اِن گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیایِ خوش دمی — از لَب تو خواست کرد ن آدمی

اِن گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے تیرے ہونٹ سے، اُن کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لُطف و جُود — آں خراں را طالع و روزی نبود

تو نے دعوت (دینے) میں مہربانی اور سخاوت کی اُن گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی — تا بَرد شاں زود خوابِ غفلتی

تو اُن کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھا دے تاکہ غفلت کی نیند اُن کو جلد سُلا دے

تا چو[2] بجہند از چُنیں خوابِ ایں ردہ — شمع مُردہ باشد و ساقی شدہ

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہوں شمع گُل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت طُغیاں شاں ترا در حیرتے — پس بنوشند از جزا ہم حسرتے

اُنکی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کر دیا ہے تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد — در جزا ہر زشت را در خور دہد

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندید ند یش فاش — بُود با ایشاں نہاں اندر معاش

کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے وہ زندگی میں اُن کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں[3] خرد با تُست مُشرف بر تنت — گرچہ زُو قاصر بُود ایں دیدنت

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہو اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اُس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ او اے فلاں — از سکون و جُنبشت در امتحاں

اے فلاں! اُس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز — با تو باشد در سکون و نقل نیز

تو تعجب کیا ہے! اگر اُس عقل کا پیدا کرنیوالا بھی تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

---

[1] نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے اِن کو اُنکی خوراک بنانا ہے۔ اِس خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے اُنکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ اُن پر نعمت کا لحاف اُڑھا دو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔

[2] تا چو۔ جب اِس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہو چکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ واشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے اِنصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو اُنکے بُرے اعمال کی بُری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

[3] چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ ہوتی ہیں، انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے چہ عجب۔ جب نظر نہ آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اسیطرح اُسکا خالق خدا تیرے ساتھ ہو تو کیا تعجب ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ازخرد[1] غافل شود بر بد تند
عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے

بعد ازاں عقلش ملامت میکند
اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے
تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی

کز حضور ستش ملامت کردنے
کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُسکی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بدے
اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی

در ملامت کے ترا سیلی زدے
ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفس تو
اگر تیرا نفس اُس سے غافل نہ ہوتا

کے چناں کردے جنون و نفس تو
تو تیرا پاگل پن اور گری کب ایسا کرتی؟

پس[2] ترا عقلت چو اصطرلاب بود
تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے

زاں بدانی قربِ خورشید وجود
تو اُس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قرب بیچون ست عقلت را تبو
تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے

نیست از پیش و پس و سفل و علو
جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قرب بیچون چوں نباشد شاہ را
تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہوگا؟

کہ نیابد بحثِ عقل آں راہ را
کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اصبع ترا ست
وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے

پیشِ اصبع یا پسش یا چپ و راست
انگلی کے آگے یا اُسکے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقتِ[3] خواب و مرگ از وے میرود
موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہے

وقتِ بیداری قرینش می شود
بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت
وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟

کا صبعت بے اُو ندارد منفعت
کیونکہ تیری انگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نورِ چشمِ مردمک در دیدہ ات
آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں

از چہ رہ آمد بغیرِ شش جہت
بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالمِ خلق ست با سوی و جہات
عالمِ خلق جانب اور جہتوں والا ہے

بے جہت داں عالمِ امر و صفات
عالمِ امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

---

[1] ازخرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کہ حضور عقل کا ملامت کرنا اُس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اِس غلط کا کرنا اس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

[2] پس ترا۔ تیری عقل، حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچوں۔ یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قرب بھی اِن کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں انگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

[3] وقتِ خواب۔ انسان کے سونے میں اُس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم ہے جو مادی اور زمانی ہے وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہے جسکی پیدائش لفظ کُن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالمِ امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو امر یعنی حضرت حق تعالیٰ جسنے وہ کلمہ کُن فرمایا ہے بدرجۂ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے جہت دان عالمِ امر اے صنم
اے صنم! عالمِ امر کو بے جہت سمجھ

بے جہت بد عقل[1] و علام البیاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار

بے تعلق نیست مخلوقے بدُو
کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے

غیرِ فصل و وصل بے برازِ دلیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا

بے[2] بیا بے می برازِ دوری اصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا

ایں تعلق را خرد چوں بے برد
عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟

زیں وصیت کرد مارا مصطفیٰ
اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے

آنکہ در ذاتش تفکر کر دنیست
جو غور و فکر اُس کی ذات میں کرنا ہے

ہست[3] آں پندارِ او زیرا براہ
یہ (محض) اُس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں

ہر یکے در پردہ موصول جوست
ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازو
تو پیغمبرؐ نے اُس سے اِس وہم کو دفع کر دیا

بے جہت ہم باشد آمر لاجرم
لا محالہ اَمر کرنے والا بھی بے جہت ہوگا

عقل تر از عقل و جاں تر ہم زجاں
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

آں تعلق ہست بیچوں اے عمو
اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

لیک پے بردن نہ بشناسد علیل
لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

تا رگِ مردیت آرد سوئے وصل
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

بستۂ فصل ست و وصل ایں را خرد
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

صد ہزاراں پردہ آمد از الٰہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

وہم او آن ست کاں عینِ خود اوست
اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

تا نباشد در غلط سودا پزو
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانیوالا نہ بنے

---

[1] عقل عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل و فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ لگائے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بنشاند علیل" ہے اسکے معنیٰ یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔

[2] پے پیا پے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اُسکو وصل کی طرف لے جائیگی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں بتا سکتی۔ زیں۔ چونکہ عقل اُسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات

[3] ہست۔ ذات میں غور نہ کرو۔ آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اسمیں تفکر بھی ناممکن ہے ــــ ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں ہر یکے۔ ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ رہا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دانکہ اندر وہم اُو ترکِ ادب — بے ادب را سر نگونی داد رب

کیونکہ اُس کے وہم میں (پڑنا) ادب کو چھوڑنا ہے — (اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سر نگونی آں بُود کو سوئے زیر — می رود پندارد اُو کو ہست چیر

اوندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو — جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چنیں — کو نداند آسماں را از زمیں

کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے — کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہے

در عجائبہائیش بفکر اندر روید — از عظیمی و ز مہابت گم شوید

اُس کے عجائب میں غور کرو — عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش دہشتے بر دل گنید — حدِ خود دانید آنگہ تن زنید

جب تم اُس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے — اپنا رُتبہ جان لوگے (اور) اُسوقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ لا احصی نگوید اُو ز جاں — کز شمار و حد بیرون ست آں

وہ دل سے سوائے اسکے کچھ نہ کہیگا کہ میں شمار نہیں کر سکتا — کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

چوں بیانش بیحد ست اے بُو الہوس — بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس

اے بوالہوس! چونکہ اُس کا بیان لامحدود ہے — بحث نہ کر اِس سے آگے سانس نہ لے

رفتنِ ذوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے

حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف!

قاف از عظمت صفاتِ حق تعالیٰ شمّہ با ما بگو و جواب او

ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اُس کا جواب

کہ صفت عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر در نیاید و لابہ کردنِ ذوالقرنین

دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی

کہ از انچہ تواں گفت و بخاطر داری شمّہ بگو

خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جا سکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتادے

رفت ذوالقرنین سوئے کوہِ قاف — دید کہ را کز زمرد بود صاف

ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے — انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے زیادہ صاف تھا

سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہِ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

---

۱ دانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سر نگونی ہے۔ سر نگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کر سکتا۔

۲ در عجائبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیئے اور اُس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیئے۔ چوں۔ جب۔ اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کروگے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائیگی اور خاموشی اختیار کروگے۔

۲ جز کہ۔ اب تم یہ کہوگے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اسکی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اِس میں بحث ختم کر دینی چاہیئے اور خاموشی اختیار کر لینی چاہیئے۔

۳ رفتنِ۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہِ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[1] — ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط

وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے — اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگر ہا چیستند — کہ بہ پیشِ عظمِ تو باز ایستند

اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ — کہ تیری بڑائی کے سامنے جمیں

گفت رگہای من اند آں کوہہا — مثلِ من نبوند در حسن و بہا

اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں — وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں — بر عروقم بستہ اطرافِ جہاں

ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے — دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق[2] چو خواہد زلزلہ شہرے مرا — امر فرماید کہ جنباں عرق را

جب اللہ تعالےٰ کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے — حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجنبانم من آں رگ را بقہر — کہ بداں رگ متصل گشت ست شہر

میں غصہ سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں — جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس شود ساکن رگم — ساکنم وز روی فعل اندر رگم

جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے — میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے متحرک ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن — چوں خرد ساکن وز و جنباں سخن

جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگذار ہے — جیسے کہ عقل ساکن ہو اور بات اُسکی وجہ سے حرکت

نزدِ آں کس کہ نداند عقلش ایں[3] — زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں

جس کی عقل اِس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک — زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبود بداں — زامرِ حق ست و از ساں کوہِ گراں

سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں — اللہ (تعالےٰ) کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مور کے بر کاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن

اِس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستایش انگشاں

کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

را کن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ او[4]

تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

---

[1] محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے رگہای۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اِسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اِس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

[2] حق۔ جب اللہ تعالےٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب مجھے رُکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں میری تگ و پو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

[3] نزدِ آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہِ قاف ہے۔ بیان۔ اِس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کہ عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

806

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیز تر بُود گفت من ستایشِ بازو کنم کہ انگشتاں فرعِ وے اند

تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مورے[1] کے بر کاغذے دید اُو قلم — گفت با مورِ دگر ایں راز ہم

ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا — اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد — ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد

کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں — جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبعِ ست آں پیشہ ور — وِیں قلم در فعل فرعست و اثر

اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگذار ہے — یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم[2] کز بازو است — کا صبع لاغر نہ زورش نقش بست

تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے — کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے — مہترِ موراں فطن بُود اند کے

(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ — چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہنر — کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر

اُس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو — کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا — جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا

جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے — عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بُود اُو کہ آں عقل و فواد — بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد

وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل — خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں[3] از وے عنایت برکند — عقلِ زیرک ابلہیہا می کند

تھوڑی دیر کیلئے وہ اگر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے — (تب) عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

بازالتماس کردن ذوالقرنین از کوہ قاف و بیان عجائب از ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِ نطقِ سُفت — چونش گویا یافت ذُوالقرنین گفت

جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا — چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوئی خبیرِ رازداں — از صفاتِ حق بگُن با من بیاں

اے بولنے والے، باخبر، رازداں! — اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کر دے

[1] مورے کے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ زاد۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔ کِلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ ورد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی اُنگلیوں کی ہے۔

[2] مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فطن۔ سمجھدار۔ کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں روح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

[3] یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقل کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ۔ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اُس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اُس کی صفات سے آگاہ کر دے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت[۵۱] رَو کاں وصف زانہا برتر ست
کہ بیاں بَر وَے تواند بُرد دست

اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اِس سے بالاتر ہے
کہ بیان اُس پر قابو پاسکے

یا قلم راز ہرہ باشد کہ بسر
بر نویسد بر صحائف زاں خبر

یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے
وہ صحیفوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو
از عجبہای حق اے جبر نکو

اُنھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سُنا دے
اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت اینک دشت سیصد سالہ راہ
کوہہای برف پُر کردہ اِلٰہ

اُس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل
سخاء نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ[۵۲] بَر کہ بے شمار و بے عدد
میرسد در ہر زماں بر فش مدد

پہاڑ بالائے پہاڑ، بے شمار اور اَن گنت
ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ برفے می زند بر دیگرے
می رساند برف سَردی تا ثَرے

برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف
دَمبدم زانبارِ بیحد و شگرف

برف کا پہاڑ برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے
ہر وقت بے حد اور عجیب بوجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا
تَفِّ دوزخ محو کردے مَر مرا

اے بادشاہ! اگر اِس طرح کا جنگل نہ ہوتا
دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہای برف داں
تا نسوزَد پردہای عاقِلاں

غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پھُنک جائیں

گر نبودے عکسِ[۵۳] جہل برف باف
سُوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف

اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا
تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرّہ ایست
بہر تہدیدِ لئیماں دُرّہ ایست

(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرّہ ہے
وہ لئیموں کو ڈرانے کے لئے دُرّہ ہے

باچنیں قہرے کہ گفت و فائق ست
بَر دِ لُطفش بیں کہ بر وَے سابق ست

ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود
اُسکے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اُس سے آگے ہے

سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
سبق بیچون و چگونہ معنوی ست

تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونیوالا اور پیچھے رہجانے
یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے

والا دیکھا

۵۱ گفت۔ کوہ قاف نے کہا
اللہ تعالےٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ یہ قلم میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کرسکے۔ خبیر۔ بڑا عالم۔ گفت کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اِس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اُس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

۵۲ کوہ۔ اِس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کردیئے ہیں۔ گر نبودے۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اِس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

۵۳ عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لئے کر رہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اِسقدر بیان ہوا یہ اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرّہ ہے۔ باچنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اِس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اِس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر حتی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ

یعنی ذات باری تعالیٰ سے نہیں بلکہ یہاں سابق اور مسبوق ہونا ایک چیز کی صفت ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر ندیدی آں بود از فہم پست — کہ عقولِ خلق زاں کان یک بجست

اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے — کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (میں) ایک جَست (کی برابر) ہیں

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں — کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں

اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا — دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے؟

مُرغ را جولاں گہِ عالی ہواست — زانکہ نشو و اُو ز شہوت و ز ہواست

(تیرے) پرند کی بلند پرواز گاہ فضا ہے — کیونکہ اُس کا نشو و نما شہوت اور نفسانی خواہش سے ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے — تا ز رحمت پیشت آید مُحملے

بس تو حیران رہ بغیر نہیں اور ہاں کے — تاکہ رحمت کا کھادہ تیرے سامنے آجائے

چوں ز فہم ایں عجائب کودنی — گر بلے گوئی تکلف می کُنی

جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے — اگر تو "ہاں" کہے، "تکلف" برتے گا

ور بگوئی نے زنَد نے گردنت — قہر بر بندد بداں نے روزنت

اگر تو "نہیں" کہیگا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی — اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس — تا در آید نصرِ حق از پیش و پس

تو اسی طرح ہے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آجائے

چونکہ حیراں گشتی و کیج و فنا — با زبانِ حال گفتی اِھدِنا

جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا — زبانِ حال سے تو نہیں ہدایت دے، کہے گا

زَفت زَفت ست و چو لرزاں میشوی — می شود آں زَفت نرم و مُستوی

بڑا بڑا ہی ہے اور جب تو لرز گیا — وہ بڑا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ شکلِ زَفت بہرِ مُنکرست — چونکہ عاجز آمدی لُطف و برست

کیونکہ بُری شکل مُنکر کے لئے ہے — جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودن جبرئیل خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورت خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل کا اپنے آپ کو اپنی (اصلی) صورت پر

واز ہفتصد پرِ او چوں یک پر ظاہر شد اُفق را بگرفت و

ظاہر کرنا اور اُن کے سات سو پروں میں سے جب ایک پر ظاہر ہوا اُس نے

آفتاب مجوب شد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

لہ گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اُسکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔

مرغ۔ پرند کی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔ پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اُس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کریگی۔ گر بلی۔ اگر بے سمجھے سمجھنے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

لہ ور بگوئی۔ اگر انکار کریگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائیگی۔

چونکہ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرما دے۔

زَفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔

لہ زانکہ۔ کسی حقیقت کی بُری صورت مُنکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بنجاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ عاجزی سے رحمت بجلی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیلؑ — کہ چُنانکہ صورتِ تُست اے خلیل

مُصطفیٰؐ نے جبرئیلؑ سے کہا — اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہو

مر[1] مرا بنمایِ محسوس آشکار — تا بہ بینیم مر ترا نظارہ وار

مجھے واضح (اور) محسوس (کرکے) دکھایئے — تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنیوالے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبودت — حسِّ ضعیف ست و تُنک سخت آیدت

انھوں نے کہا آپ (دیکھ) سکینگے اور آپ کو تاب نہ ہوگی — حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے، آپکو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد — تا چہ حد حسِّ نازک ست و بے مدد

آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے — کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی را ہست حسِّ تن سقیم — لیک در باطن یکے خلقِ عظیم

آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے — لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر[2] مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ — لیک ہست اُو در صفت آتش زنہ

یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے — لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار — زاد آتش زیں دو[2] والد قہر بار

پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے — قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن — ہست قاہر بر تنِ اُو شعلہ زن

پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہو — وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار — کہ ازو مقہور گردد برجِ نار

پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہو — کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے — آتشت گردد مُطیع و دلخوشے

اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے — آگ، تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لاجرم[3] گفت آں رسولِ ذُو فنون — رمز نحن الآخرون السابقون

لامحالہ اُس صاحبِ کمالات رسولؐ نے فرمایا — اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہر ایں دو بندانے زبوں — در صفت از کانِ آہنہا فزوں

بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں — صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھکر ہیں

ہوئی ہے اِس لئے اُس کو اُن سے سابق بتایا۔ ظاہر پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن اُن سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔

[1] مر مرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اُس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ اُنھوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اِس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جنید۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روحِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اُس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہو جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مُستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسمِ انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اِس آگ کے کرّے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے اپنی اُمت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس[1] بصورت آدمی فرعِ جہاں — در صفت اصلِ جہاں این را بداں

پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے — صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشّہ آرد بہ رخ — باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے — اس کا باطن ساتوں آسمانوں کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے — ہیئتے کہ کہ شود زاں مندکے

جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھادی تھوڑی سی — وہ ہیئت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہوجائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را — از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰ[2]

ایک شہپر جس نے شرق و مغرب کو ڈھانپ لیا — مصطفیٰ خوف سے بے ہوش ہوگئے

چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید — جبرئیل آمد در آغوشش کشید

جب انھوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا — جبرئیل آئے ان کو بغل میں لیا

آں[2] مہابت قسمتِ بیگانگاں — واں تحمش دوستاں را رائگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے — اور وہ محبت شفقت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے بر نشست — ہولِ سرہنگاں و صارم ہا بدست

بادشاہوں کے لئے ہے — سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دور باش و نیزہ و شمشیر ہا — کہ بلرزند از مہابت شیر ہا

دور باش اور نیزہ اور تلواریں — کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاووشاں و آں چوگان ہا — کہ شود سست از نہیبش جانہا

نقیبوں کی آواز اور بگل — کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگذر — کہ کنند شاں از شہنشاہی خبر

یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے — تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کردے

از برائے عام باشد ایں شکوہ — تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے — تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تا من[3] و ماہایِ ایشاں بشکند — نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند

تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے — متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر ازاں ایمن شود کاں شہریار — دارد اندر قہر زخم و گیر و دار

شہر اسی سے پر امن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ — غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

[1] پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے چونکہ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے حضرت جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

[2] آں مہابت حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تحمش۔ اظہار محبت رائگاں یعنی بغیر محنت کے۔ ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ وہ نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستہ سے دور ہوجائیں۔ نہیب۔ خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستہ کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

[3] تا من و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مر جاتی ہیں

ہیبتِ شہ مانع آید زاں نخوس[1]
اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوئے بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے

کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش
بردباری پر بردباری ہو اور شفقتیں جوش میں ہیں

نشنوی از غیرِ چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنے گا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے

وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کیساتھ عیش کے وقت، سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
بوجھ بجھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے

واں پر پر ویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے،

دیں شراب و نقل در بزمِ صفا
شراب اور چینا خلوص کی محفل میں ہوتا ہے،

جوشن[2] واں خود مر چالیش راست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے

دیں حریر و ورد مر تعریش راست
اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ختم کن واللہ اعلم بالرشاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمد آں حسے کاں غارِبست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے

خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثربست
اس وقت مدینہ کی بستی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدرست
وہ بڑی خلوق جو صف شکن ہے

بے تغیر مقعدِ صدق اندرست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ[3] تغییر اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں

روحِ باقی آفتابِ روشن ست
باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغییرے کہ لا شرقیۃ[ٌ]
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ شرقی ہے

بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ[ٌ]
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟

شمع از پروانہ کے بیہوش شد
شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

[1] نخوس۔ یعنی تکبر کی نحوست۔ باز۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حلم یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے۔ عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ بہت۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے، خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ ساز جنگ جنگ کے لئے ہوتا ہے۔ عیش و عشرت کی مجلس میں نقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود۔ جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارِب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ صفدر۔ صف شکن۔ بمقعدِ صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابلِ تغییر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لا شرقیۃ۔ شرق و غرب عالم خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

813
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسمِ[1] احمدؐ را تعلق بُد بداں
اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا

ایں تغیر آنِ تن باشد بداں
سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد

جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود نتانم وربگویم وصفِ جاں
میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف

زلزلہ افتد دریں کون و مکاں
تو کون و مکان میں زلزلہ آجائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بود
اُنکی لوٹری اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہوگئی تھی

شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود
یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود آں شیر کز خوابست پاک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے

اینت شیرِ نرم ساز و سہمناک
عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیرِ خود را آنچناں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے

کہ تماشش مُردہ دانند ایں سگاں
کہ سب کتے اس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی

کو رَبودے از ضعیفے تُربُدے
کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ[2] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت
احمدؐ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہوگیا

بحرِ او از مہر کف پُرجوش گشت
اُنکا سمندر (روح) یداللہ کی محبت میں پُرجوش ہوگیا

مر ہمہ کف ہست مُعطی نور باش
چاند عطا کرنیوالا، نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے

ماہ را گر کف نباشد گو مباش
اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بگشاید آں پرِّ جلیل
احمدؐ اگر وہ عظیم پَر کھولدیں

تا ابد بیہوش ماند جبرئیلؑ
تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں

چوں[3] گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش
جب احمدؐ سدرۃ (المنتہیٰ) اور اُسکی جگہ سے گذرے

از مقامِ جبرئیل و از حدش
جبرئیلؑ کے مقام اور اُنکی حد سے گزرے،

گفت اُو را گر بپیچم آو مایست
اُن (احمدؐ) نے اُن (جبرئیل) کو کہا میرے پیچھے آجاؤ اور نہ ٹھہرو

گفت رو زیں پس مرا دستور نیست
انھوں نے کہا جائیے اسکے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

---

[1] جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی، ہیجو۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لاسکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک۔ شیرِ جاں۔ یعنی آنحضورؐ کی رُوحِ مبارک۔ خُفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔ تو روح مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اُس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز۔ یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ سازد۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کرسکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مُراد ہے

[2] نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اور رُوح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ یداللہ کی محبت میں پُرجوش تھی۔ یدہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اُسکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ حضرت جبرئیلؑ کے پَر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوئے۔ اگر وہ اپنے روحانی پَروں کو پھیلا دیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ

[3] کیلئے بیہوش ہو جائیں ——— چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیم
اُنھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آیئے

گفت رَو رَو من حریفِ تو نیم
اُنھوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز
اُنھوں نے اُن سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا

من باوجِ خود نرفتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیرون زیں حدا اے خوش فرِ من
اُنھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر

گر زنم پَر پَرِّ بسوزد پَرِّ من
اگر میں پَر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت[1] اندر حیرت آمد زیں قصص
اِن قصّوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہشی خاصگاں اندر خصص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں پردازی است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہو

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیلؑ! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بُلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

این[2] حدیثِ منقلب را گور کن
اِس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را بر عکس صیدِ گور کن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کن مُشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مُشک پاشی کو بند کر دیجئے

وا مکن انبانِ قلماشیت را
تو جو چاہے کہو "کے تھیلے کو نہ کھولیے

آنکہ[3] بر نگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزار زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ اُو معکوس قلماشیت این
"تو جو چاہے کہو" اُس کے لئے اُلٹا ہے

لا تخالِفھُم حبیبی دارِھِم
اے میرے پیارے! مخالفت کرا کی مدارات کر

یا غریبا نازِلا فی دارِھِم
اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اعطِ ما شاؤا و رامُوا وارضِھِم
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں اُنکو راضی رکھ

یا ظعینا ساکِنا فی اَرضِھِم
اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

رازیا یا مرغزی می سازِ خوش
اے رے کے رہنے والے! مرغز کے رہنے والے

اچھی نباہ

---

[1] حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اِس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا۔ حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدی کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بُلانے پر پَر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیلؑ کی مدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بُلانے پر ان کو آگے جانا چاہیئے تھا خواہ اُنکے پَر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ نیلسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

[2] این حدیث۔ اب مولانا حُسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں اُنکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں اُنکے تابع بنجایئے۔ پاشیت۔ یعنی مُشک سخن پاشیِ تو۔ قلماشیت۔ کہ تو جو چاہے۔

[3] آنکہ۔ آپکے نشا کی باتیں عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لا تخالفھم۔ آپ اُنہیں عارضی طور پر ہیں اُنکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق

مرغزی۔ مرغزکا رہنے والا یعنی عوام۔ ان دونوں لفظوں کے رہنے والوں میں بہت بُعد تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موسیٰ[1] در پیشِ فرعونِ زمن — نرم باید گفت قولاً لیّنًا

اے موسیٰؑ زمانے کے فرعون کے سامنے — نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیئے

آب اگر در روغنِ جوشاں کنی — دیگدان و دیگ را ویراں کنی

اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا — چولھے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب — وسوسہ مفروش در لینُ الخطاب

نرم بات کہیئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے — خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کن — آنکہ عصرت عصر را آگاہ کن

عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے — اے وہ کہ تیرا کالہ زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مر گل خوارہ را کہ قند بہ — نرمیٔ فاسد مکن طینش مدہ

آپ مٹی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے — غلط نرمی نہ برتیئے، اس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ[2] جاں را روضۂ جانیستی — کز حروف و صوت مستغنیستی

آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں — کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قند زار — اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار

اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں — بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں

ظن ببرد از دور کایں آنست و بس — چوں فچ مغلوب وامی رفت پس

دور سے انھوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا — مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خر دان یقیں — در رزِ معنیٰ و فردوسِ برِیں

حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے — معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے[3] ضیاء الحق حسام الدیں برآر — ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار

اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے — اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمرد از مسلخہ — نشو دیگر بخشدش آں مبطخہ

تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مر جائیگا — وہ فالیز اس کو دوسرا نشو و نما بخشدے گا

ہیں زما صورتگری و جاں ز تو — نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں ز تو

خبردار! ہماری جانب سے صورت بنانا ہو اور روح تیری — نہیں غلط ہو یہ بھی آپ کی جانب سے ہو وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

---

[1] موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ ابل پڑے گا دیگ اور چولھا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیئے۔ وقتِ عصر عصر کے بعد کا وقت عموماً تقریر کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

[2] نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فچ۔ مینڈھا۔

[3] اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اُنمیں وہ باتیں نہ کرو جو عوام کیلئے سرِ خر بنیں

تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہو جائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی انکو مفید ہوگی مبطخہ۔ یعنی فالیز۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدینؓ میں نہیں اسلئے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ تے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

816

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مثنوی صورت بُود جانش توئی — ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی

مثنوی صورت ہے اُس کی جان آپ ہیں — اُسکی جہت بھی آپ اُس کا نور اور اُسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک[1] محمودی اے خورشیدِ فاش — بر زمیں ہم تا ابد محمود باش

اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں — (خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائیِ بلند — یک دل و یک قبلہ و یک خو شوند

تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ — ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی — وحدت است اندر وجودِ معنوی

تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے — روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں[2] شناسد جانِ من جانِ ترا — یاد دارند اتحاد و ماجرا

جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے — تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہارون شوند اندر زمیں — مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں

(تب) وہ زمین میں موسیٰؑ اور ہارونؑ بن جاتی ہیں — عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود — منکری اش پردۂ ساتر شود

جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے — اُس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رُو — خشم گردد آں مہ از ناشکریِ اُو

تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے — وہ چاند اسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں[3] سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد — ناشناسا گشت و پُشتِ پای زد

اسی وجہ سے بری رُوح، نبیؐ کی رُوح کو — نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن — تا بدانی لجِّ آں گبرِ کہن

یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے — تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

دربیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت درشانِ جناب حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نام اُو را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بُودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اور اُن کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[4] ازانکہ نقشِ احمدؐ فر نمود — نعتِ اُو ہر گبر را تعویذ بُود

اِس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت شان دکھائے — اُن کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

---

[1] بر فلک۔ آپ خدا اللہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے ثنائی ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ تاسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰؑ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اُس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اُس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ بئس شناسا۔ یعنی مُربّی کی روح۔ اِس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے منہ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب اسی وجہ سے منکروں کی رُوح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورہ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اولاً پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

816
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آ ئیگا

از خیالِ روش دل شاں می طپید
اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا

[1]سجدہ می کردند کاے ربِّ بشر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب!

در عیاں آریش ہر چہ زود تر
جس قدر جلد ہو سکے اُن کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یستفتحون
حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنیکی وجہ سے

باغیاں شاں می شدند ے سرنگوں
اُن سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مہولے آمدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی

عون شاں کرّاریِ احمدؐ بدے
آنحضورؐ کی حملہ آوری اُن کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن[2] بدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی

یادِ اُو شاں داروی شافی بدے
اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہ شاں
اُنکی تصویر اُنکے راستوں میں گشت کرتی تھی

در دل و در گوش و در افواہ شاں
دل اور کان اور اُن کے مونہوں میں

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال
ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟

بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال
بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ اُو بر روئے دیوار اُر فتد
اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے

از دلِ دیوار خونِ دل چکد
تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرّخ بود نقشِ برو
اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہوگا

کہ رہد در حال دیوار از دو رُو
کہ دیوار فوراً دورُخی سے نجات پائے گی

گشتہ با یک روئی اہلِ صفا
اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی

آں دو روئی عیب مر دیوار را
دورُخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے

ایں[3] ہمہ انکار و کفراں زادشاں
اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا

چوں در آمد سیّدِ آخر زماں
جب سیّدِ آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد
[4]سب تعظیم اور اعزاز اور محبت

چوں بدیدندش بصورت بر دباد
جب اُنھوں نے اُنکی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلبِ آتش دید در دم شد سیاہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا

قلب را در قلب کے بود دست راہ
کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے؟

---

[1] سجدہ۔ اللہ تعالےٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔ یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپکی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مہولناک۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراریِ احمدؐ۔ احمدؐ کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت۔

[2] مزمن۔ دیرینہ، کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصویر اُن جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی... (آنحضورؐ کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دورخی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دورُخی چھوڑ دے۔

[3] ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہو گئی اور اصل صورت کے ساتھ اُنکے سامنے آ گئے۔

[4] قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہل اللہ کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قُلبِ[1] می زد لافِ اَشواقِ مَحَک
کھوٹا (سکہ) کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا

تا مُریداں را دراندازد بشک
تاکہ مُریدوں کو شک میں ڈال دے

اُفتد اندر دامِ فکرش ناکسے
نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے

ایں گماں سَر بر زند از ہر خسے
یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بُدے
کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے

کے بسنگِ اِمتحاں راغِب شُدے
تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ مَحَک دیدن زدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا

یا بسنگِ اِمتحاں شوقش بُدے
یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

اُو[2] مَحَک می خواہد اَمّا آنچناں
وہ کسوٹی چاہتا ہے، لیکن ایسی

کہ نگردد قلبیِ اُوزاں عیاں
کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام
اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا

صد قیامت بگذرد ایں ناتمام
سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں مَحَک کہ اُو نہاں دارد صفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے

نے مَحَک باشد نہ نورِ معرفت
نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ[3] کُو عیبِ رُو دارد نہاں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے

از برایِ خاطرِ ہر قلتباں
ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبُوَد منافق باشد اُو
وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا

ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجُو
ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جُو راست گوئے بے نفاق
سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر

ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالوِفاق
ختم کردے (اور اللہ احسن) اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عَینِ آئینہ اَت سازد خدا
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنادے

کہ نمایدعَرش را ہمچوں سما
کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھادے

عَرش چہ و چرخ چہ اے ذُو لُباب
اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟

فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّواب
سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

قد عمّ الدفتر الرابع من کتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

[1] قُلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کردے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔

[2] اُو مَحَک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اُس کا عیب ظاہر ہوسکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کردینا چاہیئے۔ آں مَحَک۔ بہرحال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اُس میں پہچاننے کا نور ہے۔

[3] آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھادے تاکہ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنادیگا کہ اُس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی سمجھ لے!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فہرستِ مثنویِ مولانا رومؒ دفترِ چہارم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۱
۲	آغازِ مثنوی	۱۳
۳	تمامیِ حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت	۱۶
۴	حکایتِ آں واعظ	۲۰
۵	سوال کردنِ شخص از عیسیٰؑ	۲۳
۶	قصدِ خیانت کردنِ عاشق	۲۳
۷	قصۂ صوفیے کہ بخانہ آمد	۲۷
۸	حکایت بر سبیلِ تمثیل	۲۷
۹	معشوق را زیرِ چادر نہاں کردن	۲۹
۱۰	گفتنِ زن کہ او در بندِ جہاز نیست	۳۱
۱۱	بیان آنکہ غرض از بصیر و سمیع دیدم گفتن	۳۲
۱۲	مثل آنکہ دنیا گلخن و تقوے حمام	۳۴
۱۳	قصۂ آں دباغ کہ در بازارِ عطاران	۳۶
۱۴	معالجہ کردن برادرِ دباغ، دباغ را	۳۹
۱۵	عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را	۴۱
۱۶	رد کردنِ معشوق عذرِ عاشق را	۴۲
۱۷	گفتنِ جہودے امیر المومنین علیؓ را	۴۵
۱۸	قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خروب رستن	۴۹
۱۹	شرحِ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ	۵۱
۲۰	بقیۂ قصۂ بنایِ مسجدِ اقصیٰ	۵۶
۲۱	قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ	۵۸
۲۲	در بیان آنکہ حکمایِ طبیعی گویند	۶۱
۲۳	تفسیرِ ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ	۶۳
۲۴	قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس	۶۵
۲۵	کرامات و نورِ شیخ عبداللہؒ	۶۸
۲۶	باز گردانیدنِ سلیمانؑ رسولانِ بلقیس را	۷۰
۲۷	قصۂ عطارے کہ سنگِ ترازوئے او	۷۱
۲۸	دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولان را	۷۳
۲۹	دیدنِ درویشی جماعتِ مشائخ را	۷۶
۳۰	نیت کردنِ او کہ ایں زر بدیں ہیزم	۷۷
۳۱	تحریض کردنِ سلیمانؑ رسولاں را	۷۹
۳۲	سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیمؒ	۸۰
۳۳	حکایتِ آں مردِ تشنہ	۸۲
۳۴	در بیانِ نائے کہ از مقعدش	۸۴
۳۵	در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبی	۸۵
۳۶	تہدید فرستادنِ سلیمانؑ پیشِ بلقیس	۸۶
۳۷	پیدا کردنِ سلیمانؑ بلقیس را	۸۸
۳۸	بقیۂ قصۂ سلطانِ ابراہیمؒ	۹۰
۳۹	بقیۂ قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمانؑ مر آں بلقیس را	۹۱
۴۰	آزاد شدنِ بلقیس از ملک و مست شدن	۹۳

820
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۱	چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تخت	۹۷
۴۲	قصۂ یاری خواستن حلیمہؓ از بتاں	۹۸
۴۳	حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد	۱۰۰
۴۴	خبر یافتنِ جدِ مصطفیٰؐ عبد المطلب از گم کردنِ حلیمہ مصطفیٰؐ را	۱۰۳
۴۵	نشان خواستنِ عبد المطلب	۱۰۷
۴۶	بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان	۱۰۸
۴۷	مثل قانع شدنِ آدمی بدنیا	۱۰۹
۴۸	بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را	۱۱۳
۴۹	بقیۂ قصۂ عمارت کردن سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را	۱۱۵
۵۰	قصۂ شاعر و صلہ دادن	۱۱۹
۵۱	باز آمدنِ شاعر بعد چند سال	۱۲۰
۵۲	مالستنِ بدرائی ایں وزیرِ دون	۱۲۶
۵۳	نشستنِ دیو بر مقامِ سلیمانؑ	۱۲۸
۵۴	در آمدن ہر روز سلیمانؑ در مسجدِ اقصیٰ	۱۳۰
۵۵	آموختن پیشۂ گور کنی قابیل از زاغ	۱۳۲
۵۶	قصۂ صوفی کہ در میانِ گلستاں سر بزانو نہادہ	۱۳۷
۵۷	قصۂ رستنِ خروب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ	۱۳۸
۵۸	بیان آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ	۱۴۳
۵۹	بیانِ تفسیرِ آیۂ شریفہ	۱۴۵
۶۰	در بیان آنکہ ترکُ الجوابِ جوابٌ	۱۴۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۱	در تفسیرِ ایں حدیثِ نبویؐ	۱۴۹
۶۲	چالش عقل با نفس	۱۵۳
۶۳	بنشستنِ آں غلام قصۂ شکایت	۱۵۵
۶۴	حکایتِ آں فقیہ با دستارِ بزرگ	۱۵۷
۶۵	نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را	۱۵۸
۶۶	بیان آنکہ عارف را غذائیست	۱۶۲
۶۷	خطاب با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس	۱۶۳
۶۸	تفسیرِ آیۂ فَاُوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ	۱۶۵
۶۹	زجر کردنِ مدعی را از دعویٰ و امر کردن	۱۶۷
۷۰	بقیۂ قصۂ آں نوشتنِ غلام رقعہ را	۱۶۹
۷۱	حکایتِ آں مداح کہ از جہتِ ناموس	۱۷۱
۷۲	در یافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل	۱۷۶
۷۳	مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ	۱۷۷
۷۴	جوابِ سلطانِ بایزید قدس سرہٗ	۱۸۰
۷۵	زادنِ شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ	۱۸۱
۷۶	رجوع بحکایتِ کمی اجرائے آں غلام	۱۸۲
۷۷	آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ	۱۸۵
۷۸	کژ و زیدن باد بر تختِ سلیمانؑ	۱۸۶
۷۹	شنیدنِ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ خبر دادنِ بایزیدؒ را	۱۸۸
۸۰	رقعہ دیگر نوشتنِ آں غلام	۱۸۹
۸۱	ستودنِ پیغمبرؐ عاقل را	۱۹۰

821

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۲	قصۂ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد	۱۹۲
۸۳	امیر گردانیدنِ رسولؐ جوان ہذیلی را	۱۹۴
۸۴	اعتراض کردن معترضے بر رسولؐ	۱۹۷
۸۵	جواب گفتن پیغمبرؐ آں اعتراض کنندہ را	۲۰۲
۸۶	قصۂ سُبحانی ما اعظم شانی گفتن	۲۰۴
۸۷	سبب فصاحت و بسیار گفتن	۲۰۸
۸۸	بیان کردنِ رسول سبب تفضیل و اختیار کردن	۲۰۹
۸۹	علامت عاقلِ تمام و نیم عاقل	۲۱۱
۹۰	قصۂ آبگیر و صیاداں و آں سہ ماہی	۲۱۳
۹۱	سِرِّ حدیثِ حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمَان	۲۱۴
۹۲	واقف شدنِ آں ماہی عاقل و سفر پیش گرفتن	۲۱۶
۹۳	قصۂ آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد	۲۱۷
۹۴	چارہ اندیشیدنِ آں ماہی	۲۱۹
۹۵	بیان آنکہ عہد کردنِ احمق	۲۲۱
۹۶	در بیان آنکہ دہم قُلبِ عقل ست	۲۲۲
۹۷	مجاوباتِ موسیٰؑ کہ صاحبِ عقل بود	۲۲۳
۹۸	بیان آنکہ عمارت در ویرانی است	۲۲۶
۹۹	جواب دادنِ موسیٰؑ فرعون را	۲۲۷
۱۰۰	جوابِ فرعون موسیٰؑ را	۲۲۷
۱۰۱	نفی کردن موسیٰؑ جادوئی و سحر را از خود	۲۲۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۲	بیان آنکہ ہر حسِّ مُدرِک را از آدمی	۲۳۰
۱۰۳	حملہ آوردنِ ایں جہانیاں و تاخت بردن	۲۳۵
۱۰۴	بیان آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد	۲۳۷
۱۰۵	باز گفتنِ موسیٰؑ اسرارِ فرعون را	۲۳۹
۱۰۶	در بیان آنکہ درِ توبہ و استغفار باز ست	۲۴۰
۱۰۷	گفتن موسیٰؑ مر فرعون را	۲۴۱
۱۰۸	شرح کردن مہرسیٰؑ آں چار فضیلت را	۲۴۳
۱۰۹	تفسیر کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ	۲۴۴
۱۱۰	غرّہ شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش	۲۴۶
۱۱۱	تمامی شرح کردنِ موسیٰؑ با فرعون فضیلتِ چہارگانہ	۲۴۷
۱۱۲	بیان ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلیٰ قَدرِ عُقُولِھِم	۲۴۸
۱۱۳	معنی حدیثِ مَن بَشَّرَنِی بِخُرُوجِ الصَّفَرِ	۲۴۹
۱۱۴	مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون	۲۵۰
۱۱۵	قصۂ باز پادشاہ و کم پیر زن	۲۵۳
۱۱۶	قصۂ آں زن کہ طفلِ او بر نادوان غرّہ دیدہ بود	۲۵۶
۱۱۷	در بیانِ حدیثِ رسولؐ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُورَکَ اِطفَاءُ نَارِی	۲۶۰
۱۱۸	مشورت کردنِ فرعون با وزیرش	۲۶۱
۱۱۹	تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون	۲۶۲

822

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۲۰	نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردن فرعون	۲۶۵
۱۲۱	منازعت کردنِ امیرانِ عرب	۲۶۶
۱۲۲	سیل آمدن و تقیب انداختنِ امرا	۲۶۷
۱۲۳	غالب شدنِ مصطفیٰؐ بر امیران	۲۶۷
۱۲۴	در تمامی حدیثِ موسیٰؑ و تقریع و توبیخِ فرعون	۲۶۸
۱۲۵	در بیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالےٰ کیست	۲۶۹
۱۲۶	بحث کردنِ سنی و فلسفی و جوابِ دہری	۲۷۱
۱۲۷	تفسیر آیۃ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ	۲۷۶
۱۲۸	وحی کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰؑ	۲۸۰
۱۲۹	خشم کردنِ پادشاہ بر ندیمِ خود	۲۸۱
۱۳۰	گفتن جبرئیلؑ خلیلؑ را	۲۸۴
۱۳۱	مطالبت کردن موسیٰؑ از حضرتِ عزت	۲۸۷
۱۳۲	بیان آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی	۲۸۹
۱۳۳	مثال دیگر ہمدریں معنیٰ	۲۹۱
۱۳۴	حکایت آں پادشاہزادہ کہ با دشاہی حقیقی بوے روئی نمود	۲۹۴
۱۳۵	عروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر	۲۹۷
۱۳۶	اختیار کردنِ پادشاہ دخترِ زاہد را	۲۹۹
۱۳۷	جادوئی کردنِ کمپیر کابلی شاہزادہ را	۳۰۰
۱۳۸	مستجاب شدن دعاے پادشاہ در خلاصِ پسر	۳۰۲
۱۳۹	در بیان آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است	۳۰۴
۱۴۰	حکایت آں زاہدے کہ در سالِ قحط خندان و شاد	۳۰۹
۱۴۱	در بیان آنکہ مجموعِ عالم صورتِ عقلِ کل است	۳۱۰
۱۴۲	قصۂ فرزندانِ عزیرؑ	۳۱۲
۱۴۳	در تفسیر حدیث اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ	۳۱۴
۱۴۴	بیان آنکہ عقلِ جزوی تا بگورش نرہند	۳۱۵
۱۴۵	بیان آیۃ کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ لَا تُقَدِّمُوْا	۳۱۹
۱۴۶	قصۂ شکایتِ استر با شتر	۳۲۱
۱۴۷	تصدیق کردنِ استر جوابہائے اشترا	۳۲۴
۱۴۸	لابہ کردن قبطی مر سبطی را	۳۲۶
۱۴۹	درخواستن قبطی دعائے خیر و ہدایت از سبطی	۳۳۱
۱۵۰	حکایتِ آں زنِ پلید کار	۳۳۶
۱۵۱	باقی قصۂ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۳۸
۱۵۲	سخت شدنِ کار بر قبطیاں	۳۴۰
۱۵۳	دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن	۳۴۲
۱۵۴	بیان اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی	۳۴۴
۱۵۵	بیان آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگان اند	۳۴۷
۱۵۶	رفتن ذوالقرنین بکوہِ قاف	۳۵۰
۱۵۷	بیان آنکہ مور کے بر کاغذ میرفت	۳۵۱
۱۵۸	باز التماس کردنِ ذوالقرنین از کوہِ قاف	۳۵۲
۱۵۹	نمودن جبرئیلِ خود را بمصطفیٰؐ	۳۵۴
۱۶۰	در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ	۳۶۱

823
Courtesy www.pdfbooksfree.pk



826

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk